اکابرین دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنہ غیر مقلدین
کی روک تھام کیلئے ایک مکمل نصاب

مجموعہ مقالات

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم

کی زیرِ صدارت
"تحفظِ سنّت کانفرنس"
میں پڑھے گئے
مقالات کا مجموعہ

جلد اوّل

- خطبۂ صدارت
- اجماع وقیاس کی حجیت
- علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام ومرتبہ
- مسئلہ تقلید قرآن وحدیث کی روشنی میں
- فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے
- حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت
- حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معترضین
- شریعت میں صحابہ کرامؓ کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف
- صحابۂ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان، پاکستان
✆ 061-540513

اکابرینِ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنۂ غیر مقلدین
کی روک تھام کیلئے ایک مکمل نصاب

مجموعۂ مقالات

جلد اوّل

غیر مقلدین کی شرانگیزیوں اور ان کی طرف سے اسلافِ امت وفقہائے کرام کی توہین پر مبنی لٹریچر کی اشاعت پر اکابرینِ دارالعلوم نے اُمّتِ مسلمہ کے دینی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ۲، ۳ مئی ۲۰۰۱ء کو دہلی میں امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی صدارت میں ''تحفظ سنت کانفرنس'' کا اہتمام کیا جس میں مشاہیر علماء نے متعلقہ موضوعات پر مقالے پیش کئے اور اس کانفرنس میں چند قرار دادیں پاس کیں جو باقاعدہ سعودی عرب کی حکومت کو بھیجی گئیں۔ جس پر حکومت سعودیہ نے الحمدللہ مثبت ردّ عمل کا اظہار کیا ہے ہم اس کانفرنس میں پڑھے جانے والے تمام مقالہ جات اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق دیگر اکابرین امت کے افادات اور اس کے علاوہ دیگر کئی متعلقہ نایاب دستاویزات کو جدید ترتیب کے ساتھ مجموعہ مقالات کے نام سے عوام وخواص کے فائدہ کیلئے پیش کر رہے ہیں۔

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
فون: 540513

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب............... مجموعہ مقالات (جلد اوّل)

تاریخ اشاعت طبع اوّل............... صفر ۱۴۲۳ھ

تاریخ اشاعت طبع الثانی............... ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ

ناشر............... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت............... سلامت اقبال پریس ملتان

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انار کلی، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BLI3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقتِ حال

دینِ اسلام ابدی دین ہے اور پوری انسانیت کیلئے اس کی زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی کا دین ہے اس لئے اس دین کا تعلیمی اور قانونی نظام نہایت ہی جامع، عمیق اور عالمگیر رکھا گیا تاکہ کبھی بھی اس کی راہنمائی میں کسی قسم کی کمی اور نقص کا احساس کسی کو نہ ہونے پائے۔

چنانچہ قرآن پاک میں اصول و فروع کا ایک کامل بنیادی نظام پوری مناسب تفصیل سے نہایت حکیمانہ اور دانشمندانہ انداز سے بیان کر دیا گیا پھر حالاتِ زمانہ اور اس کے مطابق وقتی موقع و محل کے مناسب اس کی تفصیلات، جزئیات اور تنفیذی و عملی تشکیل آنحضرت ﷺ کی سنت و سیرت نے سمجھا دی۔

آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے تربیت یافتگان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اگلے دَور کے مطابق نئے حالات میں پیش آمدہ مسائل قرآن و سنت کی روشنی میں حل کئے اور امت کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

پھر آگے تابعین و تبع تابعین کے دَور میں ائمۂ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے امت کو پیش آنے والے نئے مسائل اور نئی صورتوں کا قرآن و سنت اور صحابہ کرام ؓ کے اجتہادات کی روشنی میں حل پیش کیا اور اسلام و ملتِ اسلامیہ کی اس خدمت کے ساتھ ساتھ ایک بے مثال اور سدا بہار کارنامہ یہ انجام دیا کہ قرآن و سنت اور صحابہ کرام کے آثار، اجتہادات و اجماع کے تحت مسائل کے حل کرنے کے اصول بھی مدوّن و منضبط کر دیئے جو آئندہ کے زمانوں میں اہل علم اور صاحبِ

استعداد ولیاقت حضرات کیلئے ضرورت کے مطابق شرعی اصولوں کے مطابق قانون سازی کے عمل کیلئے مشعل راہ بن گئے اور اسی کارنامہ نے ان حضرات کو امامت کے لقب سے سرفراز کیا۔ ملتِ اسلامیہ نے ان کی اس کاوش کو آنکھوں پر رکھا، اور اس بات پر اہل علم و دانش کا اجماع قائم ہوگیا کہ آئندہ اسلامی اصولوں کے مطابق قانون سازی ان ائمہ مجتہدین امام اعظم ابوحنیفہ، امام دارالہجرت مالک بن انس، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین کے منضبط کردہ قوانین اجتہاد و استنباط کی روشنی ہی میں ہوگی اور حق وہدایتِ علم وعمل اسی دائرہ ہی میں ہے۔ جو اس حصن حصین سے باہر قدم رکھے گا گویا وہ آنحضرت سرورِ عالم ﷺ کے ارشادِ گرامی مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النار کا مصداق ہے۔ ماضی میں ہمیں اس کی عملی مثالیں ملتی ہیں کہ جو اس دائرہ سے نکلا گمراہی اس کا مقدر بنی۔

اہل علم کے ہاں ان تمام مکاتبِ اجتہاد و استنباط میں سے فقہ حنفی کو سب سے زیادہ پذیرائی ملی کیونکہ اسلامی معاشرے کی ترتیب وترقی کیلئے یہ مجموعۂ قوانین نہایت جامع اور ہمہ گیر ہے خصوصاً اجتماعیات میں تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا فقہی مذہب کوئی خاطر خواہ جگہ نہ پاسکا چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک اسلام کا غلبہ رہا ہے اسلامی حکومت میں قاضی ہمیشہ حنفی ہی کامیاب رہے ہیں۔ خصوصا برصغیر میں تو اسلام داخل ہی فقہ حنفی کی صورت میں ہوا ہے۔ چنانچہ فاتح ہند محمود غزنویؒ حنفی تھے۔

بدقسمتی سے برصغیر پاک وہند میں برطانیہ کے دَورِ حکومت میں اور بہت ساری بیماریوں کے ساتھ اس مرض نے بھی جنم لیا کہ کچھ افراد اس ذہنیت کا پرچار کرنے لگے کہ فقہاء کی قانون سازی کی کاوشیں مخدوش اور غیر معتبر ہیں دوسرے لفظوں میں یہ کہ ملتِ اسلامیہ کے ہی جسم پر گمراہی کا یہ دنبل اُبھرا اور پھر اس نے کس طرح اسلام کے جسم کو گھائل کیا بس کچھ نہ پوچھئے، البتہ یہ بات یقیناً یہاں قابل ذکر ہے کہ علمائے حق وعلمائے ربانیین نے اس مرض کے انسداد کیلئے یہاں اس کے سر اٹھاتے ہی اپنی جدوجہد جاری کردی اور ہر موقع ومیدان پر ان کا مقابلہ کیا اور امت کی حفاظت کیلئے برابر یہ جہاد بھی کیا۔ چنانچہ اب انہوں نے اکابرینِ حق علمائے دیوبند کے بارے

میں ادھر ادھر اپنی دسیسہ کاریاں شروع کر دیں عرب علماء کو علمائے دیوبند سے بدظن کرنے کیلئے ''الدیوبندیہ'' جیسی پُر فریب کتاب لکھی۔

حج کے موقع پر حجاج میں اس طرح کا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا جس سے حجاج کے دینی جذبات کی تسکین کی بجائے ان کی دل آزاری ہونے لگی۔

اس سلسلے میں جمعیۃ علمائے ہند کے زیر انتظام امیر الہند حضرت مولانا محمد سید اسعد مدنی دامت برکاتہم العالیہ کے زیر صدارت دہلی میں ایک کل ہند کانفرنس منعقد کی گئی اور اس میں مشاہیر علمائے ہند نے اسی بابت مختلف موضوعات پر اپنے اپنے مقالے پیش کئے اور اس کانفرنس میں کچھ قرار دادیں منظور کیں جنہیں سعودیہ عربیہ کے سربراہ خادم الحرمین شاہ فہد کے پاس بھیجا گیا تاکہ وہاں بھی اس فتنہ سے آگاہی پیدا ہو اور وہاں کا ماحول بھی ان غیر مقلدوں کی ذہنی اور فکری تیشہ زنی سے محفوظ رہے۔

ہم ان تمام مقالہ جات کو جمع کر کے ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں تاکہ عوام الناس اس سلسلے میں خبر دار ہوں اور ان کا ایمان و عمل راہزنوں سے محفوظ رہے اور ساتھ ہی ہم نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے متعلقہ رسائل اور ملفوظات، سعودی عرب کی مجلس ھیئۃ کبار العلماء کی منتخب کمیٹی کا طلاقِ ثلاث کے متعلقہ فیصلہ، سربراہِ امور حرمین الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل اور مدیر المجمع الفقھی الاسلامی احمد محمد المقری کے مکتوبات اور مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کا غیر مقلد کی کتابوں سے اعلانِ برأت بھی شامل کر دیئے ہیں۔

الحمد للہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی کی حسب خواہش پاکستان میں ادارہ ان ''مجموعۂ مقالات'' کو ہدیہ ناظرین کر رہا ہے۔

اور اس سلسلہ میں محترم جناب ڈاکٹر حافظ محمد خالد صاحب (آف لندن میزبان وخادم خاص) کے بہت ہی ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمیں ان مقالات کا سیٹ عنایت فرمایا اور جمعیت علمائے ہند دہلی سے خصوصی اجازت لے کر دی۔

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ

صفر ۱۴۲۳ھ

اجمالی فہرست

مجموعہ مقالات جلد اوّل

خطبۂ صدارت
امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب
مقالہ نمبر:۱ اجماع وقیاس کی حجیت (قرآن وحدیث واقوال سلف کی روشنی میں)
مقالہ نمبر:۲ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا مقام ومرتبہ
مقالہ نمبر:۳ مسئلہ تقلید
مقالہ نمبر:۴ فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے
مقالہ نمبر:۵ حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت
مقالہ نمبر:۶ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معترضین
مقالہ نمبر:۷ شریعت مطہرہ میں صحابہ کرامؓ کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف
مقالہ نمبر:۸ صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

مجموعہ مقالات جلد دوّم

مقالہ نمبر:۹ تحریک لامذہبیت
مقالہ نمبر:۱۰ مسائل وعقائد میں غیر مقلدین اور شیعہ مذہب کا توافق
مقالہ نمبر:۱۱ قرآن وحدیث کے خلاف غیر مقلدین کے پچاس مسائل
مقالہ نمبر:۱۲ توسل واستغاثہ بغیر اللہ اور غیر مقلدین کا مذہب
مقالہ نمبر:۱۳ مسائل وعقائد میں غیر مقلدین کے متضاد اقوال
مقالہ نمبر:۱۴ ایک غیر مقلد کی توبہ
مقالہ نمبر:۱۵ غیر مقلدین کے ۵۶ اعتراضات کے جوابات
مقالہ نمبر: ۱۶ مسائل نماز
مقالہ نمبر:۱۷ عورتوں کا طریقہ نماز
مقالہ نمبر:۱۸ خواتین اسلام کی بہترین مسجد

مجموعہ مقالات جلد سوم

مقالہ نمبر:۱۹ تحقیق مسئلہ رفع یدین
مقالہ نمبر:۲۰ رفعِ یدین (صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں)
مقالہ نمبر:۲۱ آمین بالجہر (صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں)
مقالہ نمبر:۲۲ فرض نماز کے بعد دعاء (متعلقات ومسائل)
مقالہ نمبر:۲۳ قرأت خلف الامام (صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں)
مقالہ نمبر:۲۴ امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کا حکم
مقالہ نمبر:۲۵ طلاق ثلاث (صحیح مآخذ کی روشنی میں)
مقالہ نمبر:۲۶ تین طلاق کا مسئلہ (دلائل شرعیہ کی روشنی میں)

مجموعہ مقالات جلد چہارم

الکلام الفرید فی التزام التقلید

الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد

تلویحاتِ کتاب وسنت وتصریحاتِ اکابر امت بر عقل واہتداء امام اعظم

اعداد الجنۃ للتوقی عن الشبھۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ

اہل حدیث کے فتاوی کی حقیقت

غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانوی کے ملفوظات

قربانی اور اہل حدیث

امام شاہ ولی اللہ دہلوی......فقہ حنفی کے مجدد

تلخیص واقتباس فتویٰ نظام الاسلام

مملکۃ سعودیہ عربیہ کو بھیجی جانے والی قراردادیں

خیانت اور جھوٹ سے لبریز ایک غیر مقلد کی کتابوں سے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کا اعلان براءت

ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں (سعودی عرب کے جید علماء کی منتخب کمیٹی کا فیصلہ)

حرمین شریفین کے امور کے سربراہ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل کا مکتوب گرامی اور فتویٰ

فہرست مضامین مجموعہ مقالات جلد اوّل

خطبۂ صدارت

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب

مقالہ نمبر ۱

اجماع و قیاس کی حجیت (قرآن و حدیث و اقوال سلف کی روشنی میں)

اجماع کے لغوی معنی کا بیان ۴۰

اجماع کے شرعی معنی کا بیان ۴۰

اجماع کے حجت شرعی ہونے کا بیان ۴۲

جمہور مسلمین کے دلائل قرآن سے ۴۳

اجماع کا حجت شرعی ہونا احادیث سے بھی ثابت ہے ۴۵

جن مسائل پر اجماع منعقد کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر چند کا بیان ۴۷

اجماع کے رُکن کا بیان ۵۰

اجماع کی شرط کا بیان ۵۰

اجماع کے حکم کا بیان ۵۱

اجماع کے انعقاد کے سبب کا بیان ۵۱

کن حضرات علماء کا اجماع معتبر ہے ۵۲

اجماع کے مراتب ۶۱

صحابہ کے اجماع کو بعد والوں کی طرف نقل کرنے کی کیفیت اور نقل کے اعتبار سے

اس کے مراتب کا بیان ۶۶

قیاس کی قسموں کا بیان ۶۷

قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف ۶۹

قیاس کے حجت شرعی ہونے میں اختلاف کا بیان ۷۱
منکرین قیاس کے دلائل اور ان کا جواب ۷۱
قائلین قیاس کے دلائل ۷۲
صحت قیاس کی شرطوں کا بیان ۸۰
قیاس کے ارکان کا بیان ۹۰
قیاس کے حکم کا بیان ۹۳

مقالہ نمبر۲

علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا مقام ومرتبہ

امام صاحبؒ تابعی تھے ....
طلب حدیث کے لیے اسفار ۹۸
علم حدیث میں مہارت وامامت ۹۹
ضروری تنبیہ ۱۰۲
امام صاحب کی عدالت وثقاہت ۱۱۰
امام ابوحنیفہ اور فن جرح وتعدیل ۱۱۵

مقالہ نمبر۳

مسئلہ تقلید

تقلید کا وجوب اور اس کی ضرورت ۱۲۰
بزرگوں پر اعتماد کرنا ہی اصل شریعت ہے ۱۲۴
تقلید کی حقیقت ۱۲۷
تقلید شخصی اور غیر شخصی کی تعریف ۱۲۸
تقلید غیر شخصی کا دور ۱۲۸

تقلید شخصی کا رواج ۱۲۹
مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار ۱۳۰
فضل الٰہی سے صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باقی رہ جانا ۱۳۱
تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے ۱۳۳
احادیث مرفوعہ سے تقلید کا وجوب ۱۳۶

مقالہ نمبر ۴

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے ۱۴۰
فقہاء قیاس کب کرتے ہیں؟ ۱۴۱
تقلید کی ضرورت کب اور کیوں ہے؟ ۱۴۲
غیر مقلدین کا غلط خیال ۱۴۳
اہل قرآن اور اہل حدیث ۱۴۴
اہل السنۃ والجماعۃ کون ہیں؟ ۱۴۷
قیاس کا کیا درجہ ہے؟ ۱۴۸
حقیقی اہل حدیث کون حضرات ہیں؟ ۱۴۹
تقلید شخصی کی حقیقت کیا ہے؟ ۱۵۱
کیا فرقہ اہل حدیث غیر مقلد ہے؟ ۱۵۱

مقالہ نمبر ۵

حضرت امام ابو حنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت

مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ابتداء ۱۵۶
خوارج کے عقائد ۱۵۷

معتزلہ کا ظہور ۱۵۸
فرقہ مرجئہ ۱۵۹
اہل سنت والجماعت ۱۵۹
سلف کا انداز بیان ۱۶۴
متکلمین، فقہاء اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا انداز بیان ۱۶۵
اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بیان ۱۶۷
اس مسئلہ میں عقیدۃ الطحاوی کے شارح کا بیان ۱۶۹
اصل مسئلہ کے بارے میں ۱۷۱
امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت کے اسباب ۱۷۲
ائمۂ مجتہدین کا مقام و مرتبہ ۱۸۱
پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کی غنیۃ الطالبین ۱۸۴

مقالہ نمبر ٦

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معترضین

اعتراض نمبر (۱) سب محدثین نے امام صاحبؒ کو ضعیف کہا ہے ۱۸۷
اعتراض نمبر (۲) امام ذہبی اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے ۱۹۲
اعتراض نمبر (۳) امام ابوحنیفہ کے استاد بھی ضعیف ہیں ۱۹۳
اعتراض نمبر (۴) امام ابوحنیفہ کے استاد کے استاد ضعیف ہیں ۱۹۴
اعتراض نمبر (۵) امام ابوحنیفہ کے بیٹے اور پوتے ضعیف ہیں ۱۹۵
اعتراض نمبر (٦) امام ابوحنیفہ کے شاگرد بھی ضعیف ہیں ۱۹۷
اعتراض نمبر (۷) امام احمد نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد حدیث کو بالکل نہیں جانتے ۲۰۴
اعتراض نمبر (۸) کوفہ والوں کی روایتوں میں کدورت ہے ۲۱۰

اعتراض نمبر (۹) سب کے سب ضعیف ہیں ۲۱۲
اعتراض نمبر (۱۰) امام ابوحنیفہ کو علی بن المدینی نے ضعیف جلا کہا ہے ۲۱۳
اعتراض نمبر (۱۱) تضعیفابی حنیفہ کے اقوال بہت ہیں ۲۱۵
اعتراض نمبر (۱۲) ان محدثین کے نام جنہوں نے ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے ۲۲۱
اعتراض نمبر (۱۳) ۲۵۳
اعتراض نمبر (۱۴) امام ابویوسف ضعیف ہیں ۲۵۸
اعتراض نمبر (۱۵) امام محمد ضعیف ہیں ۲۶۴
اعتراض نمبر (۱۶) امام نسائی نے امام محمد کو ضعیف لکھا ہے ۲۶۵
اعتراض نمبر (۱۷) ۲۷۰
اعتراض نمبر (۱۸) ۲۷۰
اعتراض نمبر (۱۹) امام ابوحنیفہ مرجۂ تھے ۲۷۰
اعتراض نمبر (۲۰) ابن قتیبہ نے امام ابوحنیفہ کو مرجہ میں شمار کیا ہے ۲۷۵
اعتراض نمبر (۲۱) پیرانِ پیر صاحب نے تمام حنفیوں کو مرجہ کہا ہے ۲۷۶
اعتراض نمبر (۲۲) حنفیوں کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ۲۷۶
اعتراض نمبر (۲۳) امام صاحب کے استادوں پر تعریض ۲۷۷
اعتراض نمبر (۲۴) امام صاحب کے دو مشہور استادوں پر اعتراض ۲۷۷
اعتراض نمبر (۲۵) حماد کو تقریب میں مرجۂ لکھا ہے ۲۷۸
اعتراض نمبر (۲۶) میزان الاعتدال میں بھی حماد کو مرجۂ لکھا ہے ۲۷۹
اعتراض نمبر (۲۷) اعمش پر تعریض ۲۸۰
اعتراض نمبر (۲۸) ابن مبارک احمد اور ابن المدینی کا اعمش پر طعن ۲۸۲
اعتراض نمبر (۲۹) ابراہیم نخعی پر تعریض ۲۸۳

اعتراض نمبر (۳۰) ۲۸۶
اعتراض نمبر (۳۱) ۲۹۰
اعتراض نمبر (۳۲) ۲۹۲
اعتراض نمبر (۳۳) ۲۹۴
اعتراض نمبر (۳۴) ۲۹۶
اعتراض نمبر (۳۵) ۲۹۸
اعتراض نمبر (۳۶) ۲۹۹
اعتراض نمبر (۳۷) ۳۰۰
اعتراض نمبر (۳۸) ....
اعتراض نمبر (۳۹) ....
اعتراض نمبر (۴۰) ....
اعتراض نمبر (۴۱) ....
خلاصۂ کلام ....

مقالہ نمبر ۷

شریعت مطہرہ میں صحابہ کرام ﷺ کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف

تقدیم ....
صحابی کی تعریف ۳۰۶
صحابہ کرامؓ قرآن عظیم کے آئینہ میں ۳۰۸
خلاصہ آیات ۳۱۳
صحابہ کرام احادیث کی روشنی میں ۳۱۴
صحابہ کرامؓ کا مقام بزبان صحابہ عظام ۳۱۸

خلاصہ بحث ....

صحابہ کرامؓ کی پاکبازی وعدالت ۳۲۱

ایک شبہ کا ازالہ ۳۲۱

مجتہد خطا کی صورت میں بھی مستحق اجر ہے ۳۲۳

مشاجرات صحابہؓ سے متعلق حضرت حسن بصریؒ کا فرمان ۳۲۳

ایک غلط فہمی کا ازالہ ۳۲۴

صحابہ کرامؓ اور غیر مقلدین کا موقف ۳۲۵

غیر مقلدین کے یہاں صحابی کا قول حجت نہیں ۳۲۶

میاں نذیر حسین کی رائے ۳۲۶

نواب صدیق حسن خان صاحب کی رائے ۳۲۷

نواب نور الحسن کا قول ۳۲۸

تبصرہ ۳۲۸

تنبیہ ۳۲۹

غیر مقلدین اہل سنت والجماعت سے خارج ۳۳۰

اہل سنت والجماعت کی تعریف ۳۳۰

تنقیص صحابہ کرام اور غیر مقلدین ۳۳۱

فضیلت شیخین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں ۳۳۲

بقول نواب وحید الزمان صاحب خطبہ میں خلفاء راشدین کا تذکرہ بدعت ۳۳۳

بہت سے غیر صحابی صحابہ کرام سے افضل ۳۳۵

صحابہ کرامؓ کی طرف فسق کی نسبت ۳۳۶

حضرت عائشہ کی طرف ارتداد کی نسبت ۳۳۸

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سخت توہین ۳۴۰
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا ۳۴۱
حضرت عمر کی شہادت میں حضرت حذیفہ وغیرہ کا دخل ۳۴۵
حضرات حسنین سے بغض ۳۴۶
علمائے دیوبند اور صحابہؓ کرام ۳۴۶
حضرت شیخ الاسلامؒ کی رائے گرامی ۳۴۶
حضرت حکیم الاسلامؒ کا ارشاد ۳۴۶
اتباع صحابی اور ائمہ مجتہدین ۳۴۹
علامہ ابن تیمیہؒ کا فرمان ۳۵۱
حجیت صحابہ کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا تذبذب ۳۵۲
غیر مقلدین کے صحابہ کرامؓ سے اختلاف کی چند جھلکیاں ۳۵۵
مسئلہ تراویح ۳۵۵
تبصرہ ۳۵۷
ایک مجلس کی تین طلاقیں ۳۵۸
جمعہ کی دو اذانوں کا مسئلہ ۳۶۰
غیر مقلدین کا حدیث پر عمل .... فقط ایک دعویٰ ۳۶۱
اعتراف حقیقت ۳۶۲
آخری گزارش ۳۶۳

مقالہ نمبر ۸

صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

پیش لفظ ۳۶۶

صحابہ کرام کا مقام بارگاہ خداوندی میں ۳۶۸

صحابہ کرام کا مقام بارگاہ رسالت میں ۳۶۹

صحابہ کرام اکابرین امت کی نگاہ میں ۳۷۲

اسلاف امت کی آراء کا خلاصہ ۳۷۵

صحابہ کرام کو مجروح کرنے کی کوشش نبی ﷺ کی ذات کو مجروح کرنا ہے ۳۷۶

صحابہ کرام کی ذات پر تنقید رافضیت وشیعیت کی علامت ہے ۳۷۶

غیر مقلدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۳۷۸

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں ہے ۳۷۸

غیر مقلدین کے عقیدہ میں صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ فاسق تھے۔ (معاذ اللہ) ۳۷۹

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بعد والے صحابہ کرام سے افضل ہو سکتے ہیں ۳۸۲

امام مہدی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل ہیں ۳۸۳

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا بدعت ہے ۳۸۴

صحابی کا قول حجت نہیں ہے ۳۸۴

صحابی کا فعل بھی حجت نہیں ہے ۳۸۵

صحابی کی رائے حجت نہیں ہے ۳۸۵

صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے ۳۸۶

حضرت عائشہؓ کی شان میں فتاویٰ نذیریہ والے مفتی کی گستاخی ۳۸۶

غیر مقلدین خلفائے راشدین کے عمل کو مستقل سنت تسلیم نہیں کرتے ۳۸۸

غیر مقلدین اور حضرت عمرؓ ۳۸۸

حضرت عمرؓ موٹے موٹے مسائل میں غلطی کرتے تھے اور ان کا شرعی حکم انہیں معلوم نہیں تھا ۳۸۹

خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام نافذ کرتے تھے ۳۸۹
حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کا نصوص شرعیہ کے خلاف موقف ۳۹۱
حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو قرآن کی آیات واحادیث سمجھ میں نہیں آئیں ۳۹۲
حضرت عمرؓ نے قرآنی حکم کو بدل ڈالا ۳۹۳
حضرت علی اور صحابہ کرام غصہ میں غلط فتویٰ دیا کرتے تھے ۳۹۴
غیر مقلدین کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
نماز اور دین کی بہت سی باتیں بھول گئے تھے ۳۹۵
صحابہ کرام خلاف نصوص عمل پر عمل پیرا تھے ۳۹۷
خلاف شرع جانتے ہوئے بھی صحابہ کرام اس کا فتویٰ دیتے تھے ۳۹۹
حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف ۴۰۰
صحابہ کرام آیات سے باخبر ہونے کے باوجود ان کے خلاف، کام کرتے تھے ۴۰۰
صحابہ کرام نصوص کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے ۴۰۱
حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں ۴۰۲
حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں ۴۰۳
حکیم فیض عالم صدیقی اور صحابہ کرامؓ ۴۰۵
حضرت علی بے فکر شہزادہ کی طرح ۴۰۶
حضرت علی کی نام نہاد خلافت اور خود ساختہ حکمرانی ۴۰۶
سیدنا علی نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو قد آور بنانا چاہا تھا ۴۰۷
حضرت علی کی خلافت عذاب خداوندی تھی ۴۰۷
حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں رکھنا سبائیت کی ترجمانی ہے ۴۰۸
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلد حکیم فیض عالم کے خیالات ۴۰۹

حضرت حسینؓ کا کوفہ جانا اعلاء کلمہ حق کیلئے نہیں تھا ۴۰۹

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور کریہ ریمارک ۴۰۹

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکیم فیض عالم کا گندہ خیال ۴۱۱

حضرت ابوذر غفاری کمیونسٹ نظریہ والے تھے ۴۱۲

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور صحابۂ کرام ۴۱۵

صحابہؓ کا فعل حجت ہے ۴۱۶

صحابہ کرام کا کسی کام کو کرنا یہ اس کے سنت شرعیہ ہونے کی دلیل ہے ۴۱۶

صحابۂ کرام ہم سے زیادہ سنت، کے متبع تھے ۴۱۷

صحابہ کرام آنحضور ﷺ کی سنتوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے ۴۱۷

خلفائے راشدین کے بارے میں ابن تیمیہ کے ارشادات ۴۱۸

خلفائے داشدین جو عمل جاری کرتے تھے وہ اللہ اور رسول کے فرمان
کے موجب جاری کرتے تھے ۴۱۹

خلفائے راشدین کا عمل بھی راجح ہے ۴۱۸

خلفائے راشدین کا عمل بدعت نہیں ہوسکتا ۴۲۱

خلفائے راشدین کوئی عمل جاری کریں تو وہ شریعت ہے ۴۲۱

حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن تیمیہ کے بلند کلمات ۴۲۲

صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے ۴۲۳

حضرت عبداللہ بن مسعود کی منقصت جنس روافض سے ہے ۴۲۳

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے علم سے دنیا کو بھر دیا ۴۲۴

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص اور
حضرت ابوسفیان وغیرہ ابن تیمیہ کی نظر میں ۴۲۵

حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ ۴۲۶

خطبۂ صدارت

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۷؍۸؍ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲؍۳؍ مئی ۲۰۰۱ء

بمقام: نئی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلاهادى له ونشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله وصلى الله تعالى على خير خلقه سيد المرسلين وخاتم النبيين سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ آله واصحابه واتباعه اجمعين. اما بعد:

قال الله تعالیٰ

فبشر عبادى الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب.

سو آپ میرے ان بندوں کو خوش خبری سنا دیجئے جو کلام الٰہی کو پوری توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی اہل عقل ہیں۔

علمائے اعلام ومعزز حاضرین!

"تحفظ سنت کانفرنس" کی صدارت کا امتیاز دے کر آپ حضرات کی جانب سے اعتماد وخلوص کا جو اعزاز مجھ جیسے بے بضاعت کو عطا کیا گیا ہے اس کو میں اپنے واسطے شرف دنیا و آخرت سمجھتا ہوں اور اپنی اس خوش بختی پر نازاں ہوں کہ علمائے اعلام کی نظر انتخاب مجھ جیسے ناتواں پر پڑی۔ بلاشبہ یہ میرے لئے ایک نیک فال ہے اور میں شہداء اللہ فی الارض کی اس انتخابی شہادت کو اپنے لئے ذریعہ نجات باور کرتا ہوں اور رب ذوالمنن کے فضل وکرم سے توقع رکھتا ہوں کہ جماعت علماء کے ساتھ اس ارتباط وپیوستگی کے بدولت میرا حشر بھی اسی جماعت حقہ کے ساتھ ہوگا۔ **"هم قوم لايشقىٰ جليسهم"**

اساطین اسلام!

برصغیر (متحدہ ہندوستان) کی علمی و ثقافتی تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ ۹۲ھ میں عراق کے گورنر کے حکم پر اسلامی فوج محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پہنچی اور تین سالہ جدوجہد کے نتیجہ میں ۹۵ھ میں سندھ کا پورا علاقہ اسلام کے زیر نگیں آگیا، چونکہ ان حضرات کا تعلق عراق سے تھا اس لئے عراقی فقہ ہی کے پابند تھے۔

اس وقت سے آج تک ہمیشہ سندھ عراقی مدرسۂ فکر اور فقہ حنفی کا گہوارہ رہا ہے، اس کے بعد چوتھی صدی ہجری یعنی ۳۹۲ھ میں محمود غزنوی نے لاہور اور اس کے مضافات کو اپنی قلم رو میں داخل کر کے اسلامی حکومت کو سندھ سے لاہور تک وسیع کر دی، سلطان محمود غزنوی بھی فقہ حنفی ہی سے وابستہ تھے، بعد ازاں ۵۸۹ھ میں سلطان غوری کے زمانہ میں اسلامی سلطنت دہلی تک وسیع ہو گئی اور اس وقت سے ۱۲۷۳ھ تک پورے برصغیر میں مسلمانوں ہی کی حکومت رہی، اس طویل مدت کی تاریخ پڑھ جایئے، حنفی حکمرانوں کے علاوہ کوئی اور حکمراں آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے وہ اپنے رسالہ "ترجمان وھابیہ" ص ۱۱ میں لکھتے ہیں:

> "خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، قاضی، مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاوئ ہندیہ یعنی فتاوئ عالم گیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم بھی شریک تھے"

؎ حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

حاضرین ذوی الاحترام!

یہ ہے برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش میں مذہب حنفی کی اجمالی تاریخ جس سے روز روشن کی طرح نمایاں ہے کہ متحدہ ہندوستان میں اسلام کے داخلہ کے وقت سے انگریزوں کے تسلط تک بغیر کسی اختلاف و نزاع کے یہاں کے عالم، فاضل، قاضی، مفتی، حاکم اور عام مسلمان تواتر کے

ساتھ اجتماعی طور پر فقہ حنفی ہی کی روشنی میں اسلامی مسائل اور دینی احکام پر عمل پیرا رہے ہیں۔

محافظان سنت!

مسلمانوں کے عہد زوال میں جب سامراجی سازشوں کے تحت جماعت مسلمین میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کی غرض سے مذہبی فرقہ بندیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تو فقہ اسلامی، فقہائے اسلام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین و مقلدین کے خلاف عدم تقلید کا نعرہ لے کر ایک نئے فرقہ نے سر اٹھایا۔

چنانچہ خود اسی فرقہ کے جماعتی مؤرخ مولانا محمد شاہجہاپوری اپنی کتاب "الارشاد الی سبیل الرشاد" میں لکھتے ہیں:

> "کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد، وہابی، یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔
>
> چونکہ یہ لوگ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں یعنی رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسا کہ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، بنگالہ کے لوگ ان کو رفع یدین بھی کہتے ہیں" (ص ۱۳ مع حاشیہ)

اس نو پید اور غیر مانوس فرقہ کا تعارف اس کے محسن اعظم نواب صدیق حسن خاں صاحب جن کے مالی تعاون نے اس کی نشو نما مین بنیادی کردار ادا کیا ہے ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "فرق درمیان مقلدین اور فرقہ موحدین کے فقط اتنا ہے کہ موحدین نرے قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور باقی اہل مذاہب اہل الرائے ہیں جو مخالف سنت اور طریقۂ شریعت ہے" (ترجمان وہابیہ ص ۶۲)

جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ بزعم خود کتاب و سنت پر عامل اور طریقۂ شریعت کے متبع بس یہی مدعیان ترک تقلید شر ذمۂ قلیلہ ہیں ان کے علاوہ دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان جو

ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کے پابند ہیں کتاب و سنت کے مخالف اور اسلامی شریعت سے دور ہیں۔ یہی دعویٰ آج اس فرقہ کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور ان کے نزدیک ہر وہ مسلمان جو ائمہ اربعہ کا مقلد ہے نعوذ باللہ صحیح راستہ سے ہٹا ہوا اور گمراہ ہے، جبکہ ان کا یہ دعویٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد **"علیکم بالجماعة و العامة"** اور **"اتبعوا السواد الاعظم"** کے یکسر معارض اور منافی ہے اور خود ان کے گھر کی شہادت بھی یہی بتا رہی ہے ان کا یہ دعویٰ سراسر باطل اور واقعہ حال کے بالکل خلاف ہے، چنانچہ اس فرقہ کے نامور اور مشہور عالم مولانا عبد الجبار غزنوی جو اپنے حلقہ میں امام کہے جاتے ہیں اور مولانا عبد التواب جو اس فرقہ کے مایۂ ناز مناظر تھے دونوں کا بیان ہے کہ

> "ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے مگر یہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں جو حدیثیں سلف اور خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قوت اور کمزور سی جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال اور افعال کو ایک بے طاقت قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان (احادیث نبویہ اور فرمودات صحابہ) پر اپنے بیہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں "حاشا وکلا" اللہ کی قسم یہی لوگ جو شریعت محمدی کی حد بندی کے نشان گراتے ہیں اور ملت حنیفہ (اسلام) کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیث مرفوعہ (نبویہ) کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسانید آثار (صحابہ) کو پھینک دیا ہے اور ان (فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ارشادات صحابہ) کو دفع کرنے کے لئے وہ حیلے بناتے ہیں کہ جن کے لئے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی مؤمن کا سر اٹھتا ہے" (فتاویٰ علماء حدیث ج ۷، ص ۷۹-۸۰)

تنبیہ: یہ فتاویٰ علمائے حدیث اس فرقہ غیر مقلدین کی اہم ترین اور نہایت عظیم کتاب ہے جس پر علامہ ظہیر احسان الٰہی جیسے بڑے بڑے علماء کی تصدیقات ہیں۔

یہ ہے فرقہ غیر مقلدین کا صحیح تعارف جو خود ان کے امام اور مناظر علام نے بیان کیا ہے۔

جس سے بغیر کسی خفا اور پوشیدگی کے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے فکر و خیال کے مقابلہ میں معمول بہا احادیث کو رد کر دیتے ہیں، آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ان کے نزدیک ادنیٰ وقعت بھی نہیں، خدائے علیم و خبیر کے فرستادہ انسانیت کے سب سے عظیم معلم ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے آراستہ ان تلامذہ رسول کے آثار وارشادات کو قانونی قوت سے عاری اور بے نور کہکر پس پشت ڈالدیتے ہیں۔ اپنے مختار مذہب و مسلک میں حق کو منحصر بتا کر دیگر تمام مسلمانوں کو بے راہ بلکہ گم راہ اور کافر و مشرک قرار دینا اس فرقہ کا عام شیوہ ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے عالم کبیر اور بہت ساری کتابوں کے مصنف نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

> ”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انھوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعضے عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انھوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افترا سے باک نہیں کرتے ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک و کافر سمجھتے ہیں بات بات میں ہر ایک کو شرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں“۔ (لغات الحدیث ج ۲ ص ۹۱ کتاب ش)

نواب صدیق حسن خاں اپنی مشہور ”**کتاب الحطة فی ذکر الصحاح الستة**“ میں اپنے عہد کے غیر مقلدین کے بارے میں لکھتے ہیں، ہم بغرض اختصار صرف ترجمہ لکھ رہے ہیں۔

> ”بخدا یہ امر انتہائی تعجب و تحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے علاوہ سارے مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں الخ“۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے خود اپنی پروردہ جماعت کے کردار سے تنگ آکر انتہائی کرب واضطراب کے عالم میں تقریباً "**الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ**" دو صفحات ۱۵۴-۱۵۵ میں ان کا کچا چٹھا کھول دیا ہے۔

غیر مقلدین کے ان نواب صاحبان کی یہ شکایت بالکل بجا اور درست ہے واقعہ یہی ہے کہ غیر مقلدین نے "حق" کو اپنے لئے خاص کرلیا ہے اور اپنے ماسوا کسی کو صحیح مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اس فرقہ کے مشہور و مقتدر عالم ابو شکور عبدالقادر حصاروی کی کتاب "سیاحۃ الجنان" ص ۴ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ کیجئے:

> "یہ امر روشن ہو چکا ہے کہ حق مذہب اہل حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں اور ان سے خلا ملا اختلاط میل جول دینی تعلقات نہ رکھیں الخ"۔

غیر مقلدین کے اس ناروا اور بے جا رویہ سے جماعت مسلمین میں اختلاف و نزاع کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور برصغیر میں آباد اہل سنت والجماعت کی صدیوں سے قائم مذہبی وحدت انتشار کی شکار ہو گئی پھر بھی اس جماعت کے سنجیدہ اتحاد پسند علماء نے اپنے فکر و عمل پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے عام مسلمانوں سے اپنا قرب بنائے رکھا اور مذہبی اختلاف کی بناء پر ان کی تفسیق و تضلیل کرنے کے بجائے نہ صرف یہ کی مقلدین مسلمانوں کے ساتھ رواداری اور مدارات کا مظاہرہ کرتے رہے بلکہ دینی وسیاسی معاملات و مسائل میں اپنا بھرپور مخلصانہ تعاون بھی دیتے رہے جن میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا عبدالوہاب آروی وغیرہ کا نام نامی سر فہرست ہے۔

ان حضرات کے اس مصالحانہ رویہ کی بناء پر مقلدین وغیر مقلدین کا باہمی اختلاف بڑی حد تک "وکانوا شیعا" کی حد میں داخل ہونے سے محفوظ رہا مگر آزاد روی اور انتشار پسندی بلکہ نواب صدیق حسن صاحب کے الفاظ میں انتہائی متعصب (اور حکم الٰہی "**لاتغلوا فی دینکم**" کے برخلاف) دین میں غلو کرنے والا یہ فرقہ اپنے پیش روان بزرگوں کے اس اتحاد پسند رویہ کو ہضم نہ کرسکا اور خود اپنے ان بزرگوں ہی کے درپئے آزار ہو گیا اور اپنی جماعت کے صف

اول کے عالم اور مایۂ ناز شخصیت مولانا ثناء اللہ امرتسری (جنھوں نے جماعت اہل حدیث کی وقیع خدمات میں اپنی پوری زندگی صرف کردی) کے خلاف ایسا طوفان برپا کردیا کہ الحفیظ والامان، انھیں اہل سنت والجماعت سے خارج کرکے فرقۂ ضالہ مثلاً جہمیہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ کی صف میں کھڑا کردیا گیا اور جب اس پر بھی ان کے غلو پسند، تکفیر نواز ذوق کو تسکین نہ ملی انھیں اسلام ہی سے خارج ٹھہرانے کے لئے اجتماعی فتویٰ حاصل کرنے کی نامسعود سعی کی گئی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے خلاف اس زمانہ میں شائع رسائل الاربعین، (جس میں چالیس دلائل سے انھیں گمراہ اور دین میں تحریف کرنے والوں کا ہم زبان ثابت کیا گیا ہے) **الفیصلة الحجازیة السلطانیة بین اهل السنة وبین الجهمیة الثنائیة**، فیصلہ مکہ فتنۂ ثنائیہ وغیرہ میں اس سلسلے کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

اور دوسرے بزرگ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے ساتھ خود ان کی جماعت نے کیا برتاؤ کیا اس کی کچھ مبہم سی تفصیل خود مولانا سیالکوٹی کے قلم سے ان کی کتاب تاریخ اہل حدیث کے دیباچہ میں نیز کتاب کے آغاز میں ناشر نے مصنف کے حالات زندگی کے عنوان سے جو تحریر شائع کی ہے اس میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، اس مختصر خطبہ میں ان تفصیلات کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرات علمائے ذی شان!

اب تک کی مذکورہ تفصیلات سے جو خود فرقۂ غیر مقلدین کے اکابر علماء کی تحریروں کے حوالہ سے پیش کی گئی ہیں درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱- یہ ایک نوپید، غیر مانوس فرقۂ شاذہ ہے۔

۲- یہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتا ہے جبکہ تمام مسلمان اسے غیر مقلد، وہابی اور لامذہب کہتے ہیں۔

۳- یہ فرقہ اپنے ماسویٰ سارے مسلمانوں کو مخالف سنت وشریعت سمجھتا ہے۔

۴- یہ فرقہ اتباع سنت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ سلف وخلف کے بیان معمول بہ حدیثوں کو بھی بلاوجہ رد کردیتا ہے۔

۵- آثار صحابہ اس فرقہ کے نزدیک قانون کی طاقت سے عاری بے نور اقوال ہیں۔

۶- یہ فرقہ اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

۷- یہ فرقہ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتا ہے۔

۸- بس رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مختلف فیہ حدیثوں پر عمل تک اہل حدیث ہے آداب وسنن اور اخلاق نبوی سے متعلق احادیث سے اسے کوئی سروکار نہیں۔

۹- یہ فرقہ ائمۂ مجتہدین اور اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی کرتا ہے۔

۱۰- یہ فرقہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی اور مشرک وکافر سمجھتا ہے۔

اوپر مذکور یہ سب باتیں اس فرقہ کے لوگوں کے بارے میں خود انھیں کے اکابر علماء کی بیان کردہ ہیں جن کا ان لوگوں سے روز کا سابقہ تھا ان لوگوں کے اعمال وکردار جن کی نگاہوں کے سامنے تھے، جنھوں نے ان کے اہل حدیث ہونے کے دعویٰ کو ان کی سیرت وعادت کے آئینہ میں اچھی طرح پرکھ لیا تھا، ائمۂ مجتہدین اور اکابر صوفیاء کی شان میں ان لوگوں کے گستاخانہ کلمات جو خود اپنے کانوں سے سنتے رہتے تھے، ان لوگوں کے ناروا تعصب اور دینی غلو کا انھیں پوری طرح تجربہ تھا، اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان چشم دید معتبر گواہوں کی شہادت قبول نہ کی جائے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ شہادتیں اسقدر پختہ اور محکم ہیں کہ دنیا کی کوئی عدالت انھیں رد کرنے کی جرأت نہیں کرسکتی۔

غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ وفکر بڑی حد تک شیعیت ورافضیت کا ترجمان ہے، ان کے اکابر کی کتابوں میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کو فاسق تک کہا گیا ہے اور اب جو نئی نئی کتابیں سلفیت کے مراکز سے چھپ کر آرہی ہیں ان میں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں نہایت گستاخانہ انداز گفتگو اختیار کیا گیا ہے، مثلاً جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والی کتابیں، اللمحات تنویر الآفاق اور ضمیر کا بحران وغیرہ میں اسلام کی اس مقدس جماعت (صحابہ کرامؓ) کے بارے میں جو کچھ تحقیق ریسرچ کے نام پر لکھا گیا ہے وہ ایک سنی العقیدہ مسلمان کے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہے، تنویر الآفاق کی ان عبارتوں کو ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر آپ حضرات بھی سن لیں، مصنف لکھتا ہے:

> "اس بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت ہی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح امت کی غرض سے دوسرے احکام، صادر کر چکے تھے، ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا"۔ (ص ۱۰۷)

اس سلسلہ میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

> "ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ و نصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے"۔ (ایضاً)

اس بد بخت مصنف کے بغض صحابہ و خلفائے راشدین کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو لکھتا ہے:

> "مگر ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عمر یا کسی بھی خلیفہ راشد نے نصوص کتاب و سنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا، لیکن پوری امت نے ان معاملات میں بھی حضرت عمر یا دوسرے خلیفہ راشد کے جاری کردہ قانون کے بجائے نصوص کی پیروی کی ہے"۔ (۱۰۸)

صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے بارے میں یہ طرز گفتگو خالص شیعی ذہنیت کی ترجمان ہے اور دین میں اللہ نے صحابہ عظامؓ کا جو مقام رکھا ہے ان کو اس مقام سے گرانے کی سعی نامحمود ہے، اس طرح کی عبارتوں سے یہ پوری کتاب بھری ہوئی ہے۔

یہ ہے اس جماعت نوپید کا فکری و عملی خاکہ جو روز روشن کی طرح آپ کے سامنے ہے، کہ اس کی چیرہ دستیوں سے نہ تو کتاب الٰہی کے مفاہیم و مدلولات محفوظ ہیں اور نہ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ۔ اس جماعت کی غلو پسندی سے نہ تو حضرات صحابہ کا وہ مقام و مرتبہ محفوظ ہے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا کیا ہے اور نہ ہی فقہائے مجتہدین کا شرعی و عرفی احترام واکرام جن کے وہ مستحق ہیں اور اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشیں کر لیا جائے کہ اگر خدانخواستہ امت کے دلوں سے ان مقدس اور بابرکت ہستیوں کی وقعت واہمیت نکل گئی اور ملت کی وابستگی ان سے قائم نہ رہی تو پھر دین و مذہب کا خدا ہی حافظ، کیونکہ انہی سلف صالحین اور ائمہ دین کی سعیٔ مشکور اور مساعی جمیلہ کی بدولت دین اسلام بغیر کسی تحریف

و تبدیلی کے اپنی اصلی حالت میں ہم تک پہنچا ہے لہٰذا دین اسلام کے ان محافظین کے خلاف بدگمانی پیدا کر کے ان کی خدمات سے انکار کر دیا گیا تو کیا دین کی صحت قابل اعتماد رہ سکے گی؟ سلف صالحین اور ائمہ دین کے اس مقام و مرتبہ اور اہمیت کو امام بیہقیؒ نے اپنی مشہور کتاب دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ کے مدخل میں بڑے اچھے انداز سے بیان کیا ہے، بغرض اختصار یہاں اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی مقدس کتاب نازل فرمائی اور خود اس کتاب عظیم کی حفاظت کی ضمانت لی، جیسا کہ (سورۃ الحجر کی آیت ۹ میں) ارشاد ہے **”انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون“** ہمیں نے قرآن عظیم کو نازل کیا ہے اور ہمیں اس کے محافظ ہیں۔

اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب مقدس کی تفسیر و تشریح کے منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا **”وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیہم ولعلہم یتفکرون“** اور ہم نے آپ پر کتاب عظیم اتاری تاکہ آپ اس کتاب کے مضامین کو لوگوں پر اچھی طرح واضح کر دیں اور تاکہ لوگ اس واضح مضامین میں غور کریں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب کی تفسیر و بیان تک ان کی امت میں باقی رکھا اور اس کام کے مکمل ہو جانے کے بعد آپ کو آغوش رحمت میں لے لیا اور (اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر نافذہ اور حکمت بالغہ سے) امت کو ایسا واضح و روشن طریق فراہم کر دیا کہ امت مسلمہ کو جب بھی کوئی نیا مسئلہ پیش آیا اس کے بارے میں صحیح رہنمائی کتاب و سنت سے صراحتاً یا دلالتاً حاصل ہو جاتی ہے، پھر اس امت میں ہر ہر زمانہ میں ائمہ دین پیدا کرتے رہے جو شریعت کے بیان و تحفظ اور بدعت کی تردید کی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں، چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **”یرث ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین“** اس علم دین کو حاصل کرتے رہیں گے بعد میں آنے والے ہر گروہ کے معتمد و ثقہ جو اس دین سے غلو پسندوں کی تحریف، اہل باطل کی کذب بیانی اور جاہلوں کی تاویل کی تردید و نفی کرتے رہیں گے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مصداق عہد صحابہ سے ہمارے زمانے تک برابر پائے جاتے رہے ہیں" (۱/ ۴۳ طبع بیروت ۱۴۰۵ء)

حضرات! اُمنائے دین و محافظان شریعت کی شان میں بدزبانی اور مذہب اسلام کے ان سچے وفاداروں کے خلاف بدگمانی پھیلانا اس فرقہ کا خاص شیوہ ہے، ان کی تقریریں "اذا خاصم فجر" کی تصویر اور تحریریں "لعن آخر هذه الامة اولها" کی نمونہ ہوتی ہیں، امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام ابو حنیفہؒ کو امام اعظم کہنا ان کے یہاں شرک ہے، مگر ملکہ وکٹوریہ کو ملکۂ معظمہ کہنا عین توحید ہے، امام صاحب کی شان میں اس فرقہ کی بدزبانیوں کے لئے خاص اللمحات مصنفہ محمد رئیس ندوی مطبوعہ ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء الجامعۃ السلفیہ بنارس، اصلی اسلام کیا ہے مصنفہ ابو الاقبال سلفی مطبوعہ ادارہ دعوت الاسلام بمبئی، مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف شائع کردہ شہر جمعیۃ اہل حدیث بریلی، اختلاف امت کا المیہ از فیض عالم مطبوعہ پاکستان، امام ابو حنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں از محمد بن عبد اللہ ظاہری وغیرہ کتابیں دیکھی جائیں جن میں امام صاحب کی شان میں ایسی ایسی بدزبانیاں کی گئی ہیں، ایسی ایسی جھوٹی من گھڑت باتیں کہی گئی ہیں کہ شریف اور بامروت لوگ اس قسم کی باتیں زبان و قلم پر لانے سے شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔

ادھر چند سالوں سے اس فرقہ نے علمائے دیوبند بالخصوص ان کے اکابر رحمہم اللہ کے خلاف ہمہ گیر پیمانے پر مہم چلا رکھی ہے اور انھیں نہ صرف یہ کہ دائرہ اہل سنت والجماعت سے خارج بتا رہے ہیں بلکہ دائرہ اسلام ہی سے خارج کردینے کی ناپاک و نامراد کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

پاسبان ملت!

کون نہیں جانتا کہ علمائے دیوبند محدثین دہلی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادہ کے علمی و فکری منہاج کے وارث وامین ہیں اور مسند ہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے توسط سے سلف صالحین سے پوری طرح مربوط ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر محدثین دہلی تک اسناد اسلام کی ہر کڑی کے پورے وفادار ہیں اور سلف صالحین کی اتباع و پیروی کے اس حد تک پابند ہیں کہ اپنے مخلصانہ جہد و عمل سے چھوٹی سی چھوٹی بدعت کو بھی دین نہ بننے دیا۔

برصغیر میں ۱۸۵۷ء کے سیاسی انقلاب کے بعد انگریزوں کی بدنام زمانہ پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو کے تحت اسلام کے عظیم عقیدہ ختم نبوت پر یلغار کی گئی اور انگریز کی خانہ ساز نبوت کے داعی مسلمانوں کو ارتداد کی علانیہ دعوت دینے لگے، اس ارتدادی فتنہ سے مسلمانوں کو سب سے پہلے انہی علمائے دیوبند نے مسلمانوں کو خبردار کیا اور اپنی گراں قدر علمی تصانیف مؤثر تقاریر اور بے پناہ مناظروں سے انگریزی نبوت کے دجل وفریب کا اس طرح پردہ چاک کیا اور ہر محاذ پر ایسا کامیاب مقابلہ کیا کہ اسے اپنے مولد ومنشا لندن میں محصور ہو جانا پڑا۔

اور جب وقت کی سیاسی آندھیوں نے قافلہ اسلام کی صف اول یعنی صحابۂ کرام کی ناموس اور دین میں ان کی معیاری حیثیت پر حملہ کیا تو دفاع صحابہ میں علمائے دیوبند نے نہایت وقیع اور گرانقدر خدمات انجام دیں، جس کے آثار ہدیۃ الشیعہ، اجوبۂ اربعین، ہدایۃ الشیعہ، ہدایات الرشید نیز امام اہل سنت والجماعت مولانا عبدالشکور فاروقی کی اس موضوع پر تصنیفات ومضامین اور صحابۂ کرام کے مقام ومرتبہ اور ان کے معیار حق ہونے سے متعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ کے علمی مقالات کی شکل میں آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسی عہد فتنہ ساز میں اتباع سنت اور حجیۃ حدیث کا انکار کرنے والا ایک گروہ نمودار ہوا جس نے “مرکز ملت” کے نام سے ایک نئی اصطلاح وضع کر کے قرآن حکیم کی تشریح وتعبیر کا مکمل اختیار اس مفروضہ مرکز ملت کو سونپ دیا کہ یہ نام نہاد مرکز ملت زمانے کی امنگوں کے مطابق پیغمبر اسلام کے ارشادات صحابہ کرام کے فیصلوں اور اجماع امت سے قطع نظر کر کے جو چاہے فیصلہ کر دے۔

اس کے بالمقابل ایک دوسرے گروہ نے زبانی عشق رسول کے نام سے سر اٹھایا جس نے اپنے علاوہ تمام طبقات اسلام کو قابل گردن زدنی قرار دیا جبکہ عملاً اس کا حال یہ ہے کہ شریعت کے روشن چہرے کو مسخ کر کے دین میں نت نئے اضافے کرتا رہتا ہے اور من گھڑت افکار کو شریعت بتاتا ہے۔

اکابر دیوبند مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوریؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن

چاندپوریؒ وغیرہ نے ان فرقوں کا کامیاب مقابلہ کیا اور ماضی قریب میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مولانا سرفراز خاں صفدر مدظلہ وغیرہ نے بھی اس محاذ پر نہایت کامیاب خدمات انجام دیں۔

ہندوستان کی دینی وثقافتی تاریخ سے واقف جانتے ہیں کہ علمائے دیوبند اسلام کی سنت قائمہ کے حامی اور بدعت سے بہت دور ہیں اور ایسے کسی عمل کو جو شاہراہ مسلسل سے نہ آئے اسے وہ اسلام کا نام دینے کے لئے تیار نہیں کیونکہ ان کا موقف اسلام کی سنت قائمہ سے مکمل وفاداری کا ہے ان کے نزدیک اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو اسلام کی سنت قائمہ سے وابستہ اور جماعت صحابہ کے آثار ونقوش سے دین کی راہیں تلاش کرنے والے ہوں، ان حضرات کا یقین ہے کہ بدعات کا دروازہ کھلا رکھنے سے تفریق بین المسلمین لازمی ہوگی کیونکہ بدعات ہر طبقہ کی اپنی اپنی ہونگی، یہ فقط سنت ہے جو تمام طبقات مسلمہ کو ایک لڑی میں پروسکتی ہے اور ملت واحدہ بنا کر رکھ سکتی ہے۔

اسی عہد شکست وریخت میں حکمراں انگریزوں کی خفیہ سرپرستی آریہ سماج کے ذریعہ فرزندان اسلام کو اسلام سے جدا کردینے کے لئے ارتداد کی تحریک پوری قوت سے شروع کی گئی۔

اسلام کے خلاف اس فکری محاذ پر حالات سے ادنیٰ مرعوبیت کے بغیر اکابر دیوبند نے اسلام کا کامیاب دفاع کیا، تقریر وتحریر بحث ومناظرہ اور علمی ودینی اثر ونفوذ سے اس ارتدادی تحریک کو آگے بڑھنے سے روک دیا بالخصوص علماء دیوبند کے سرخیل اور قائد وامام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس سلسلے میں نہایت اہم اور مؤثر خدمات انجام دیں۔

نیز تقسیم ہند کے قیامت خیز حالات میں جبکہ برصغیر کا اکثر حصہ خون کے دریا میں ڈوب گیا تھا، اس قیامت خیز دور میں شدھی وسنگٹھن کے نام سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی ایمان سوز تحریک برپا کی گئی اس موقع پر بھی علمائے دیوبند وقت کے خونی منظر سے بے پرواہو کر میدان عمل میں کود پڑے اور خدائے عزیز وقدیر کی مدد ونصرت سے ارتداد کے اس طوفان سے مسلمانوں کو بحفاظت نکال لائے۔

مسلمانوں کے اسی دور زوال میں عیسائی مشنیری حکومت وقت کی بھرپور حمایت کے ساتھ برصغیر میں اس زعم کے ساتھ داخل ہوئی کہ وہ فاتح قوم ہیں، مفتوح قوم میں فاتح کی

تہذیب کو آسانی سے قبول کرلیتی ہیں، انھوں نے بھرپور کوشش کی مسلمانون کے دلوں سے اسلام کے تہذیبی وثقافتی نقوش مٹادیں یاکم ازکم انھیں ہلکا کردیں تاکہ بعد میں انھیں اپنے اندر ضم کیا جاسکے۔

اس محاذ پر بھی اکابر دیوبند نے عیسائی مشینری اور مسیحی مبلغین سے پوری علمی قوت سے ٹکر لی اور نہ صرف علم واستدلال سے ان کے حملے پسپا کردئے بلکہ عیسائی تہذیب اور ان کے مآخذ پر کھلی تنقید کی، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمۃ کی تصانیف اظہار الحق ازالۃ الشکوک، ازالۃ الاوہام، اعجاز عیسوی، اصح الاحادیث اور معدن المواج المیزان، اس کی شاہد عدل ہیں، نیز حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ان کے تلمیذ خاص حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوری، حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ اور بعد میں حضرت مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری علیہم الرحمۃ وغیرہ نے اس محاذ پر گرانقدر خدمات انجام دیں۔

پھر جب ایک مرتب اسکیم کے تحت پورے ملک میں انگریزی اسکولوں کا جال بچھادیا گیا اور اسلامی مدارس کو ختم کردینے کی غرض سے ان کے لئے دنیوی ترقی کی تمام راہیں مسدود کردی گئیں، اس وقت ضروری تھا کہ قرآن وحدیث کی صحیح تعلیم اور اسلام کے آبرومندانہ ماحول کے لئے عربی دینی مدارس کو ہر طرح کی قربانی دے کر باقی رکھا جائے، نیز جدید دینی عربی مدارس قائم کیے جائیں اور اس کی امکانی سعی کی جائے کہ کوئی اجنبی چیز اسلام کے نام پر اسلام میں گھسنے نہ پائے۔

اس محاذ پر بھی اکابر دیوبند نے پوری ذمہ داری اور اسلام کے ساتھ مکمل وفاداری کا ثبوت دیا اور برصغیر کے چپے چپے پر اپنی درسگاہوں کے ذریعہ علم ودین کے چراغ روشن کردئے، اس سلسلے میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ان کے رفیق خاص محدث کبیر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور آزادی کے بعد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ نے کامیاب جدوجہد کی۔

برصغیر میں تحفظ اسلام کے سلسلے میں علمائے دیوبند کی خدمات کا یہ اجمالی تعارف بتارہا ہے کہ پچھلی صدی مادی ترقیات کے ساتھ فکر ونظر کا جو انقلاب اپنے جلو میں لائی تھی اس کے دفاع میں علمائے دیوبند کی یہ تعلیمی، تبلیغی جدوجہد نہ ہوتی تو نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا انجام

کیا ہوتا اور کچھ بعید نہیں کہ متحدہ ہندوستان میں اسپین کی تاریخ دہرا دی گئی ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور تدبیر نافذہ سے علمائے دیوبند کو کھڑا کر دیا جن کی بدولت اسلاف کی یہ امانت ہر نوع کے زیغ و ضلالت کی دست و برد سے محفوظ رہی، **فالحمد لله علی ذالك وشكر الله سعيهم۔**

فرزندان اسلام!

حیف صد حیف کہ فرقہ غیر مقلدین اور خارجیت جدیدہ کے علم برادروں نے نصوص فہمی کے سلسلہ میں سلف صالحین کے مسلمہ علمی منہاج و دستور کو پس پشت ڈال کر اپنے علم و فہم کو حق کا معیار قرار دے کر اجتہادی مختلف فیہ مسائل کو حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے درجہ میں پہنچادیا ہے اور ہر وہ فرد اور طبقہ جو ان کی اس غلط فکر سے ہم آہنگ نہیں وہ ہدایت سے عاری، مبتدع، ضال و مضل اور فرقہ ناجیہ بلکہ دین اسلام ہی سے خارج ہے۔

کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ جو چیز امت کے لئے باعث رحمت اور علماء کے حق میں موجب کرامت تھی آج اسی رحمت و کرامت کو یہ خارجیت جدیدہ کے علم بردار علم و فہم سے کھلواڑ کرتے ہوئے شقاوت و ضلالت باور کرانے پر تلے ہیں اور بر صغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں چونکہ اہل سنت والجماعت کے مرکز علمائے دیوبند ہی ہیں اس لئے ایک خاص ذہنیت کے تحت قادیانیوں، رافضیوں وغیرہ فرقہ، مکفرہ و ضالہ کے بجائے بطور خاص علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند کو اپنی تضلیلی و تکفیری مشن کا ہدف بنا رکھا ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں "الدیوبندیۃ" کے نام سے طالب الرحمٰن سلفی نامی غیر مقلد نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عربی ترجمہ ابو حسان نامی کسی گمنام غیر مقلد نے کیا ہے، جو دار الکتاب والسنۃ کراچی سے شائع ہوئی ہے یہ عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب میں بغیر کسی رد و قدح کے فروخت کی جا رہی ہے اور ایک مہم بنا کر شیوخ حجاز و نجد اور سرکاری دفتروں تک پہنچائی گئی ہے۔

اس فتنہ انگیز کتاب میں دیوبندی مکتبہ فکر کے مرکز دار العلوم دیوبند کے بارے میں لکھا گیا ہے، دار العلوم دیوبند سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے والا ادارہ ہے اور آپ کے طریقہ کو پھینک دینے والا ہے اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر رکھی گئی ہے۔ (ص ۹۸)

دیوبندی علمائے کے بارے میں تحریر ہے:

"دیوبندیوں کے اقوال واعمال اور واقعات واضح علامت ہیں کہ ان میں شعوری یا غیر شعوری طور پر شرک سرایت کر گیا ہے اور وہ مشرکین مکہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں" (ص ۷۲)

اس کتاب کے صفحہ ۱۹ میں ہے:

علمائے دیوبند عقیدہ توحید سے بالکل خالی ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ توحید کے علم بردار ہیں۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہ پر

محرف قرآن، کفر صریح کا مرتکب اور اللہ پر صریح جھوٹ بولنے والے جیسے الزامات چسپاں کئے گئے ہیں (ص ۲۶۶)

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کو

"ویلك یا مشرك" (اے مشرک تیرے لئے بربادی ہو) سے خطاب کیا گیا ہے پھر آپ کی شان میں ایسی باتیں کہی گئی ہیں جسے قلم لکھنے پر آمادہ نہیں، کتاب مذکور کے صفحات ۱۲۳، ۱۷، ۱۹۰، ۲۵۳ وغیرہ خود دیکھئے۔

محدث عصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر بدعت کی تہمت عائد کی گئی ہے۔

محمد انور بدعت کی طرف مائل تھا (ص ۱۵)

اکثر لوگ انور شاہ کی رائے پر ہنستے ہیں، خدا تجھ پر رحم کرے تم نے بدبودار تعصب کے ماحول میں پرورش پائی ہے تجھے توحید وسنت کے داعیوں سے شدید بغض ہے۔ (ص ۱۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نور اللہ مرقدہ کے بارے میں ہے:

"اگر اشرف علی کو اس بات کا خطرہ تھا کہ شاہ عبدالرحیم رائپوری کے پاس بیٹھنے سے وہ احوال پر مطلع ہو جائیں گے تو یہ کشف نہیں بلکہ شیطانی احوال ہیں" (ص ۱۵۲)

محدث جلیل حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے متعلق ہے:

"محمد یوسف بنوری کا ابن عربی کی تعریف کرنا بنوری کے زندیق ہونے کی علامت ہے" (ص ۳۰)

دل پر جبر کر کے صرف یہ چند حوالے درج کئے گئے ہیں ورنہ پوری کتاب علمائے حق پر کذب وافتراء اور دشنام طرازی ہی پر مشتمل ہے ابھی زمانہ قریب میں ایک کتاب ”کیا علماء دیوبند اہل سنت ہیں“ کے نام سے عربی و اردو میں ”المکتب التعاونی للدعوۃ والارشاد وتوعیۃ الجالیات، بالسلی ص ب۱۱۴۱۹ الریاض“ سے شائع ہوئی ہے اور حج کے موقع پر بڑے پیمانے میں حجاج کرام میں تقسیم ہوئی ہے اس کتاب میں علم و تحقیق کے اصولوں کو یکسر نظرانداز کر کے علمائے دیوبند کو فرقہ ناجیہ جماعت اہل سنت سے خارج بتایا گیا ہے۔

علاوہ ازیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک فاضل شمس الدین سلفی کی ایک کتاب ”جهود علماء الحنفية في ابطال عقائد القبورية“ تین ضخیم جلدوں میں شائع کی گئی ہے یہ کتاب دراصل شمس الدین کا وہ مقالہ ہے جس پر اسے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مکتبۃ الدعوۃ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی ہے۔

جس میں اشہر فرق القبوریہ کے عنوان کے تحت علمائے دیوبند کو قبوری یعنی قبر پرست کہا گیا ہے۔ (ج۱ص۲۹)

کتاب کے مقدمہ میں امام ابو حنیفہ اور مذہب حنفی پر نہایت رکیک اور توہین آمیز تبصرہ کیا ہے، اسی مقدمہ میں علمائے دیوبند کو قبوری کے ساتھ مرجئی وجہمی بھی کہا گیا ہے۔
(ج۱ص۳۲ حاشیہ اور ص۵۱، ۵۲)

علاوہ ازیں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری، محدث عصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کو قبوری، خرافی، وغیرہ لکھا گیا ہے۔

علمائے دیوبند کے علاوہ ڈاکٹریٹ کے اس مقالہ میں علم کلام میں اشعری وماتریدی مکتب فکر سے متعلق سارے علماء وفضلاء کو بالتکرار جہمی لکھا گیا ہے بالخصوص امام کرمانی شارح بخاری، حافظ سیوطی، علامہ ابن حجر، ہیثمی مکی، امام زرقانی شارح موطا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ اساطین علمائے اہل سنت والجماعت اور خادمین کتاب وسنت کو نام بنام قبوری اور وثنی کے مکروہ خطابات سے نوازا گیا ہے۔

گویا دین خالص کا حامل اور سنت رسول پر عامل امت میں بس یہی فرقہ نوپید اور وہی

شرذمۂ قلیلہ ہے جو اپنے آپ کو سلفی اور اہل حدیث کہتے ہیں اور ملت کا سواد اعظم اور امت کے وہ سارے طبقات جو عقیدۃً اشعری یا ماتریدی ہیں اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں اور مشائخ طریقت سے عقیدت و ارادت رکھتے ہیں وہ سب اہل سنت والجماعت سے خارج، بدعتی، قبوری، وثنی، جہمی، مرجئی وغیرہ ہیں، فالی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

پوری کتاب میں گنتی کے چند لوگوں کو چھوڑ کر پوری ملت اسلامیہ کو صحیح دین اسلام سے خارج کر دیا گیا اس پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ڈاکٹریٹ کی سند دیا جانا نہ صرف باعث حیرت بلکہ لائق مذمت ہے، یہ کس قدر تکلیف دہ حقیقت ہے کہ جو تعلیمی ادارہ قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ کی اشاعت اور صحیح علوم کی تعلیم و تفہیم کے لئے وجود میں آیا تھا، آج اسی علمی و دینی ادارہ سے مسلمانوں کو صحیح دین سے خارج اور نکال دینے کا کام لیا جا رہا ہے۔

مملکت سعودیہ عربیہ کو چونکہ حرمین شریفین سے ایک خاص انتساب ہے، اس حکومت نے حرمین شریفین کی توسیع وتزئین کے سلسلے میں جو تاریخی کارنامے انجام دئے ہیں نیز فریضۂ حج کی ادائیگی سے متعلق جس طرح کی بے مثال سہولتیں فراہم کی ہیں، ان وجوہ سے علمائے دیوبند کا حکومت اور ارباب حکومت سے مخلصانہ جذباتی تعلق رہا ہے، جس کا مظاہرہ بار بار ہو چکا ہے، اس دیرینہ تعلق کی بناء پر توقع کی جاتی تھی کہ فرقہ غیر مقلدین، ایک خاص منصوبہ کے تحت علمائے دیوبند پر جو ناروا کیچڑ اچھال رہے ہیں، مملکت سعودیہ اور اس کے کارکنوں کی جانب سے اس انتشار افزا رویہ کی ہمت افزائی نہیں ہوگی لیکن اس وقت مملکت سعودیہ سے علمائے دیوبند سے متعلق جس طرح کے غلط اور بے بنیاد مواد پوری دنیا میں پھیلائے جا رہے ہیں اسے دیکھ کر اب ہمارا ایہی احساس ہے دانستہ یا نادانستہ طور پر مملکت علمائے دیوبند کے خلاف اس غلط مہم میں شریک کار ہے، بلکہ سرپرستی کر رہی ہے جس سے بے زاری اور نفرت کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔

؎ دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

علمائے دین!

پورے حالات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں کہ آپ کے مذہب، آپ کے مکتب فکر

اور آپ کے اکابر کو خارجیت جدیدہ کے علم بردار غیر مقلدین کس قدر ہدف طعن و تشنیع بنائے ہوئے ہیں ان حالات میں آپ کی مذہبی و فکری حمیت کا کیا تقاضا ہے اسے آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں آپ حضرات کے بلند عزائم اور جہد و عمل کی بے پناہ قوت سے مجھے یہ توقع ہے کہ اس تقاضے کو بروکار لانے میں آپ کسی کوتاہی اور غفلت کے شکار نہیں ہوں گے۔

(۱) فتنۂ غیر مقلدیت کے اس موجودہ دور میں ضرورت ہے کہ ہمارا اختلاط اس فرقہ کے لوگوں سے کم سے کم ہو، تاکہ ہماری موجودہ نسل اباحیت پسندی کی راہ سے دور رہے اور اسلاف، اکابر کے مسلک و عقیدہ کے بارے میں کسی طرح کے تذبذب کا شکار نہ ہو۔

(۲) ضرورت اس کی بھی ہے کہ ہمارے بچے اور بچیاں اس فرقہ کے قائم کردہ مدارس واسکولوں میں داخل نہ ہوں، اس لئے کہ اس کا تجربہ ہے کہ ہمارے جو بچے اور بچیاں غیر مقلدین کے مدارس اور اسکول میں داخل ہوتے ہیں ان کے اذہان وافکار پر غیر مقلدیت کی چھاپ پڑنی شروع ہو جاتی ہے اور ہمارے یہ بچے اپنے مسلک و عقیدہ اور اسلام کی صحیح تعلیمات سے آہستہ آہستہ دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(۳) مدارس و مکاتب کے ذمہ داروں کو نصاب تعلیم میں کچھ منتخب احادیث جن کا تعلق فقہی مسائل سے ہو ضرور شامل کرنا چاہیے ان احادیث کو طلبہ زبانی یاد کریں اور ان کے ترجمہ و معنی سے بھی واقف ہوں تاکہ ان کو شروع ہی سے یہ احساس ہو کہ جس مذہب کی وہ تقلید کرتے ہیں، اس کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے۔

اگر ان باتوں کا لحاظ کیا جائے تو اللہ کے کرم سے امید ہے کہ ہمارے بچے اور بچیاں غیر مقلدیت کے فتنہ کا شکار ہونے سے بڑی حد تک محفوظ رہیں گے۔

اس سمع خراشی کی معذرت کے ساتھ میں اپنی گزارشات کو اب ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عزائم میں، ارادوں میں پختگی، اعمال میں اخلاص پیدا فرمائے اور ہمیں اپنے دین، مذہب اور اکابر کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین.

مقالہ نمبر ا

اجماع وقیاس کی
حُجِّیت

قرآن وحدیث واقوالِ سلف کی روشنی میں

از

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی

استاذ دارالعلوم دیوبند

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجماع کے لغوی معنی کا بیان

لغت میں اجماع کے دو معنی ہیں (۱) عزم اور پختہ ارادہ (۲) اتفاق۔ جب کوئی شخص کسی کام کا عزم اور پختہ ارادہ کرلیتا ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے 'اجمع فلان علی کذا' فلاں نے اس کام کا عزم کرلیا باری تعالٰی کا قول "فاجمعوا امرکم" پ ۱۱ رکوع ۱۳ (تم سب مل کر اپنے کام کا عزم کرو) اسی معنیٰ میں مستعمل ہے اسی معنی میں آنحضور ﷺ کا یہ قول ہے "من لا یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له" (ترمذی) جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کا عزم اور پختہ ارادہ نہیں کیا اسکا روزہ (درست) نہیں ہوگا دوسرے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے کہا جاتا ہے "اجمع القوم علی کذا" قوم نے اس کام پر اتفاق کرلیا مذکورہ دونوں معنی کے درمیان فرق یہ ہے کہ اجماع بمعنی عزم ایک شخص کی طرف سے متصور ہو جاتا ہے لیکن دوسرے معنی کیلئے کم از کم دو شخصوں کا ہونا ضروری ہے۔

اجماع کے شرعی معنی کا بیان

شریعت کی اصطلاح میں ایک مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے یعنی۔

اتفاق المجتهدین الصالحین من امة محمد ﷺ فی عصر علی امر من الامور (توضیح تلویح ص ۵۱۶)

کسی ایک زمانے میں رسول اکرم ﷺ کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی ایک واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے اجماع کی تعریف میں اتفاق سے اشتراک مراد ہے اور یہ قول، فعل، اعتقاد، سب کو شامل ہے یعنی اس امت کے مجتہدین کسی قول میں شریک ہوں یا فعل میں شریک ہوں یا اعتقاد میں شریک ہوں تمام صورتوں میں اجماع متحقق ہو جاتا ہے پہلے کو اجماع قولی دوسرے کو اجماع فعلی اور تیسرے کو اجماع اعتقادی کہا جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شی قول کے قبیل سے ہو اور ایک زمانے کے تمام مجتہدین اس پر اتفاق کر لیں اور یہ کہیں "اجمعنا علی هذا" تو یہ قولی اجماع ہوگا اور اگر کوئی شی فعل کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر عمل شروع کر دیں تو یہ فعلی اجماع ہوگا جیسے مضاربت، مزارعت، اور شرکت، فعلی اجماع سے ثابت ہیں اور اگر کوئی شی اعتقاد کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر اعتقاد کر لیں تو یہ اعتقادی اجماع ہوگا جیسے شیخین (ابوبکرؓ، عمرؓ) کی فضیلت پر تمام مجتہدین کا اعتقاد ہے اگر کسی قول یا فعل یا اعتقاد پر بعض مجتہدین اتفاق کر لیں اور باقی سکوت کریں حتیٰ کہ مدت تامل گذر جائے اور وہ اس کا رد نہ کریں تو یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے جسکے احناف تو قائل ہیں لیکن حضرت امام شافعیؒ قائل نہیں ہیں۔

اجماع کی تعریف میں مجتہدین کی قید لگا کر غیر مجتہدین یعنی عوام کے اجماع سے احتراز کیا گیا ہے چنانچہ اگر کسی امر پر عوام نے اتفاق کر لیا تو شرعاً اسکا اعتبار نہ ہوگا المجتهدين کو لام استغراق کے ساتھ معرف فرما کر بعض کے اتفاق سے احتراز کیا ہے چنانچہ کسی امر پر اگر بعض مجتہدین کا اتفاق ہو گیا اور بعض کا نہ ہوا تو یہ اجماع کی تعریف میں داخل نہ ہوگا۔ اور اس کو شرعاً اجماع نہیں کہا جائے گا صالحین کی قید لگا کر مجتہدین فاسقین اور مجتہدین مبتدعین کے اجماع سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ ان لوگوں کا اجماع حجت شرعیہ نہیں ہوتا ہے امت محمد ﷺ کی قید لگا کر سابقہ امتوں کے مجتہدین کے اجماع سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ اجماع کا حجت ہونا آپ ﷺ کی امت کی خصوصیات میں سے ہے سابقہ امتوں کے مجتہدین کا اجماع حجت شرعیہ شمار نہیں ہوتا تھا۔ ایک زمانے کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اجماع کے تحقق کے لئے ایک

زمانے کے مجتہدین کا اتفاق کر لینا کافی ہے الی یوم القیٰمۃ تمام زمانوں کے تمام مجتہدین کا اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے اجماع کی تعریف میں علی امر من الامور کی قید اس لئے لگائی گئی ہے تاکہ تعریف قول، فعل، مثبت، منفی، احکام عقلیہ اور احکام شرعیہ سب کو شامل ہو جائے کیونکہ امر کا اطلاق ہر ایک پر ہوتا ہے بعض علماء نے اجماع کو حکم شرعی کے ساتھ مقید کیا ہے اور تعریف میں علی امر من الامور کی جگہ علی حکم شرعی ذکر کیا ہے۔

اجماع کے حجت شرعی ہونے کا بیان

اجماع کے حجت شرعی ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ نظام معتزلی، خوارج اور اکثر روافض اجماع کے حجت شرعی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اس کے وقوع کو محال قرار دیتے ہیں لیکن جمہور مسلمین اجماع کی حجیت کے قائل ہیں۔ جو حضرات اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہیں وہ دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ ایک زمانے کے تمام علماء اور مجتہدین کے اقوال کو ضبط کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ ان کی تعداد بھی کثیر ہوگی اور ان کے شہروں اور مکانوں میں بھی بُعد ہوگا پس ان کی کثرتِ تعداد۔ تباعُدِ دیار اور تباینِ امکنہ کے ہوتے ہوئے ان کے اقوال کو ضبط کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور جب یہ ممکن نہیں ہے تو کسی واقعہ میں پوری امت کے مجتہدین کے اقوال کی معرفت بھی متعذر اور ناممکن ہوگی۔ اور جب تمام مجتہدین کے اقوال کی معرفت متعذر اور محال ہے تو کسی امر اور واقعہ پر تمام مجتہدین کا اجماع بھی ناممکن ہوگا لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ دلیل ظاہر البطلان ہے اس لئے کہ اگر جدوجہد کی جائے تو ایک زمانے کے علماء کے اقوال کی معرفت ناممکن نہیں ہے بلکہ عین ممکن ہے خاص طور سے اس زمانے میں۔

جمہور مسلمین کے دلائل قرآن سے

۱- باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیرسبیل المؤمنین نولّه ماتولّی ونصله جهنم وساءت مصیرا۔ (پ ۵ رکوع ۱۴)

ترجمہ:۔ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

اس آیت سے استدلال اس طور پر کیا گیا ہے کہ باری تعالیٰ نے رسول کی مخالفت اور غیر سبیل مومنین کے اتباع پر وعید بیان فرمائی ہے اور جس چیز پر وعید بیان کی جائے وہ حرام ہوتی ہے لہٰذا رسول کی مخالفت اور غیر سبیل مومنین کا اتباع دونوں باتیں حرام ہوں گی ۔ اور جب یہ دونوں باتیں حرام ہیں تو ان کی اضداد یعنی (رسول کی موافقت اور سبیل مومنین کا اتباع) دونوں واجب ہوں گی۔

الحاصل اس آیت سے سبیل مومنین کے اتباع کا واجب ہونا ثابت ہو گیا اور مومنین کی سبیل اور اختیار کردہ راہ ہی کا نام اجماع ہے لہذا اجماع کے اتباع کا واجب ہونا ثابت ہو گیا اور جب اجماع کا اتباع واجب ہے تو اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا۔

الغرض اس آیت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امت محمد ﷺ کا اجماع حجت شرعی ہے اور اس کا ماننا فرض ہے۔

۲- باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا" (پ ۴ رکوع ۲)

اس آیت سے استدلال اس طور پر ہوگا کہ حق تعالیٰ نے تفرق سے نہی فرمائی ہے اور تفرق نام ہے خلاف اجماع کا لہٰذا خلاف اجماع منہی عنہ ہوگا اور جب خلاف اجماع منہی عنہ ہے تو اجماع مامور بہ اور واجب الاتباع ہوگا اور جب اجماع واجب الاتباع

ہے تو اسکا ماننا لازم ہوگا اور وہ خود حجت شرعی ہوگا۔

۳-فلو لا نفر من کل فر قۃ منھم طائفۃ لیتفقھو ا فی الدین
(پ ۱۱ رکوع ۳)۔

ترجمہ: سوکیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کرے دین میں۔

اس آیت سے استدلال اسطور پر ہوگا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم پر اس قوم کے تفقہ فی الدین رکھنے والے طائفہ کے اتباع کو واجب کیا ہے پس اگر بہت سے طائفے کسی ایسے حکم پر متفق ہو جائیں جس میں نص موجود نہ ہو اور وہ اپنی قوموں کو اس کا حکم دیں تو ان پر اسکا قبول کرنا واجب ہوگا اور جب ایسا ہے تو ان طوائف کا حکم پر اتفاق کرنا دلیل شرعی اور حجت شرعی ہوگا جسکی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

۴-اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم (پ ۵ رکوع ۵)۔

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر لوگوں کی

یہ آیت اجماع کی حجیت پر اسطرح دلالت کرتی ہے کہ اس آیت میں اولی الامر سے مراد یا مجتہدین امت ہیں یا حکام ہیں اگر اول ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مجتہدین کسی ایسے حکم پر اتفاق کرلیں جس حکم میں نص موجود نہ ہو تو ان کی اطاعت واجب ہے۔

اور اگر ثانی ہے یعنی حکام اور وہ مجتہد نہیں ہیں اور نہ ہی حکم مذکور کو جانتے ہیں تو ان پر اہل علم اور اہل اجتہاد سے سوال کرنا واجب ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمو ن

پس جب انھوں نے مجتہدین اور اہل علم سے سوال کیا اور اہل علم جواب پر متفق ہو گئے تو حکام کا ان کے جواب کو قبول کرنا واجب ہوگا ورنہ سوال کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور لوگوں پر چونکہ ان کی اطاعت واجب ہے اس لئے ان پر بھی قبول کرنا واجب ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ لوگوں پر ان کے متفق علیہ قول کو قبول کرنا اس وقت واجب ہوگا جب کہ ان کا قول حجت اور دلیل ہو۔

الحاصل: اس آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ اجماع حجت شرعی ہے۔

۵-وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھداھم (پ۱۱ رکوع ۳)۔

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت کے بعد گمراہ نہیں کرتے

یہ آیت اجماع کی حجیت پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ’’قوم یعنی علماء مہدیین کے دلوں میں خلاف حق نہیں ڈالتے ہیں اور ضلال کو خلاف حق باری تعالیٰ کے ارشاد: فماذا بعد الحق الا الضلال کی وجہ سے کہا گیا ہے اور جب علماء مہدیین کے دلوں میں خلاف حق نہیں ڈالا جاتا تو حق ڈالا جاتا ہے یعنی علماء مہدیین کا اتفاق جب بھی ہوگا حق پر ہی ہوگا اور حق کا قبول کرنا واجب ہے لہٰذا علماء مہدیین جس حکم پر بھی اتفاق کرلیں گے اس کا قبول کرنا واجب ہوگا اور وہ لوگوں کے حق میں حجت ہوگا۔ (توضیح تلویح)

اجماع کے حجت شرعی ہونے پر عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر کچھ واقعات ایسے ہوں جن میں نص موجود نہ ہو اور وہ احکام مہمل اور بیکار رہ جائیں تو دین کامل نہیں ہوگا مگر چونکہ الیوم اکملت لکم دینکم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کے کامل اور مکمل ہونیکی خبر دی ہے اسلئے مجتہدین کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان واقعات سے احکام کا استنباط کریں اب اگر مجتہدین نے کسی زمانے میں کسی حکم کا استنباط کیا اور اس پر اتفاق کیا تو اس زمانے کے لوگوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہوگا اور جب ایسا ہے تو ان کا اتفاق اس حکم کی ایسی دلیل ہوگا جسکی مخالفت جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء ھم البینات۔

اجماع کا حجت شرعی ہونا احادیث سے بھی ثابت ہے

۱-ان امتی لاتجتمع علی الضلالۃ۔

ترجمہ:۔ میری امت ضلالت پر اتفاق نہیں کرسکتی ہے۔

(ابن ماجہ ص ۲۸۳ مسند احمد ج۶ ص۱۷۸ دارمی ج۱ ص۲۵ ترمذی ج۲ ص۳۹)

۲- لم یکن اللہ لیجمع امتی علی الضلالۃ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت پر اکٹھا نہ کریں گے۔

٣-ما راه المومنون حسنا فهو عند اللّٰه حسن

ترجمہ:۔ جس چیز کو مسلمانوں نے حسن سمجھا وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے۔

(مسند احمد ج ١ ص ٦٢٣ ابوداؤد طیالسی ص ٣٣)

٤- عليكم بالسواد الاعظم

ترجمہ:۔ سوادِ اعظم اور غالب اکثریت کا اتباع کرو۔ (ترمذی ج ٢ ص ٣٩)

٥-اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذّ شذّ في النار

ترجمہ:۔ سوادِ اعظم کا اتباع کرو اس لئے کہ جو الگ ہوا وہ دوزخ میں داخل ہوا۔

(حاکم ج ١ ص ١٩٩)

٦-يد اللّٰه على الجماعة ومن شذ شذ فى النار

ترجمہ:۔ جماعت اللہ کے زیر سایہ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (ترمذی ج ٢ ص ٣٩)

٧-عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاذة والقاصية والناحية واياكم والشعاب وعليكم بالجماعة ۔ (مسند احمد)

ترجمہ:۔ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے بکریوں کے بھیڑیئے کی طرح اکیلی ہونے والی، الگ ہونے والی اور ایک طرف ہونے والی کو کھا جاتا ہے تم لوگ قبیلوں اور برادریوں میں بٹنے سے بچو تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے۔

٨-من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه ۔

ترجمہ: جو شخص ایک بالشت کے بقدر جماعت سے ہٹا اس نے اسلام کا پھندہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ (عبدالرزاق ج ١١ ص ٣٣٩ حاکم ج ١ ص ٢٠٤)

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ امت اجتماعی طور پر خطاء سے معصوم ہے یعنی پوری امت خطاء اور ضلالت پر اتفاق کر لے ایسا نہیں ہوسکتا ہے اور

جب ایسا ہے تو اجماع امت کا ماننا اور اسکا حجت شرعی ہونا ثابت ہوگا۔

جن مسائل پر اجماع منعقد کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر چند کا بیان

۱- جماع بدون الانزال کے موجب غسل ہونے میں ابتداء صحابہ میں اختلاف تھا چنانچہ انصار وجوب غسل کے قائل نہیں تھے اور مہاجرین وجوب غسل کے قائل تھے لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار ومہاجرین دونوں کو جمع کر کے پوری صورت حال ان کے سامنے رکھی اور ان کو وجوب غسل پر آمادہ کیا تو حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر سب متفق ہو گئے اور کسی نے کوئی نکیر نہیں کی۔

الحاصل جماع بدون الانزال کے موجب غسل ہونے پر صحابہؓ کا اجماع منعقد ہوا ہے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۴۷ مطبوعہ اشرفی)

۲- امام طحاویؒ اور امام بیہقیؒ نے علقمہ بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین جو بصرہ میں تھی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی کسی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو اس معاملہ میں خسارہ ہوگیا ہے یہ سنکر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اختیار ہے کیونکہ میں نے بغیر دیکھے زمین خریدی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کو خسارہ ہوگیا انھوں نے فرمایا کہ مجھے اختیار ہے کیونکہ میں نے اپنی زمین بغیر دیکھے فروخت کی ہے دونوں حضرات نے جبیر بن مطعمؒ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ طلحہ کو خیار رویت حاصل ہے عثمان کو حاصل نہیں ہے یہ واقعہ صحابہ کی موجودگی میں پیش آیا مگر کسی نے نکیر نہیں کی گویا اس پر صحابہؓ کا اجماع منعقد ہوگیا کہ خیار رویت مشتری کو حاصل ہوگا بائع کو حاصل نہ ہوگا۔

(اشرف الہدایہ ج ۸ ص ۱۱۲)

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو رات تراویح باجماعت پڑھیں اس کے بعد یہ فرما کر تراویح پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کر دی جائے۔

(بخاری باب تحریض النبی علی صلاۃ اللیل مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان)

پھر صحابہؓ کے مابین عملاً وقولاً اختلاف رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے رمضان مواظبت کے ساتھ بیس رکعت باجماعت تراویح پر صحابہ کا اجماع منعقد ہوگیا۔

روی ان عمررضی اللہ عنه جمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی شهررمضان علی ابی بن کعب فصلی بهم فی کل لیلة عشرین رکعة۔

(نصب الرایہ ج۲ص۱۵۴)

عن السائب بن یزید قال کنانقوم من زمن عمربن الخطابؓ بعشرین رکعة۔ (التعلیق الحسن ج۲ص۵۴)

قال ان علی ابن ابی طالب امررجلا یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة (رواہ البیهقی کنز العمال ج٤ ص٢٨٤)

قال ابن حجر المکی الشافعی اجتمعت الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة (مرقاة)التراویح سنة مؤکدة عشرون رکعة برمضان والاصل فی مسنونیتهاالاجماع۔ (نیل المارب فی الفقه الحنبلی)

۴- ایک مجلس کی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہو یا تین ہی واقع ہوں یہ مسئلہ بھی صحابہؓ میں مختلف فیہ رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر صحابہؓ کا اجماع ہو گیا اور اسکے بعد سے جمہور اس پر متفق چلے آرہے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

فی صحیح مسلم ان ابن عباسؓ قال قال کان الطلاق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابی بکر وسنین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمرؓ ان الناس قد استعجلوا فی امر کان هم فیه اِناة فلو امضیناه علیهم فامضاه وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعد هم من ائمة المسلمین الی انه یقع ثلاثا۔

(۵) رسول اللہ ﷺ سے نماز جنازہ کی تکبیرات پانچ بھی منقول ہیں اور سات اور نو اور چار بھی۔ اسلئے صحابہؓ کے درمیان اس میں اختلاف رہا ہے اسکے بعد حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کو جمع کر کے فرمایا کہ تم صحابہ کی جماعت ہو کر اختلاف کر رہے ہو تو تمہارے بعد آنے والوں پر کتنا شدید اختلاف ہوگا پس چار تکبیرات پر اجماع منعقد ہو گیا۔

فقد اختلف الروایات فی فعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فروی عنہ الخمس والسبع والتسع واکثر من ذالك الا ان آخر فعلہ کان اربع تکبیرات لما روی عن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہ انہ جمع الصحابة رضی اللّٰہ عنہم حین اختلفوا فی عدد التکبیرات وقال لہم انکم اختلفتم فمن یاتی بعدکم یکون اشد اختلافا منکم فانظروا آخر صلاۃ صلاھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی جنازۃ فخذوا بذالك فوجدوہ صلی علی امرأۃ کبر علیہا اربعا فاتفقوا علی ذالك فکان دلیلا علی کون التکبیرات فی صلاۃ الجنازۃ اربعا لانہم اجمعوا علیہا (بدائع للکاسانی ج ۲ ص ۵۰)

۶- اگر کوئی شخص متعدد بار چوری کرے اور ایک مرتبہ میں اس کا دایاں ہاتھ اور دوسری مرتبہ میں اسکا بایاں پیر کٹ چکا ہو اور پھر تیسری اور چوتھی بار چوری کرے تو اسکے ہاتھ، پیر کاٹ کر سزا دیجائے یا قطع کے علاوہ دیگر کوئی سزا دیجائے اس سلسلے میں اختلاف رہا ہے اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صورت متعین فرمادی کہ تیسری چوتھی مرتبہ میں قطع نہ ہوگا اور صحابہؓ نے اس پر سکوت اختیار کیا پس یہ ہی توارث ہو گیا اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں بھی صحابہ کا اجماع ہے۔

سیدناعمرو سیدناعلیؓ لم یزیدا فی القطع علی قطع الید الیمنیٰ و الرجل الیسریٰ و کان ذلک بمحضرمن الصحابة و لم ینقل انہ انکر علیہما منکر فیکون اجماعا من الصحابة (بدائع ج ٦ ص ٤٠)

روی ان سیدناعلیا اتی بسارق فقطع یدہ ثم اتی بہ الثانیة وقد سرق فقطع رجلہ ثم اتی بہ الثالثة وقد سرق فقال لااقطعہ ان قطعت یدہ فبای شی یاکل بای شی یتمسح وان قطعت رجلہ بای شی یمشی انی لاستحی من اللّٰہ فضربہ بخشبة وحَبَسَہٗ (دار قطنی ج ۳ ص ۱۸۰ و کذا مصنف عبدالرزاق)

روی ان سید نا عمر اتی بسارق اقطع الید والرجل قد سرق نعا لا یقال لہ سدوم واراد ان یقطعہ فقال لہ سید نا علیؓ انما علیہ قطع ید ورجل فحبسہ سید نا عمرؓ ولم یقطعہ (دار قطنی ج ۳ ص ۱۰۳ بیہقی ج ۸ ص ۲۴۵)

نمونے کے طور پر خادم نے چند واقعات ذکر کئے ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں جن میں صحابہؓ کا اجماع منعقد ہوا ہے اور امت نے ان کو تسلیم کیا ہے اور ان پر عمل کیا ہے۔ مذکورہ دلائل اور واقعات جو علی الاطلاق اجماع کی حجیت پر دلالت کرتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے روافض، خوارج اور اس زمانے کے غیر مقلدین کا اجماع کے حجت شرعی ہونے کا انکار کھلا ہوا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔

اجماع کے رکن کا بیان

اجماع کا رکن دو قسم پر ہے ایک عزیمت دوم رخصت عزیمت تو یہ ہے کہ تمام مجتہدین کسی قول پر اتفاق کریں اور یوں کہیں اجمعنا علی کذا یا کسی فعل کو بالاتفاق شروع کردیں اور رخصت یہ ہے کہ بعض مجتہدین کوئی بات کہیں یا کوئی کام کریں اور باقی اسکو سنکر یا دیکھ کر سکوت اختیار کریں اور مدت تامل گذر جانے کے بعد اس پر کوئی نکیر نہ کریں اسی کو اجماع سکوتی کہا جاتا ہے۔ اور یہ احناف کے نزدیک تو حجت ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ اجماع کے اہل وہ لوگ ہیں جو مجتہد ہوں، ان میں نہ ہوائے نفس ہو اور نہ فسق ہو۔

اجماع کی شرط کا بیان

اجماع کی شرط کل کا متفق ہونا ہے چنانچہ انعقاد اجماع کے وقت ایک کا اختلاف بھی مانع اجماع ہوگا جیسا کہ اکثر کا اختلاف مانع اجماع ہوتا ہے بعض معتزلہ کا خیال ہے کہ اکثر کے اتفاق سے بھی اجماع منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ حق جماعت (اکثریت) کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

ید اللّٰہ علی الجماعۃ فمن شذَّ شذَّ فی النار (ترمذی ج ۲ صفحہ ۳۹)

یعنی جماعت اللہ کے زیر سایہ ہے جو شخص جماعت سے باہر نکلا دوزخ میں داخل ہوا۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر ایک دو شخص جماعت سے باہر نکل گیا حق تب بھی جماعت ہی کیساتھ ہوتا ہے۔

الحاصل حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک آدھ شخص کا اختلاف انعقاد اجماع کیلئے مانع نہیں ہوتا ہے ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر انعقاد اجماع کے وقت ایک دو شخص جماعت سے الگ ہوگیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تحقق اجماع کے بعد اگر کوئی شخص الگ ہوگیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا یعنی تمام مجتہدین کے ساتھ اتفاق کرنے کے بعد اگر اختلاف کیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ پس حدیث کے اس مطلب کے بعد اکثریت کے اتفاق سے اجماع کا انعقاد ثابت نہ ہوگا بلکہ کل کے اتفاق سے اجماع کا انعقاد ثابت ہوگا۔

اجماع کے حکم کا بیان

اجماع کا حکم یہ ہے کہ اجماع سے ''مراد'' شرعاً علی سبیل الیقین ثابت ہوجاتی ہے۔

اجماع کے انعقاد کے سبب کا بیان

اجماع کے انعقاد کے سبب کی دو قسمیں ہے اول داعی الی انعقاد اجماع یعنی وہ چیز جو انعقاد اجماع کی دعوت دیتی ہے اور وہ داعی کبھی تو کتاب اللہ سے ہوتا ہے مثلاً امہات اور بنات کی حرمت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اسکا سبب داعی باری تعالی کا قول "حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم" ہے اور وہ داعی کبھی اخبار آحاد سے ہوتا ہے مثلا قبضہ کرنے سے طعام مشتری کی بیع کے عدم جواز پر اجماع منعقد ہے اور اسکا سبب مسلم ج ۲ ر کی یہ حدیث ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ۔

جس شخص نے اناج خریدا وہ اس کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے اور وہ داعی کبھی قیاس سے ہوتا ہے مثلاً چاول میں ربا جاری ہونے پر اجماع منعقد ہوا مگر اسکا سبب قیاس ہے یعنی اتحاد قدر مع الجنس کی وجہ سے چاول کو ان چیزوں پر قیاس کیا گیا جو چیزیں حدیث الحنطة بالحنطة میں مذکور ہیں۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے فرمایا ہے کہ اجماع صرف دلیل قطعی سے منعقد ہوسکتا ہے خبر واحد اور قیاس سے منعقد نہیں ہوسکتا اسلئے کہ خبر واحد اور قیاس دونوں خود موجب علم ویقین نہیں ہوتے لہٰذا جو چیز (اجماع) ان دونوں سے صادر ہے وہ کیسے موجب یقین ہوسکتی ہے حالانکہ اجماع موجب یقین ہوتا ہے اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ اجماع خبر واحد سے تو منعقد ہوسکتا ہے لیکن قیاس سے منعقد نہیں ہوگا کیونکہ قیاس کا حجت شرعی ہونا ہی مختلف فیہ ہے لہٰذا ایک مختلف فیہ چیز سے اجماع کیسے منعقد ہوگا بعض مشائخ احناف نے کہا کہ اجماع قیاس اور خبر واحد ہی سے منعقد ہوگا خبر متواتر اور کتاب اللہ سے منعقد نہ ہوگا اسلئے کہ خبر متواتر اور کتاب اللہ کی موجودگی میں اجماع کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ دونوں خود حکم ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں دوسری قسم سبب ناقل ہے یعنی وہ سبب جو ہماری طرف نقل ہوکر آیا ہے مثلاً حدیث کا نقل پس حدیث کا نقل ہوکر آنا کبھی ایسی دلیل سے ہوتا ہے جس میں کوئی شبہ نہ ہو جیسے حدیث متواتر اور کبھی ایسی دلیل سے ہوتا ہے جس میں شبہ ہو جیسے خبر واحد۔

وقال العلامة الشامی مزیدا علی ذالك اماو لافاجماعهم ظاهر لانه لم ینقل عن احد منهم انه خالف عمر حین امضی الثلاث۔

(رد المحتار مع الدر المختار ج٤، ص ٤٣٤،٤٣٥)

کن حضرات علماء کا اجماع معتبر ہے

جن حضرات علما کا اجماع معتبر ہے ان کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ داؤد ظاہری، شیعہ حضرات اور امام احمد ایک روایت کے مطابق کہتے ہیں کہ صرف صحابہ کا

اجماع معتبر ہے اور انھیں حضرات کو اجماع منعقد کرنے کا حق ہے امام مالکؒ سے منقول ہے کہ صرف اہل مدینہ کا اجماع معتبر ہے اور انھیں کو اجماع منعقد کرنے کا حق ہے روافض میں سے فرقہ زیدیہ اور امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کا اجماع معتبر ہے اور ان کے علاوہ کو اجماع منعقد کرنے کا حق نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ہر زمانے کے عادل اور مجتہد علماء کو اجماع منعقد کرنے کا حق حاصل ہے داؤد ظاہری وغیرہ کی دلیل باری تعالی کے قول۔

"كنتم خير امة اخرجت للناس (پ۴رکوع۳)

اور كذالك جعلنا كم امة وسطا لتكو ن شهدا على الناس "(پ۲رکوع۱) کے مخاطب صرف صحابہ ہیں کیونکہ خطاب موجودین کو ہوتا ہے نہ کہ معدومین کو اور خطاب اور نزول وحی کے وقت صحابہؓ کے علاوہ سب معدوم اور غیر موجود تھے بہر حال جب وحی اور خطاباتِ شرع کے مخاطب صرف صحابہؓ ہیں ان کے بعد کے لوگ مخاطب نہیں ہیں تو اجماع منعقد کرنے کے اہل بھی صحابہ ہی ہوں گے اور انھیں کا اجماع معتبر شمار ہوگا ان کے علاوہ دوسرے حضرات اجماع کے اہل شمار نہ ہوں گے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی تعریف کی ہے مثلا ایک حدیث میں فرمایا ہے "اصحابی آمنة امتی " (مسند احمد ج۴ ص۳۹۹) میرے صحابہ میری امت کے نگہداشت رکھنے والے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے "اصحابی کا لنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم "(کشف الخفاء ج۱ ص۱۴۷) میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جسکی بھی اقتداء کروگے راہ یاب ہو جاؤ گے ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جو صحابہؓ کے صدق اور حق پر ہونے کو ظاہر کرتی ہیں پس آنحضور ﷺ کا حضرات صحابہ کے عادل اور صادق ہونے پر شہادت دینا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ انھیں حضرات کا اجماع معتبر ہوگا ان کے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہوگا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اجماع کیلئے کل کا اتفاق ضروری ہے اور کل کا اتفاق عہد صحابہؓ میں تو ممکن تھا لیکن اسکے بعد ممکن نہیں ہے کیونکہ عہد صحابہ کے بعد مسلمان اطرافِ عالم اور مشارق ومغارب میں پھیل چکے تھے۔ لہٰذا ایسی صورت میں تمام

مسلمانوں کے اتفاق کو جاننا امر محال ہے اور جب تمام مسلمانوں کے اتفاق کو جاننا امر محال ہے تو عہد صحابہ کے بعد کا اجماع کیسے معتبر ہوسکتا ہے ہماری طرف سے ان حضرات کی پیش کردہ دلیل اول کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ خطاب صحابہؓ کے ساتھ مخصوص ہے ان کے علاوہ کو شامل نہیں ہے غلط اور نا قابل تسلیم ہے کیونکہ اس سے چند خرابیاں لازم آئیں گی۔

پہلی خرابی تو یہ لازم آئیگی کہ جو حضرات صحابہ نزول وحی کے وقت موجود تھے اگر ان میں سے بعض کا انتقال ہو گیا تو باقی دیگر صحابہ کا اجماع منعقد نہ ہو کیونکہ بعض کی وفات کی وجہ سے یہ تمام مخاطبین کا اجماع نہ ہوگا حالانکہ اجماع کی صحت کیلئے تمام کا اتفاق ضروری ہے اور جب صحت اجماع کے لئے تمام کا اتفاق ضروری ہے اور اس میں تمام مخاطبین کا اتفاق نہیں ہے تو یہ اجماع حجت بھی نہ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ یہ اجماع آپ کے نزدیک حجت ہے۔

دوسری خرابی یہ لازم آئیگی کہ مذکورہ آیات کے نزول کے بعد جو حضرات صحابہؓ اسلام میں داخل ہوئے انکا اجماع معتبر نہ ہو کیونکہ یہ حضرات ان آیات کے مخاطب نہیں ہیں حالانکہ ان کا اجماع معتبر ہے۔

تیسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ صحابہؓ کے بعد کے لوگ احکام کے مخاطب اور مکلف نہ ہوں حالانکہ احکام کے مخاطب جس طرح حضرات صحابہؓ ہیں اسی طرح ان کے بعد کے لوگ بھی ہیں یہ خرابیاں اس لئے لازم آئی ہیں کہ آپنے مذکورہ آیات کا مخاطب صرف صحابہ کو قرار دیا ہے۔

پس ان خرابیوں سے بچنے کیلئے یہی کہا جائے گا کہ مذکورہ آیات کے مخاطب صرف صحابہ نہیں ہیں بلکہ صحابہ بھی مخاطب ہیں اور بعد کے لوگ بھی مخاطب ہیں اور جب ایسا ہے تو اجماع کا انعقاد صحابہؓ کے ساتھ خاص نہ ہوگا بلکہ ہر زمانے کے علماء کا اجماع معتبر اور حجت ہوگا۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حضرت صحابہؓ کی تعریف و

توصیف کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ان کے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہو بلکہ بہت سی احادیث اس امت کی عصمت پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ اجماع کی حجیت پر استدلال کرتے ہوئے خادم نے چند حدیثیں ذکر کی ہیں نیز اجماع کا حجت ہونا اس امت کی تعظیم اور تکریم ہے اور امت میں صحابہ بھی داخل ہیں اور غیر صحابہ بھی لہذا سب ہی کا اجماع معتبر ہوگا صحابہؓ کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر جد وجہد کی جائے تو تمام علماء کے اقوال کی معرفت ناممکن نہیں ہے بلکہ عین ممکن ہے بالخصوص اس زمانے میں جبکہ ساری دنیا ایک محلّہ ہوکر رہ گئی۔

قول ثانی کے قائلین یعنی امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے بارے میں مدنی آقا ﷺ نے فرمایا ہے۔

" المدينة كالكير تنفي خبثها كما ينفي الكير خبث الحديد (صحيحين)"

مدینہ طیبہ لوہار کی بھٹی کی طرح ہے مدینہ اپنے خبث کو اسطرح دور کر دیتا ہے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ اور میل کچیل کو دور کر دیتی ہے خطاء بھی ایک قسم کا خبث ہے پس جب مدینہ اور اہل مدینہ سے خبث منتفی ہے تو ان سے خطاء بھی منتفی ہوگی اور جب اہل مدینہ سے خطاء منتفی ہے تو ان کا قول صواب اور ان کی متابعت واجب ہوگی اور جب ایسا ہے تو اہل مدینہ جس چیز پر اتفاق کریں گے وہ سب کیلئے حجت ہوگا اور ان کا اجماع اور اتفاق معتبر ہوگا اور دوسری جگہوں کے بارے میں چونکہ اس طرح کی کوئی حدیث نہیں ہے اسلئے دوسری جگہوں کے حضرات کا اجماع اور اتفاق حجت نہ ہوگا اور نہ ہی شرعاً معتبر ہوگا نیز مدینہ طیبہ دار الہجرت ہے صحابہؓ کا سب سے بڑا مرکز علم ہے مدفن نبیؐ ہے، رسول اکرم ﷺ کے احوال سے سب زیادہ اہل مدینہ واقف ہیں پس جب مدینہ طیبہ اس قدر خصوصیات پر مشتمل ہے تو حق اہل مدینہ کے اجماع سے باہر نہ ہوگا اور ان کے اجماع سے متجاوز نہ ہوگا اور جب ایسا ہے تو اہل مدینہ کے علاوہ کا اجماع کیسے معتبر ہوگا۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ تمام باتیں مدینہ اور اہل مدینہ کی فضیلت پر

دلالت کرتی ہیں نہ تو مدینہ کے علاوہ دوسرے مقامات کی فضیلت کی نفی کرتی ہیں اور نہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اجماع معتبر اہل مدینہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ مکۃ المکرمہ زادھا اللہ شرفا بھی بہت سے فضائل پر مشتمل ہے مثلاً بیت الحرام، رکن، مقامِ ابراہیم، زمزم، حجر اسود، صفا ومروہ، دوسرے مناسک حج اور رسول اللہ ﷺ کا مولد مکہ ہی میں ہیں مگر یہ سب باتیں اس پر دلالت نہیں کرتی ہیں کہ اجماع معتبر اہل مکہ کے ساتھ مختص ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی جگہ کے لوگوں کے اجماع کے معتبر ہونے میں اس جگہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ علم واجتہاد کا اعتبار ہوتا ہے اور علم واجتہاد میں مکی، مدنی شرقی اور غربی سب برابر ہیں پس اجماع معتبر ہونے میں علم واجتہاد کا اعتبار ہوگا مدنی یا غیر مدنی کا اعتبار نہ ہوگا۔

تیسرے قول کے قائلین یعنی فرقہ زیدیہ اور امامیہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور عقل تینوں سے استدلال کرتے ہیں کتاب اللہ تو یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"

اللہ یہ ہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والوں اور ستھرا کردے تم کو ایک ستھرائی سے اس آیت سے استدلال اس طور پر ہوگا کہ باری تعالیٰ نے انما (جو حصر کیلئے آتا ہے) کے ذریعہ سے اہل بیت سے رجس کی نفی فرمائی ہے اور رجس سے مراد خطاء ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ خطاء صرف اہل بیت سے منتفی ہے اور جس سے خطاء منتفی ہوتی ہے وہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے لہٰذا اہل بیت معصوم عن الخطاء ہونگے اور معصوم عن الخطاء کا قول صواب اور درست ہوتا ہے لہٰذا ان کا قول صواب ہوگا اور قول صواب حجت ہوتا ہے لہٰذا ان کا قول حجت ہوگا الحاصل اس آیت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہل بیت اگر کسی قول یا فعل پر اتفاق کرلیں تو ان کا یہ اتفاق واجماع شرعاً معتبر اور حجت ہے اور اہلِ بیت کے علاوہ کے بارے میں چونکہ باری تعالیٰ نے اس طرح کی کوئی خبر نہیں دی ہے اسلئے انکے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہوگا بقول صاحب نامی اہل بیت سے مراد علی، فاطمہ، اور حسنین ہیں کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رحمت عالمؐ نے ان چاروں

عزیزوں کو ایک چادر میں لیا اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ”ھو لاء اھل بیتی“

دوسری دلیل حدیث ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”انی تارك فیکم الثقلین فما تمسکتم بھما لن تضلو ا کتاب اللّٰہ و عتر تی“

(ترمذی ج ٢ ص ٢١٩)

میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑوں گا جب تک تم ان دونوں کو تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ دوم میرے اہل بیت اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلالت سے معصوم ہونا کتاب اللہ اور عترت میں منحصر ہے لہٰذا انکے علاوہ اور کوئی چیز حجت نہ ہوگی اور جب ایسا ہے تو ثابت ہو گیا کہ صرف اہل بیت کا اتفاق واجماع حجت ہے اور کسی کا اجماع حجت نہیں ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے اہل بیت شرف نسب کے ساتھ مختص ہیں اور اسباب تنزیل اور اقوال رسول وافعال رسول سے یہ ہی حضرات زیادہ واقف ہیں پس اس کرامت اور شرافت کی وجہ سے اہل بیت اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انکا اجماع معتبر ہو اور ان کے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہو ہماری طرف سے آیت کا جواب یہ ہے کہ آیت میں رجس سے خطاء مراد نہیں ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے بلکہ رجس سے تہمت مراد ہے اور باری تعالی ازواج مطہرات سے تہمت دور کرنا چاہتا ہے یعنی باری تعالی نے ازواج مطہرات سے فاحشہ کی تہمت کو دور کیا ہے کیونکہ یہ آیت ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اوپر کی آیت ”یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء“ اس پر دلالت کرتی ہے اور حضور ﷺ کا علی فاطمہ اور حسنین کو چادر میں لیکر ھو لآء اھل بیتی فرمانا ازواج مطہرات کے اہل بیت میں سے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا ہے اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور روافض کے نزدیک اخبار احاد اس لائق بھی نہیں ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے پس جب اخبار احاد عمل کے لائق نہیں ہیں تو ان سے استدلال کرنا بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگا۔ اور اگر اخبار احاد پر عمل کرنا اور ان سے استدلال کرنا تسلیم کرلیا جائے تو ہمیں اسکی نقل کا صحیح ہونا تسلیم نہیں ہے بلکہ منقول صحیح یہ ہے

"ترکت فیکم امرین لن تضلو اما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ" (مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۱) جیسا کہ امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے دلیل عقلی کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد میں شرف نسب کو کوئی دخل نہیں ہے اجتہاد میں تو اہلیت نظر اور جودت ذہن کا اعتبار ہے اور یہ باتیں اہل بیت کے علاوہ میں بھی ہو سکتی ہیں اور رہا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مخالطت کا معاملہ تو یہ بات اہل بیت کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی پائی جاتی تھی۔ جو سفر اور حضر میں آپکے ساتھ رہتے تھے۔ لہٰذا اس بنیاد پر صرف اہل بیت کا قول حجت نہ ہوگا بلکہ اہل بیت کی طرح دوسرے لوگوں کا قول اور اجماع بھی حجت ہوگا اگر صرف اہل بیت کا قول حجت ہوتا جیسا کہ روافض کہتے ہیں تو جنگ صفین کے موقعہ پر حضرت علیؓ اپنے مخالفین پر نکیر فرماتے اور یہ کہتے کہ صرف میرا قول حجت ہے اور میں معصوم ہوں حالانکہ حضرت علی نے نہ یہ فرمایا اور نہ مخالفین اپنی مخالفت سے باز آئے۔

الحاصل یہ قول بھی درست نہیں ہے صحیح قول یہی ہے کہ ہر زمانے کے عادل اور مجتہد علماء کا اجماع معتبر اور حجت ہے کیونکہ جو دلائل حجیت اجماع کا فائدہ دیتے ہیں وہ عام ہیں اور ہر زمانے کے علماء کو شامل ہیں ان میں نہ اہل مدینہ کی تخصیص ہے نہ اصحاب نبی ﷺ اور نہ عترت رسول کی۔ بلکہ اجماع منعقد کرنے والے حضرات کا عادل ہونا ضروری ہے اسلئے کہ فاسق اور مبتدع کا قول حجت نہیں ہوتا حالانکہ اجماع حجت ہوتا ہے اور اجماع منعقد کرنے والے حضرات کا مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن مجتہد ہونا اس وقت ضروری ہے جبکہ ایسی چیز میں اجماع منعقد کریں جو رائے اور اجتہاد کی محتاج ہو جیسے احکام نکاح، احکام طلاق، وغیرہ ان امور میں صرف مجتہدین کا اجماع معتبر ہوگا اور غیر مجتہدین کی موافقت اور مخالفت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اگر کسی ایسی چیز میں اجماع منعقد کرنا ہو جس میں رائے اور اجتہاد کی ضرورت نہ ہو جیسے نقل قرآن اور رکعتوں کی تعداد تو اس میں مجتہدین اور غیر مجتہدین سب کا اجماع اور اتفاق ضروری ہے اگر کسی ایک شخص نے بھی مخالفت کی تو وہ اجماع معتبر نہ ہوگا۔

صاحب حسامی کہتے ہیں کہ انعقاد اجماع کیلئے علماء کی قلت اور کثرت کا کوئی

اعتبار نہیں ہے یعنی ایک زمانے کے علماء کی تعداد قلیل ہو یا کثیر ہو حد تواتر کو پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو بہر حال ان کا اجماع حجت ہوگا یہ ہی جمہور کا مذہب ہے کیونکہ وہ دلائل نقلیہ جو اجماع کی حجیت پر دلالت کرتے ہیں کسی عدد کے ساتھ مختص نہیں ہیں یعنی ان میں کوئی ایسا عدد ذکر نہیں کیا گیا کہ اگر وہ عدد ہوگا تو اجماع حجت ہوگا ورنہ اجماع حجت نہ ہوگا البتہ بعض اصولیین جیسے امام الحرمین اور ان کے متبعین اجماع کے حجت ہونے کیلئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ مجتہدین کی تعداد حد تواتر کو پہنچ جائے یعنی اگر مجتہدین کی تعداد حد تواتر کو پہنچ گئی تو ان کا اجماع حجت ہوگا ورنہ نہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حد تواتر کو پہنچ جانے کے بعد ان کا باطل پر اتفاق کرنا اسی طرح ناممکن ہے جیسا کہ خبر کے سلسلے میں ان کا کذب پر اتفاق کرنا ناممکن ہے اور تواتر کی تعداد سے کم میں ان کا جس طرح کذب پر اتفاق کرنا ناممکن ہے اسی طرح ان کا باطل پر اتفاق کرنا ناممکن ہے اور جب ایسا ہے تو حد تواتر سے کم تعداد کے مجتہدین کا اجماع حجت نہ ہوگا۔

پھر جمہور کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر ایک زمانے میں ایک ہی مجتہد ہو تو اسکا قول حجت ہوگا یا نہیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ اسکا قول حجت ہوگا اور اسکے قول کو اجماع کا درجہ حاصل ہوگا کیونکہ جب امت میں اسکے علاوہ کوئی دوسرا مجتہد موجود نہیں ہے تو لفظ امت اسی پر صادق آئے گا اور اسکی دلیل یہ ہے کہ باری تعالی کے قول "ان ابراھیم کان امۃ" میں امت کا اطلاق ایک شخص یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کیا گیا ہے پس جب ایک شخص بھی امت ہے تو وہ دلیلیں جو اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہیں اس ایک کو بھی شامل ہوں گی جیسا کہ کثیر کو شامل ہیں اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ ایک کا قول حجت نہ ہوگا کیونکہ اجماع کیلئے اجتماع ضروری ہے اور اجتماع دو یا دو سے زائد سے متصور ہو سکتا ہے لہٰذا اجماع کیلئے ایک سے زائد کا ہونا ضروری ہے صاحبِ نامی فرماتے ہیں کہ یہ قول زیادہ قوی ہے کیونکہ ایک پر امت کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے اور آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی تعظیم کے خاطر مجازاً امت کہا گیا ہے اور ابراہیم کے بارے میں ان کی تعظیم کی وجہ سے مجاز کے ارتکاب سے یہ لازم نہیں آتا

کہ ہر جگہ مجاز کا ارتکاب کیا جائے۔

انعقاد اجماع کے لئے تمام مجتہدین کا کسی حکم پر اتفاق کرنے کے بعد مرجانا شرط ہے یانہیں اس بارے میں چار قول ہیں پہلا قول جسکے قائل جمہور علماء ہیں یہ ہے کہ انعقاد اجماع کیلئے یہ بات ہرگز شرط نہیں ہے کہ تمام مجتہدین کسی حکم پر اتفاق کرنے کے بعد مرجائیں بلکہ اگرانھوں نے کسی امر پر اتفاق کیا اور ابھی اس اتفاق پر ایک ساعت گذری ہے اور تمام مجتہدین بقید حیات ہیں تو بھی یہ اجماع منعقد ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ خود ان مجتہدین کیلئے اور ان کے علاوہ کے لئے اس اجماع سے رجوع جائز نہ ہوگا۔

دوسرا قول جس کے قائل امام احمد بن حنبلؒ ہیں یہ ہے کہ انعقاد اجماع کیلئے کسی حکم پر اتفاق کرنے والے تمام مجتہدین کا مرجانا شرط ہے چنانچہ اجماع کرنے والے مجتہدین میں سے اگر ایک مجتہد بھی زندہ ہے تو یہ اجماع منعقد نہ ہوگا حتیٰ کہ مجتہدین کے اتفاق کرنے کے بعد تمام مجتہدین کیلئے بھی اس اجماع سے رجوع کرنا جائز ہے اور بعض کیلئے بھی بلکہ اجماع کرنے والوں کے علاوہ کے لئے بھی اس اجماع کی مخالفت کرنا جائز ہے لیکن جب مجتہدین وفات پاچکے تو اب ان کا اجماع منعقد شمار ہوگا اور کسی کیلئے اس سے مخالفت کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

تیسرا قول جس کے قائل ابواسحٰق اسفرائنی اور صاحبِ احکام ہیں یہ ہے کہ انعقاد اجماع کیلئے تمام مجتہدین کا مرجانا اجماع سکوتی میں تو شرط ہے لیکن اسکے علاوہ میں شرط نہیں ہے۔

چوتھا قول جس کے قائل امام الحرمین ہیں یہ ہے کہ اجماع کی سند اور بنیاد اگر قیاس ہے تو اسکے انعقاد کیلئے تمام مجتہدین کا مرجانا شرط ہے اور اگر اسکی سند اور بنیاد نص قطعی ہے تو اسکے انعقاد کیلئے تمام مجتہدین کا مرجانا شرط نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی میں بھی وہ اجماع منعقد شمار ہوگا۔

صاحبِ حسامی کہتے ہیں کہ اہل ہوئ اور خواہشات نفس کا اتباع کرنے والوں کو جس چیز کی وجہ سے ہوئ اور ضلالت کی طرف منسوب کیا گیا ہو اس چیز کے اجماع میں

ان کی مخالفت معتبر نہ ہوگی مثلاً جب صدیق اکبرؓ کی فضیلت پر اجماع منعقد ہوگیا تو اس میں روافض کی مخالفت معتبر نہ ہوگی یعنی ان کی مخالفت انعقاد اجماع کیلئے مضر نہ ہوگی کیونکہ روافض کو رفض کی طرف اسی لئے منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ ابوبکرؓ کی فضیلت تسلیم نہیں کرتے۔ ہاں اگر روافض نے فضیلت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی دوسرے مسئلہ میں مخالفت کی تو ان کی مخالفت کا اعتبار کیا جائے گا حتیٰ کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے اجماع منعقد نہ ہوگا اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر مجتہد مبتدع کی بدعت مفضی الی الکفر ہو تو یہ کافر کے مانند ہوگا اور اسکا قول معتبر نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا عقیدہ رکھنے والا اور روافض میں سے وہ لوگ جو قرآن میں تحریف کے قائل ہیں اور مستحق نبوت آنحضرت ﷺ کو نہ مان کر حضرت علیؓ کو مانتے ہیں اور اگر اسکی بدعت مفضی الی الکفر نہ ہو تو اس میں تین قول ہیں پہلا قول تو یہ ہے کہ اسکا قول مطلقاً معتبر نہ ہوگا دوسرا قول یہ ہے کہ اسکا قول مطلقاً معتبر ہوگا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اسکا قول خود اسکے حق میں تو معتبر ہوگا لیکن اسکے علاوہ کے حق میں معتبر نہ ہوگا یعنی اگر تمام مجتہدین نے کسی امر پر اتفاق کیا اور مجتہد مبتدع نے اس اتفاق کی مخالفت کی تو مجتہدین کا اتفاق اس پر تو حجت نہ ہوگا البتہ اسکے علاوہ پر حجت ہوگا شمس الائمہ نے فرمایا کہ صاحب بدعت اگر بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو لیکن خود بدعت میں مشہور ہو تو جس چیز کی وجہ سے اس کو مبتدع اور ضال کہا گیا ہے اس میں اسکا قول معتبر نہ ہوگا یعنی اس چیز میں اسکی مخالفت معتبر نہ ہوگی اور اجماع کیلئے مضر نہ ہوگی لیکن اسکے علاوہ دوسری چیزوں میں اسکا قول معتبر ہوگا اور اسکی مخالفت انعقاد اجماع کیلئے مضر ہوگی یہی چوتھا قول ہے اسی کے قائل صاحبِ حسامی ہیں۔

اجماع کے مراتب

اجماع کے چند مراتب ہیں اور ان کے درمیان اسی طرح تفاوت ہے جس طرح نصوص میں ظاہر، نص مفسر اور محکم کے مراتب میں تفاوت ہے خبر متواتر، مشہور اور خبر واحد کے مراتب میں تفاوت ہے الحاصل اجماع کی مختلف اقسام کے درمیان بھی مراتب کے اعتبار سے تفاوت ہے چنانچہ سب سے زیادہ قوی صحابہ کا تصریحی اجماع ہے اس طور پر کہ

تمام صحابہ نے زبان سے تصریح کرتے ہوئے کہا "اجمعنا علی کذا" ہم سب نے فلاں امر پر اجماع کرلیا اور اجماع کی یہ قسم سب سے زیادہ قوی اس لئے ہے کہ اس اجماع کے حجت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جماعت صحابہ میں اہل مدینہ بھی داخل ہیں اور عترت رسول بھی گویا یہ اجماع اہل مدینہ، عترت رسول اور صحابہ سب کی طرف سے منعقد کیا گیا ہے اور سب نے اسکی صراحت کردی ہے اور جب ایسا ہے تو یہ اجماع مفید یقین ہونے میں آیت اور خبر متواتر کے مانند ہوگا اور جس طرح آیت اور حدیث متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے اسی طرح اجماع کی اس قسم کا منکر بھی کافر ہوگا اجماع کی اس قسم کی مثال صدیق اکبر کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے کیونکہ خلافت صدیق پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور تمام صحابہ میں اہل مدینہ اور رسول اللہ ﷺ کے اقرباء بھی شامل ہیں، پھر دوسرے مرتبہ میں وہ اجماع ہے جو بعض حضرات صحابہ کی تصریح اور باقی کے سکوت سے ثابت ہوا ہو یعنی کسی مسئلہ کے حکم پر بعض حضرات صحابہ نے تصریح کی ہو اور پھر وہ حکم اس زمانے کے حضرات علماء کے درمیان پھیل گیا ہو اور غور وفکر کی مدت گذر گئی ہو اور کسی کی طرف سے مخالفت ظاہر نہ ہوئی ہو تو جمہور کے نزدیک یہ بھی اجماع کہلائے گا مگر اس کا نام اجماع سکوتی ہوگا اور یہ اجماع پہلی قسم کی بہ نسبت کم مرتبہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس اجماع کا منکر کافر نہیں ہوتا حالانکہ پہلی قسم کے اجماع کا منکر کافر ہے اس کے کم مرتبہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صریحی قول بھی تقریر حکم اور اثبات حکم پر دلالت کرتا ہے اور سکوت بھی اسپر دلالت کرتا ہے مگر صریحی قول کی دلالت زیادہ واضح ہوتی ہے اور سکوت کی دلالت کم واضح ہوتی ہے۔

پس چونکہ صریحی قول کی دلالت زیادہ واضح ہوتی ہے اسلئے تمام صحابہ کے صریحی قول سے جو اجماع منعقد ہوگا وہ اقوی ہوگا اور سکوت کی دلالت چونکہ کم واضح ہے اسلئے سکوت کے ذریعہ جو اجماع منعقد ہوگا وہ اسکی بہ نسبت کم رتبہ ہوگا اجماع سکوتی کے صحیح اور حجت ہونے پر جمہور کی دلیل یہ ہے کہ تمام مجتہدین کی طرف سے تکلم دشوار بھی ہے اور غیر معتاد بھی۔ بلکہ عادت یہ ہے کہ بڑے حضرات فتوی دیتے ہیں اور باقی سب اسکو

تسلیم کرتے ہیں پس اختلاف ظاہر کرنے سے ان کا سکوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھی اتفاق کرتے ہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو اہل علم اسکا حکم تلاش کرنے اور اجتہاد کرنے کی طرف دوڑتے ہیں اور جو حکم ان کے نزدیک حق ہوتا ہے اس کو ظاہر کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ لہٰذا جب ان میں سے کسی کی طرف سے کوئی اختلاف ظاہر نہیں ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب اس حکم پر راضی ہیں اور جب ایسا ہے تو ان کا یہ سکوت تصریح کے مرتبہ میں ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مجتہد پر یہ بات واجب ہے کہ اس کے نزدیک جو بات حق ہو اسکو وہ ظاہر کردے پس جب اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس پر دلیل ہے کہ یہ حکم اسکے نزدیک حق ہے کیونکہ حق سے سکوت حرام ہے اور یہ بات مجتہد سے خاص کر صحابہ سے بعید ہے کہ وہ حرام کا ارتکاب کریں حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک اجماع کی یہ قسم شرعاً اجماع نہیں ہے اور نہ یہ اجماع حجت ہے یہی قول علماء احناف میں سے عیسیٰ بن ابان کا ہے اور اسی کے قائل داؤد ظاہری اور بعض معتزلہ ہیں ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ سکوت ہمیشہ موافقت اور رضامندی کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ کبھی متکلم کی ہیبت کی وجہ سے انسان ساکت ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عول کے قائل تھے اور عول کہتے ہیں زیادۃ السھام علی الفریضۃ فتعول المسئلۃ الی سھام الفریضۃ فیدخل النقصان علی اھل الفریضۃ بقدر حصصھم کو (قواعد الفقہ)۔ جب آپ نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو تمام صحابہ نے آپ کی رائے کے سامنے سکوت کیا مگر آپ کی وفات کے بعد حضرت ابن عباس عول کا انکار کرنے لگے تو ان سے کہا گیا کہ آپ نے عمر کے زمانہ میں اپنا قول کیوں ظاہر نہ کیا اس پر ابن عباس نے کہا "کان رجلا مھیبا" عمر بڑے باہیبت اور بارعب آدمی تھے میں ان کی ہیبت کی وجہ سے اپنا قول ظاہر نہ کرسکا۔ کبھی آدمی اسلئے بھی سکوت اختیار کرلیتا ہے کہ قائل عمر یا مرتبہ یا علم وفضل میں اس سے بڑا ہے اور سکوت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ساکت رہنے والے صحابہ جہاد یا رعایا کے امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے غور وفکر نہ کرسکے ہوں پھر جب انھوں نے اس مسئلہ

میں غور وفکر کیا تو وہ کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر متفرق ہو گئے اور کبھی فتنہ اور فساد کے خوف کی وجہ سے بھی انسان سکوت اختیار کر لیتا ہے بہر حال ان احتمالات کے ہوتے ہوئے سکوت موافقت اور رضا مندی کی دلیل نہ ہوگا اور جب سکوت رضا مندی کی دلیل نہیں ہے تو اجماع سکوتی شرعی اجماع اور حجت شرعیہ بھی شمار نہ ہوگا ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ مذکورہ احتمالات اگر چہ عقلاً ممکن ہیں لیکن مجتہدین محققین کے احوال پر نظر کرتے ہوئے خلاف ظاہر ہیں لہٰذا ان احتمالات کا اعتبار نہ ہوگا اور رہا ابن عباس کا واقعہ تو وہ ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر حق کے سامنے سر خم کر دیا کرتے تھے اور بہت سے صحابہ نے بہت سے معاملات میں حضرت عمر سے برملا اختلاف کیا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ابن عباس حضرت عمر کی ہیبت کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے سراسر غلط ہے پھر تیسری مرتبہ میں تابعین یا بعد والوں کا ایسے حکم پر اجماع ہے جس حکم میں صحابہ کا اختلاف ظاہر نہ ہوا ہو یعنی تابعین نے جس حکم پر اجماع کیا ہے وہ حکم صحابہ کے درمیان مختلف فیہ نہ رہا ہو بلکہ اس حکم کے سلسلہ میں صحابہ کا کوئی قول ہی ظاہر نہ ہوا ہو۔ نہ موافق نہ مخالف۔ اور نہ مختلف فیہ جیسا کہ استصناع کی صحت پر تابعین کا اجماع ہے (استصناع کہتے ہیں سائی دیکر کسی چیز کو بنوانا کوئی چیز بنانے کیلئے یہ کہنا مثلاً کسی نے جوتا بنانے والے سے کہا میرے لئے جوتا بنا دو اس نے قیمت بتا دی معاملہ طے ہو گیا عقد بیع کے وقت مبیع کے معدوم ہونے کی وجہ سے یہ بیع جائز نہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن تابعین کے زمانے میں اس بیع کے جواز پر اجماع منعقد ہو گیا اور صحابہ کے زمانے میں صحابہ کی طرف سے نہ تو اس حکم استصناع کے موافق قول ظاہر ہوا اور نہ مخالف اور نہ ہی اس حکم میں صحابہ کے درمیان اختلاف رہا پس یہ اجماع خبر مشہور کے مرتبہ میں ہے اور خبر مشہور کی طرح مفید یقین تو نہیں ہے البتہ مفید طمانینت ہے طمانینت ظن سے تو بڑھکر ہے لیکن یقین سے کمتر ہے اجماع کی یہ قسم تیسرے مرتبہ پر اسلئے ہے کہ جو حضرات اجماع کا حق صرف صحابہ کو دیتے ہیں ان کے نزدیک صحابہ کے بعد والوں کا اجماع شرعی اجماع اور حجت شرعی نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو اجماع کی یہ قسم مختلف فیہ ہوئی۔ اور صحابہ کا اجماع متفق علیہ ہے اور یہ

بات مسلم ہے کہ مختلف فیہ متفق علیہ سے کمتر ہوتا ہے لہٰذا اجماع کی یہ قسم صحابہ کے اجماع سے کمتر اور کم رتبہ ہوگی۔ پھر چوتھے مرتبہ پر تابعین کا ایسے قول پر اجماع ہے جس قول میں صحابہ کے درمیان اختلاف رہ چکا ہو یعنی صحابہ کے زمانے میں کسی حکم کے سلسلہ میں دو قول تھے پھر تابعین نے ان میں سے ایک قول پر اجماع کرلیا مثلاً ام ولد کی بیع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہیں تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز تھی پھر عہد صحابہ کے بعد تابعین نے عدم جواز یعنی حضرت عمر کے قول پر اتفاق کرلیا اجماع کی یہ قسم سب سے کمتر اور کم رتبہ ہے چنانچہ اجماع کی یہ قسم خبر واحد کے مانند ہے اور خبر واحد کی طرح موجب عمل تو ہے لیکن موجب یقین نہیں ہے اجماع کی اس قسم کے سب سے کمتر ہونے کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے مصنف حسامی نے کہا ہے کہ اجماع کی اس قسم میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ بعض علماء مثلاً اصحاب ظواہر اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اجماع کی یہ قسم شرعی اجماع اور حجت نہیں ہے بلکہ حکم جس طرح اس اجماع سے پہلے اجتہادی اور مختلف فیہ تھا۔ اسی طرح اجماع کے بعد بھی اجتہادی اور مختلف فیہ رہے گا اور ہر شخص کیلئے اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ اس اجماع کو ترک کردے اور دوسرا قول جو اس اجماع کے خلاف ہے اس کو قبول کرلے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اجماع کی اس قسم میں پوری امت کا اتفاق حاصل نہیں ہوا اس طور پر کہ جس صحابی کے قول پر تابعین نے اجماع منعقد نہیں کیا ہے وہ صحابی اس اجماع کا مخالف ہوگا اور وہ مخالف صحابی اگرچہ وفات پاچکا ہے لیکن اس کی موت اس کے قول کو باطل نہیں کرتی ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی اس کا قول معتبر اور موجود رہتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باطل ہونا لازم آئیگا۔ الحاصل جب مخالف کی موت سے اسکا قول باطل نہ ہوا تو قول مجمع علیہ پر پوری امت کا اتفاق حاصل نہ ہوسکا حالانکہ اجماع کیلئے پوری امت کا اتفاق شرط ہے اور جب اجماع کی شرط نہیں پائی گئی تو اجماع بھی منعقد نہیں ہوا الحاصل یہ بات ثابت ہوگئی کہ اجماع کی یہ قسم اجماع نہیں ہے لیکن اکثر احناف اور اکثر شوافع اور خود مصنف حسامی کے نزدیک انعقاد اجماع کے لئے پوری

امت کا اتفاق شرط نہیں ہے بلکہ ہر زمانے کے علماء کا اجماع حجت ہے وہ حکم مجمع علیہ خواہ عہد صحابہ میں مختلف فیہ رہا ہو خواہ مختلف فیہ نہ رہا ہو دونوں صورتوں میں تابعین کا اجماع حجت ہے کیونکہ وہ دلائل جو اجماع کی حجیت پر دلالت کرتے ہیں عام ہیں اور دونوں کو شامل ہیں البتہ ان دونوں کے درمیان اتنا فرق ضرور ہے کہ وہ حکم جس پر تابعین نے اجماع کیا ہے اگر صحابہ کے درمیان مختلف فیہ نہ رہا ہو تو یہ اجماع حدیث مشہور کے مرتبہ میں ہوگا چنانچہ اس کا منکر ضال تو ہوگا لیکن شبۂ اختلاف کی وجہ سے کافر نہ ہوگا اور اگر صحابہ کے درمیان مختلف فیہ رہ چکا ہو تو یہ اجماع حدیث صحیح واحد کے مرتبہ میں ہوگا چنانچہ یہ اجماع موجب عمل تو ہوگا لیکن مفید یقین نہ ہوگا بلکہ مفید ظن ہوگا۔

صحابہ کے اجماع کو بعد والوں کی طرف نقل کرنے کی کیفیت اور نقل کے اعتبار سے اس کے مراتب کا بیان

صحابہ کے منعقد کردہ اجماع کے ہم تک منقول ہو کر آنے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ اسکو نقل کرنے پر ہر زمانے کے علماء کا اتفاق رہا ہو یعنی ہر زمانے کے علماء نے بالاتفاق اس اجماع کو نقل کیا ہو جیسا کہ صدیق اکبر کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے اور یہ اجماع ہم تک نقل متواتر کے ساتھ منقول ہو کر آیا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے تمام علماء نے اس کو نقل نہ کیا ہو بلکہ احاد اور افراد نے نقل کیا ہو یعنی تواتر کی تعداد سے کم تعداد نے اس کو نقل کیا ہو جیسا کہ عبیدہ سلمانی نے کہا ہے کہ ظہر سے پہلے کی چار رکعت کے مسنون ہونے پر۔ ایک بہن کی عدت میں اسکی دوسری بہن سے نکاح کے حرام ہونے اور خلوت صحیحہ کی وجہ سے مہر کے مؤکد ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے پہلی صورت میں اجماع صحابہ کا منقول ہو کر آنا ایسا ہوگا جیسا کہ حدیث متواتر کا منقول ہو کر آنا یعنی جس طرح حدیث متواتر موجب یقین اور موجب عمل ہوتی ہے اور اس کا منکر کافر قرار دیا جاتا ہے اسی طرح یہ اجماع بھی موجب یقین اور موجب عمل ہوگا اور اس کا منکر کافر ہوگا اور دوسری صورت میں اجماع صحابہ کا منقول ہو کر آنا ایسا ہوگا جیسا کہ

حدیث واحد صحیح کا منقول ہو کر آنا یعنی جس طرح حدیث واحد صحیح اپنی اصل کے اعتبار سے تو قطعی اور یقینی ہے کیونکہ وہ معصوم نبی کی طرف منسوب ہے لیکن چونکہ خبر احاد کے ساتھ منقول ہو کر آتی ہے اس لئے یہ حدیث ظنی ہوگی، موجب عمل ہوگی اور اس کا منکر کافر نہ ہوگا اسی طرح مذکورہ اجماع اپنی اصل کے اعتبار سے قطعی اور یقینی ہوگا کیونکہ خطاء سے معصوم امت کی طرف منسوب ہے مگر چونکہ خبر احاد کے ساتھ منقول ہو کر آیا ہے اسلئے یہ اجماع ظنی ہوگا، موجب عمل ہوگا اور اسکا منکر کافر نہ ہوگا البتہ قیاس کے ساتھ متعارض ہونے کی صورت میں یہ اجماع اکثر علماء کے نزدیک قیاس پر مقدم ہوگا جیسا کہ حدیث واحد صحیح، قیاس پر مقدم ہوتی ہے کیونکہ جمہور علماء کے مذہب کے مطابق قیاس اپنی اصل کے اعتبار سے ظنی ہوتا ہے اور اجماع اور حدیث واحد صحیح اپنی اصل کے اعتبار قطعی ہوتے ہیں اور قطعی ظنی پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا اجماع اور حدیث واحد صحیح، قیاس پر مقدم ہوں گے۔

قیاس کی قسموں کا بیان

قیاس کی تحقیق اور اسکی شرعی حیثیت پر بحث کرنے سے پہلے ہم یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قیاس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) قیاس لغوی (۲) قیاس شبہی (۳) قیاس عقلی (۴) قیاس شرعی

قیاس لغوی وہ قیاس ہے جس میں ایک اسم ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف کسی علت مشترکہ کی وجہ سے متعدی ہو جائے جیسے لفظ خمر، مخامرۂ عقل کی علت کی وجہ سے تمام حرام شرابوں کیلئے بولا جاتا ہے قیاس شبہی یہ ہے کہ ''حکم، علت مشاکلت فی الصورت کی وجہ سے ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف متعدی ہو جائے جیسے کوئی قعدہ اخیرہ کی عدم فرضیت پر استدلال کرتا ہوا کہے کہ قعدہ اخیرہ چونکہ شکل وصورت میں قعدہ اولیٰ کے مانند ہے اور قعدہ اولیٰ فرض نہیں ہے لہٰذا قعدہ اخیرہ بھی فرض نہ ہوگا قیاس عقلی وہ قول ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جنکے تسلیم کر لینے کے بعد ایک دوسرے قول کا تسلیم کرنا لازم ہو جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث کو تسلیم کرنے کے بعد العالم حادث کا

تسلیم کرنا لازم ہے قیاس شرعی وہ قیاس ہے جو کتاب اللہ یا حدیث رسول یا اجماع سے ماخوذ ہو، قیاس کی ان چار قسموں میں سے ہم صرف قیاس شرعی کو حجت شرعی قرار دیتے ہیں باقی تین قسموں کو حجت شرعی قرار نہیں دیتے پس ہم آئندہ سطروں میں جس قیاس کے حجت شرعی ہونے پر دلائل پیش کریں گے اس سے ہماری مراد قیاس شرعی ہوگا نہ کہ قیاس کی باقی تین قسمیں۔ قیاس شرعی چونکہ اصول ثلثہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سے ماخوذ اور مستنبط ہوتا ہے اسلئے ہم پہلے ان تینوں کی نظیریں پیش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اس قیاس کی نظیر جو کتاب اللہ سے ماخوذ ہے یہ ہے کہ حالت حیض میں وطی کی حرمت نص کتاب سے ثابت ہے چنانچہ باری تعالی کا ارشاد ہے۔ يسئلونك عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض و لاتقربوهن حتى يطهرن۔ (پ۲ رکوع ۱۲) لوگ تجھ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں تو کہدے وہ گندگی ہے سوتم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک وہ پاک نہ ہولیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالتِ حیض میں حرمتِ وطی کی علت ''اذی''، یعنی گندگی ہے اور یہ علت، لواطت میں بھی موجود ہے کیونکہ محل لواطت یعنی دبر پائخانہ اور نجاست غلیظہ کا محل ہے پس جب لواطت اور حالت حیض میں وطی، دونوں، علتِ اذی میں شریک ہیں تو حالت حیض میں وطی کی حرمت پر لواطت کی حرمت کو قیاس کیا گیا یعنی حالت حیض میں وطی کی حرمت نص کتاب سے ثابت ہے اور لواطت کی حرمت قیاس سے ثابت ہے اور اس قیاس کی نظیر جو حدیث سے ماخوذ ہے یہ ہے کہ حدیث سے چھ چیزوں کی بیع بجنسہ میں تفاضل کی حرمت ثابت ہے وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) گندم (۲) جو (۳) کھجور (۴) نمک (۵) سونا (۶) چاندی۔

احناف کے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے پس یہ علت چونکہ چونہ میں بھی موجود ہے اسلئے چونہ کی بیع بجنسہ میں بھی تفاضل حرام ہوگا الحاصل چونہ کی بیع بجنسہ میں تفاضل کی حرمت مذکورہ چھ چیزوں کی حرمت پر قیاس کرتے ہوئے ثابت ہوئی ہے اس قیاس کی نظیر جو اجماع سے ماخوذ اور مستفاد ہے یہ ہے کہ موطوہ باندی کی ماں کا واطی

پر حرام ہونا اجماع سے ثابت ہے اور حرمت کی، علت، جزئیت اور بعضیت ہے یعنی وطی کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ چونکہ واطی اور مؤطوءَ دونوں کا جز ہے اسلئے اس بچہ کے واسطہ سے واطی اور موطوءَ کے درمیان بھی جزئیت اور اتحاد پیدا ہوگا یعنی موطوءَ، واطی کا جز ہوگی اور واطی،، موطوءَ کا جز ہوگا اور اس جزئیت اور اتحاد کی وجہ سے واطی کے اصول اور فروع موطوءَ پر اور موطوءَ کے اصول اور فروع واطی پر حرام ہو جائیں گے۔ کیوں کہ انسان اپنے جز پر حرام ہوتا ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ جب واطی، موطوءَ کا جز ہے اور موطوءَ واطی کا جز ہے اور جز اپنے جز پر حرام ہوتا ہے تو واطی کو موطوءَ پر اور موطوءَ کو واطی پر حرام ہونا چاہئے تھا حالانکہ واطی، موطوءَ پر، اور موطوءَ واطی پر حرام نہیں ہوتے تو اسکا جواب یہ ہوگا کہ قیاس کا تقاضہ تو یہ ہی ہے کہ واطی، موطوءَ، پر اور موطوءَ واطی پر حرام ہو جائے لیکن اس جگہ ضرورۃً قیاس کو ترک کر دیا گیا ہے، بہر حال موطوءَ باندی، کی ماں واطی پر جزئیت اور بعضیت کی وجہ سے حرام ہے اور یہ علت مزنیہ کی ماں میں بھی پائی جاتی ہے لہٰذا مزنیہ کی ماں بھی زانی پر حرام ہوگی۔ الحاصل موطوءَ باندی کی ماں کی حرمت واطی پر اجماع سے ثابت ہے اور مزنیہ کی ماں کی حرمت زانی پر قیاس سے ثابت ہے۔

ان سطروں کے بعد عرض ہے کہ قیاس کے سلسلہ میں چند چیزیں قابل ذکر ہیں (۱) قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف (۲) قیاس کی حجیت پر قرآن وحدیث اور علماء و اسلاف کے اقوال سے استدلال (۳) قیاس کی شرط یعنی وہ چیز جس پر قیاس کی صحت موقوف ہے (۴) قیاس کا رکن، رکن سے مراد وہ علت ہے جو اصل اور فرع کے درمیان وصف جامع ہو (۵) قیاس کا حکم یعنی وہ اثر جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے۔

قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف

پہلی چیز کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کے لغوی معنیٰ میں دو قول ہیں علامہ ابن حاجب فرماتے ہیں کہ قیاس کے لغوی معنیٰ مساوات اور برابری کے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے فلان یقاس بفلان فلاں فلاں کے مساوی اور برابر ہے اور اکثر علماء، کی رائے ہے کہ قیاس کے لغوی معنیٰ اندازہ کرنے کے ہیں کہا جاتا ہے قسست الارض بالقصبة میں نے

بانس سے زمین کا اندازہ کیا یعنی اسکو ناپا قاس الطبیب قعر الجرح "طبیب نے زخم کی گہرائی کا اندازہ کیا یعنی اس کو ناپاقس النعل بالنعل ایک جوتے کا دوسرے جوتے کے ساتھ اندازہ کر، ایک جوتے کو دوسرے جوتے کی نظیر اور مثل بنا، اکثر علماء کہتے ہیں کہ تقدیر اور اندازہ کرنا چونکہ ایسی دو چیزوں کا تقاضہ کرتا ہے جن میں سے ایک دوسرے کی طرف مساوات کیساتھ منسوب ہو اسلئے لفظ قیاس بمعنیٰ تقدیر، مساوات کے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا۔ الحاصل ابن حاجب اور اکثر علماء کے اقوال کا مآل ایک ہے۔

اصطلاح شرع میں قیاس کی چند تعریفیں کی گئی ہیں چنانچہ بعض حضرات نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے تعدیۃ الحکم من الاصل الی الفرع حکم کو اصل سے فرع کیطرف منتقل اور متعدی کرنا لیکن یہ تعریف درست نہیں ہے کیونکہ حکم اصل کیلئے وصف ہے اور اوصاف کا منتقل ہونا محال ہے اس اعتراض سے بچنے کیلئے بعض حضرات نے یہ تعریف کی ہے ھو ابانۃ مثل حکم احد المذکورین بمثل علۃ فی الآخر۔ اس تعریف میں آخر سے مراد فرع ہے اور احد المذکورین سے مراد اصل ہے یعنی اصل کی علت کی طرح علت کے پائے جانے کی وجہ سے فرع میں اصل کے حکم کے مثل حکم ظاہر کرنے کا نام قیاس ہے مطلب یہ ہے کہ جب فرع مقیس میں اصل (مقیس علیہ) کی علت کے مانند علت پائی جائے گی تو اس علت کی وجہ سے فرع میں اصل کے حکم کے مانند حکم ظاہر کر دیا جائے گا۔ اور اسی کا نام قیاس ہوگا اس تعریف میں اثبات کی جگہ ابانت کا لفظ اسلئے ذکر کیا گیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ قیاس مثبتِ حکم نہیں ہے بلکہ مظہرِ حکم ہے مثبت تو اللہ تعالی ہیں اور حکم اور علت سے پہلے مثل کا لفظ اسلئے ذکر کیا گیا ہے تا کہ اوصاف کے منتقل ہونے کا قائل ہونا لازم نہ آئے کیونکہ اگر مثل کا لفظ ذکر نہ کیا جاتا تو اصل کے حکم کا فرع کی طرف منتقل ہونا لازم آتا اور علت کا اصل سے فرع کیطرف منتقل ہونا لازم آتا حالانکہ حکم اور علت دونوں اوصاف کے قبیلہ سے ہیں اور اوصاف کا منتقل ہونا باطل ہے۔

اور مذکورین کا لفظ اسلئے ذکر کیا گیا ہے تا کہ یہ تعریف قیاس بین الموجودین

اور قیاس بین المعد ومین دونوں کو شامل ہو جائے قیاس بین المعدومین کی مثال جنون کی وجہ سے عدیم العقل کو صغر کی وجہ سے عدیم العقل پر اس حکم میں قیاس کرنا کہ جس طرح صغر کی وجہ سے عدیم العقل سے خطاب الٰہی ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح جنون کی وجہ سے عدیم العقل سے بھی خطاب الٰہی ساقط ہو جائے گا۔

مصنف حسامی نے فقہاء کا حوالہ دیکر ایک تیسری تعریف ذکر کی ہے چنانچہ فرمایا ہے الفقهاء اذااخذواحكم الفرع من الاصل سموا ذلك قياسا لتقديرهم الفرع بالاصل فى الحكم و العلة۔ یعنی فقہا نے جب فرع کا حکم اصل سے لیا یعنی فرع کے اندر اصل کے حکم کے مثل حکم کو ظاہر کیا تو انہوں نے اس لینے اور ظاہر کرنے کو قیاس کے نام کے ساتھ موسوم کیا کیونکہ انھوں نے حکم اور علت میں فرع کا اصل کیساتھ اندازہ اور موازنہ کیا ہے حاصل یہ کہ فرع (مقیس) کے اندر اصل (مقیس علیہ) کی علت کے موجود ہونے کی وجہ سے فرع کو اصل کے ساتھ ملحق کرنے کا نام قیاس ہے

قیاس کے حجت شرعی ہونے میں اختلاف کا بیان

دوسری چیز قیاس کا حجت شرعی ہونا ہے سو اس بارے میں عامۃ العلماء کا مذہب یہ ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے اور موجب عمل ہے لیکن روافض، خوارج، بعض معتزلہ اور اس زمانے کے غیر مقلدین قیاس کے حجت شرعی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

منکرین قیاس کے دلائل اور ان کا جواب

منکرین قیاس اپنے قول پر تین دلیلیں پیش کرتے ہیں پہلی دلیل باری تعالی کا قول "نزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شئى" ہے ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور ایک جگہ ہے "و لارطب و لايابس الافى كتاب مبين" یعنی رطب ویابس ہر چیز کتاب اللہ میں موجود ہے منکرین قیاس کہتے ہیں کہ جب ہر چیز کتاب اللہ میں موجود ہے تو قیاس کی کیا ضرورت ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ بنو اسرائیل ایک زمانے تک راہ راست پر رہے یہاں تک

کہ فتوحات کی وجہ سے جب ان میں قیدیوں کی نسل بڑھی تو انھوں نے موجودہ احکام پر غیر موجود احکام کو قیاس کرنا شروع کر دیا جس سے وہ خود تو گمراہ ہوئے ہی دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا قیاس کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنواسرائیل کی مذمت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی نہیں ہے تیسری دلیل یہ ہے کہ قیاس کی بنیاد چونکہ عقل پر ہوتی ہے اسلئے اس کی اصل ہی میں شبہ ہے کیونکہ یقینی طور پر کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس حکم کی علت وہ ہی ہے۔ جس کو ہم نے قیاس سے نکالا ہے پس جب قیاس کی اصل ہی میں شبہ ہے تو قیاس حجت شرعی کیسے ہو سکتا ہے ہماری طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قیاس سے مستقل طور پر علیحدہ کوئی حکم ثابت نہیں کیا جاتا ہے بلکہ قرآن میں جو احکام مذکور ہیں قیاس ان کو ظاہر کرتا ہے یعنی قیاس مثبت احکام نہیں ہوتا بلکہ مظہر احکام ہوتا ہے اور جب ایسا ہے تو قرآن میں ہر چیز موجود ہونے کے باوجود قیاس کی ضرورت ہے اور قیاس قرآن کے منافی نہیں ہے دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ بنواسرائیل کا قیاس سرکشی اور عناد کے طور پر تھا۔ اسلئے ان کی مذمت کیگئی ہے اور ہم جس قیاس کے قائل ہیں وہ احکام شرعیہ کے اظہار کے لئے ہے لہٰذا ہمارا قیاس مذموم نہ ہوگا تیسری دلیل کا جواب یہ کہ علت میں شبہ کا ہونا اگرچہ، علم ویقین کے منافی ہے لیکن عمل کے منافی نہیں ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ عمل واجب ہو اور علم یقینی حاصل نہ ہو۔

قائلین قیاس کے دلائل

عامۃ العلماء کی دلیل باری تعالی کا ارشاد "فاعتبروا یا لولی الابصار" ہے اعتبار کہتے ہیں شئی کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا اور اسی کا نام قیاس ہے گویا اس آیت میں شئی کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے یعنی قیاس کا امر کیا گیا ہے پس جب اس آیت میں قیاس کا امر کیا گیا ہے تو قیاس کا حجت ہونا خود بخود ثابت ہو گیا ورنہ امر کا عبث ہونا لازم آئے گا۔

دوسری دلیل حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعث معاذاً الی الیمن قال علیہ السلام لِمَ تقضی یا معاذ قال بکتاب اللہ قال فان لم تجد قال بسنۃ رسول اللہ قال فان لم تجد قال

اجتهد برائی فقال علیه السلام الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضی رسوله۔ (ابوداؤد ج۲ ص ۵۰۵)

رسول اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو دریافت کیا اے معاذ تم لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کس چیز سے کروگے انہوں نے جواب دیا کتاب اللہ سے آپ نے سوال کیا اگر تم کتاب اللہ میں حکم نہ پاؤ تو کس چیز سے فیصلہ کروگے انہوں نے جواب دیا سنت رسول سے آپ نے پھر پوچھا اگر تم سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو کیا کروگے عرض کیا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اجتہاد نام ہے قیاس کا یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اسی بات کی توفیق دی جس سے اسکا رسول خوش ہے ملاحظہ فرمایئے اگر قیاس حجت شرعی نہ ہوتا تو آپ ﷺ معاذ کا قول اجتهد برأی فوراً رد کردیتے لیکن آپ نے رد نہیں فرمایا بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاذ کے قول کو رد نہ فرمانا بلکہ اللہ کا شکر اداء کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے حدیث معاذ پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کا قول۔ فان لم تجد فی کتاب الله ۔ قرآن کی آیت۔ مافرطنا فی الکتاب من شئی ۔ کے معارض ہے کیونکہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حکم اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب اللہ میں موجود نہ ہو اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ میں نہ پانے سے اس میں موجود نہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ کتاب اللہ ہی کے اندر موجود احکام جو ظاہر نظر سے معلوم نہیں ہوتے بذریعہ قیاس ان کا استنباط کیا جاتا ہے تیسری دلیل بخاری اور مسلم کی حدیث ہے۔ عن عبدالله بن عمرو ابی هریرة قالاقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذاحکم الحاکم فاجتهدواصاب فله اجران واذاحکم الحاکم فاجتهدواخطاء فله اجرواحد ۔ جب حاکم حکم کرے اور اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچ جائے تو اسکے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کر کے حکم کرے اور خطاء کرے تو اسکے لئے ایک اجر ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد کو بصورت صواب

دو اجر ملیں گے ایک اجتہاد کرنے کا اور ایک صواب کا اور اگر مجتہد کو استنباط میں خطا واقع ہو گئی تو ایک اجر اجتہاد کا ملے گا اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ اجتہاد ہی کا نام قیاس ہے پس اجتہاد اور قیاس پر ثواب اور اجر کا وعدہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے اور شریعت اسلام نے اسکا اعتبار کیا ہے ہے چوتھی دلیل بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ہے عن ابن عباس قال اتی رجل النبی صلی الله علیه وسلم فقال ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی صلی الله علیه وسلم لو کان علیها دین اکنت قاضیه قال نعم قال فاقض دین الله فهو احق بالقضاء۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے ایک آدمی دربار رسالت میں حاضر ہو کر کہنے لگا میری بہن نے حج کرنے کی نذر کی تھی لیکن وہ مر گئی آنحضور ﷺ نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا کیا تو ادا کرتا کہا، ہاں، پس خدا کا دَین ادا کر کیونکہ وہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔ ملاحظہ کیجئے اللہ کے نبی نے اس شخص کو قیاس ہی کے ذریعہ سمجھایا کہ جب بندے کا قرض اداء کیا جا سکتا ہے تو اللہ کا قرض بدرجہ اولی اداء کرنا چاہئے۔ پانچویں دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا وہ خط ہے جو حضرت ابو موسی اشعری کو تحریر فرمایا ہے چنانچہ بیہقی اور دار قطنی میں ہے الفهم الفهم فیا یختلج فی صدرك مما لم یبلغك فی الکتاب والسنة اَعرفِ الاشباه والامثال ثم قس الامور عند ذالك فاعمد الی احبها الی الله واشبهها بالحق فیما تری (الحدیث) سمجھ سمجھ کر چلنا اس میں جو کہ خلجان کرے تمہارے قلب میں اس شئی کے بارے میں جو نہیں پہنچی تم کو کتاب اللہ اور حدیث میں۔ اشباہ اور امثال کو پہچانو پھر اس وقت امور کو قیاس کرو۔ پس قصد کرو ان چیزوں میں سے اس کا جو اللہ کے نزدیک محبوب تر ہو۔ اور حق کے مشابہ ہو ان چیزوں میں جن کو تم دیکھتے ہو۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ امور دینیہ میں قیاس کرنا مشروع ہے اور قیاس حجت شرعی ہے چھٹی دلیل ابوداؤد کی یہ حدیث ہے عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی علیه وسلم العلم ثلثة آیة محکمة وسنة قائمة اوفریضة عادلة وماسوا ذالك فهو فضل۔ عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علم تین

ہیں ایک آیت محکمہ دوم حدیث صحیح سوم احکام اجتہادی کہ وہ وجوب عمل میں قرآن و حدیث کے مانند ہیں اور اس کے سوا فضول ہے اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسائل قیاسیہ جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہوں انہیں کے حکم میں ہیں اور جب ایسا ہے تو قرآن وسنت کیطرح وہ بھی حجت شرعی ہے۔

ساتویں دلیل بخاری اور مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے بنوقریظہ کی طرف ایک لشکر روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا لا یصلین احد العصر الافی بنی قریظة کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ میں پس لشکر بنوقریظہ کیطرف روانہ ہوا تو راستہ میں غروب کا وقت قریب آ گیا صحابہ کی ایک جماعت نے ظاہرِ ارشاد پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کو بنوقریظہ سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ منع فرمایا ہے لہٰذا ہم راستہ میں نماز نہیں پڑھیں گے چاہے نماز قضاء ہو جائے اور ایک جماعت نے کہا کہ آپ کی غرض جلدی چلنے اور جلدی پہنچنے کی ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ راستہ میں نماز نہ پڑھنا اسلیئے ہم کو نماز پڑھ لینی چاہئے نماز کو قضاء نہیں کرنا چاہئے چنانچہ ان حضرات نے راستہ میں نماز پڑھی۔ جب آپ کو معلوم ہوا آپ نے دونوں کو کچھ نہیں فرمایا بلکہ دونوں کی تقریر فرمائی ملاحظہ کیجئے اس موقعہ پر صحابہ کی ایک جماعت نے ظاہرِ ارشاد پر عمل کیا اور دوسری جماعت نے ظاہرِ ارشاد کے خلاف اپنی عقل اور سمجھ یعنی قیاس پر عمل کیا لیکن آنحضرت ﷺ نے اس جماعت پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے۔

آٹھویں دلیل عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فذکرله ذالك فقال اصبت فاجنب آخر فتیمم وصلی فاتاه فقال نحو ماقال الآخر یعنی اصبت اخر جه النسائی ۔ طارق سے روایت ہے ایک شخص جنبی ہو گیا اس نے نماز نہیں پڑھی پھر اس نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر اس قصہ کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا پھر دوسرا شخص جنبی ہوا اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی وہ بھی حاضر خدمت ہوا آپ نے اسکو بھی وہی جواب دیا جو دوسرے کو دے چکے تھے۔ یعنی تو نے ٹھیک کیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجتہاد اور قیاس جائز

ہے کیونکہ ان دونوں کو اگر نص معلوم ہوتی تو عمل کے بعد سوال کی ضرورت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد اور قیاس پر عمل کر کے آپ کو اطلاع دی تھی۔ اور آپ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔ اور شارع کا کسی امر کو سنکر انکار اور رد نہ کرنا اسکی صحت کی دلیل ہے پس ثابت ہوا کہ عہد رسالت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپ نے اسکو جائز رکھا اور جب ایسا ہے تو قیاس کے جائز اور حجت شرعی ہونے میں کیا شبہ ہے یہ خیال رہے کہ دونوں کو آپ کا یہ فرمانا کہ ''ٹھیک کیا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حکم ظاہر ہونے کے بعد بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے چاہے تیمم نہ کرے خواہ نماز پڑھے خواہ نماز نہ پڑھے

نویں دلیل عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذالك النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذی منعتنی من الاغتسال وقلت انی سمعت الله عزوجل یقول لاتقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما فضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یقل شیئا (اخرجه ابوداؤد)

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوۃ السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات میں احتلام ہو گیا اور مجھکو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا پس تیمم کر کے میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی ان لوگوں نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی میں نے آپ کو اس امر کی اطلاع دی جو غسل سے مانع تھا اور عرض کیا میں نے حق تعالی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے لا تقتلوا انفسکم اپنی جانوں کو قتل مت کرو۔

اللہ تم پر مہربان ہے پس رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔ یہ حدیث بھی صراحتاً اجتہاد اور قیاس کے جواز پر دلالت کرتی ہے چنانچہ دریافت کرنے پر حضرت

عمرو نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کردی اور آپ نے اسکو جائز رکھا

دسویں دلیل عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیا ثم وجدا ماء فی الوقت فتوضاء احدهما وعاد لصلوته ماکان فی الوقت ولم یعد الآخر فسألا النبی صلی الله علیه وسلم فقال للذی لم یعد اصبت السنة واجزأتك وقال للآخر اماانت فلك مثل سهم (نسائی)

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ دوشخصوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر ہی پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کرلیا اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی پھر دونوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپ نے فرمایا تو نے سنت کے موافق عمل کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہوگئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو ثواب کا پورا حصہ مل گیا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا۔

ملاحظہ کیجئے مذکورہ دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور صاحب شریعت ﷺ نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی۔ البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح سو یہ تو ہمارا عین مذہب ہے المجتهد یخطی ویصیب مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر کیوں عمل کیا ہے الحاصل یہ حدیث بھی قیاس کے جواز اور اسکے حجت شرعی ہونے پر دلالت کرتی ہے

گیارہویں دلیل عن سالم قال سئل ابن عمر عن أجل یکون له علی رجل دین الی اجل فیضع عنه صاحب الحق لیعجل الدین فکره ذالك ونهی عنه (اخرجه مالك)

حضرت سالم سے روایت ہے کہ ابن عمر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعادی دین واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے اس شرط کیساتھ معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اسکا دین دیدے آپ نے اسکو ناپسند کیا اور اس سے منع کیا چونکہ اس مسئلہ میں کوئی صریح مرفوع حدیث نہیں ہے اسلئے یہ ابن عمر کا قیاس ہی

کہلائیگا بہرحال ابن عمر کے اس فتوی سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہوتا ہے

بارہویں دلیل عن مالك انه بلغه ان عمر رضي الله عنه سئل في رجل اسلف طعاما على ان يعطيه اياه في بلد آخر فكره ذالك عمر وقال فاين كراء الحمل

امام مالک سے مروی ہے ان کو خبر پہنچی کہ حضرت عمر سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں اداء کرے حضرت عمر نے اس کو ناپسند کیا اور یہ فرمایا بار برداری کا کرایہ کہاں گیا اس مسئلہ میں بھی چونکہ کوئی حدیث مرفوع موجود نہیں ہے اسلئے یہ جواب بھی قیاس سے تھا۔

الحاصل اس واقعہ سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

تیرہویں دلیل عن ابی هريرة قال قال رسو ل الله ﷺ توضووا مما مست النار ولو من ثورا قط فقال ابن عباس يا ابا هريرة فانا ند هن بالدهن وقد سخن بالنار و نتوضاء بالماء وقد سخن بالنار (طحاوی)

ابوہریرہ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے آگ میں پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کیا کرو۔ اگرچہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو ابن عباس نے کہا ابوہریرہ ہم گرم تیل بدن پر لگاتے ہیں اور گرم پانی سے وضو کرتے ہیں اس کے بعد بھی وضو کیا کریں ملاحظہ کیجئے ابن عباس نے ابوہریرہ کے خلاف قیاس کے ذریعہ حجت پیش کی ہے اور ابن عباس کا شمار فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے ہے لہٰذا اس سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہو گیا۔

چودھویں دلیل اسی طرح مس ذکر کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعد، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنھم نے ذکر کو ناک کان، ران اور دوسرے اعضاء پر قیاس کیا ہے اور مس ذکر کو غیر ناقض وضو قرار دیا ہے چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ مس ذکر ناقض وضو ہے یا نہیں حضرت علی نے فرمایا ما ابالی انفي مسست او اذني او ذكري میں پرواہ نہیں کرتا میں اپنی ناک کو مس کروں یا کان کو یا ذکر کو یعنی جس طرح کان ناک کے مس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح ذکر کو مس کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ ابن مسعود نے فرمایا ما ابالی ذكري مسست في

الصلوٰة او اذنی او انفی حضرت حذیفہ نے فرمایا مالابالی ایاہ مسست او انفی حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا انما ھو بضعة منك مثل انفی او انفك حضرت سعد سے جب ایک شخص نے کہا میں نے نماز میں اپنے ذکر کو مس کر لیا ہے تو اس کے جواب میں حضرت سعد نے فرمایا اقطعه انما ھو بضعة منك اس کو کاٹ دے اللہ کے بندے وہ بھی تیرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ (طحاوی)

ملاحظہ کیجئے! ان اجلہ صحابہ نے ذکر کو بدن کے دوسرے اعضاء پر قیاس کیا ہے اور مس ذکر سے عدم نقض وضو کا حکم دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ بھی قیاس کرتے تھے۔

پندرہویں دلیل: اسی طرح جب ایک جماعت ایک شخص کو عمداً قتل کرے تو اس جماعت سے قصاص لینے میں شک تھا لیکن جب حضرت علی نے کہا کہ اگر ایک جماعت چوری میں شریک ہو تو سب کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے پس اس پر قیاس کا تقاضہ ہے کہ پوری جماعت سے قصاص لیا جائے حضرات صحابہ نے اسی قیاس کی طرف رجوع کیا اور پوری جماعت سے قصاص کے قائل ہو گئے۔

سولہویں دلیل: اسی طرح حضرت عمر نے سوال کیا کہ اگر روزے دار بیوی کا بوسہ لیلے تو کیا روزہ ٹوٹ جائیگا آنحضور ﷺ نے فرمایا بتاؤ اگر تم پانی سے کلی کر کے پھر پانی منہ سے باہر ڈالدو تو کیا تم کو اس سے کچھ نقصان ہوگا کہا نہیں۔

سترہویں دلیل: اسی طرح حضرت ابوبکر نے اولاً نانی کو تو میراث دلائی لیکن دادی کو محروم کیا مگر جب بعض انصار نے دادی کو نانی پر قیاس کر کے اس کو بھی میراث کا حقدار قرار دیا تو صدیق اکبر نے اس قیاس کیطرف رجوع کر کے دونوں کو میراث میں شریک کیا اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے قیاس کا جواز معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبر نے جامع العلم میں تحریر کیا ہے لا خلاف بین فقھاء الامصار وسائر اھل السنة فی نفی القیاس فی التوحید واثباته فی الاحکام الاداؤد انه نفاہ فیھا جمیعاً۔ تمام فقہاء امصار اور تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ توحید میں تو قیاس

ثابت نہیں ہے البتہ احکام میں ثابت ہے سوائے داؤد ظاہری کے کیونکہ انھوں نے دونوں میں قیاس کی نفی کی ہے۔

صحت قیاس کی شرطوں کا بیان

تیسری چیز قیاس کی شرط ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کی چار شرطیں ہیں ان میں دو عدمی ہیں اور دو وجودی ہیں عدمی شرطوں میں سے پہلی یہ ہے کہ اصل کا حکم اصل کے ساتھ کسی نص کی وجہ سے خاص نہ ہو یعنی مقیس علیہ کے ساتھ اس کا حکم کسی نص کی وجہ سے خاص نہ کیا گیا ہو چنانچہ اگر مقیس علیہ کا حکم مقیس علیہ کے ساتھ کسی نص کی وجہ سے خاص کردیا گیا تو اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا جیسے تن تنہا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قبول ہونا نص کی وجہ سے کرامۃً حضرت خزیمہ کی خصوصیت ہے لہذا ان پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے وہ دوسرا شخص رتبہ میں خواہ ان کے برابر ہو خواہ ان سے بڑھ کر ہو چنانچہ خلفاء راشدین میں سے بھی کسی کی شہادت تن تنہا قبول نہ ہوگی اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹنی خریدی اور اس کو ثمن ادا کردیا اس کے بعد اعرابی نے ثمن وصول کرنے سے انکار کردیا اور دوبارہ ثمن کا تقاضہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ثمن ادا کرچکا ہوں اس نے گواہوں کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا وہ معاملہ تو میرے اور تمہارے درمیان تنہائی میں ہوا ہے جہاں کوئی نہیں تھا گواہ کہاں سے لائے جائینگے، حضرت خزیمہ نے یہ گفتگو سنکر کہا اے رسول خدا میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ نے اس کی اونٹنی کی پوری قیمت ادا کردی ہے آپ نے از راہ تعجب فرمایا خزیمہ تم تو اسوقت موجود نہیں تھے پھر کس طرح میرے حق میں گواہی دے رہے ہو:۔

خزیمہ نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم آسمان اور غیب کی عظیم الشان خبروں میں آپ کو سچا جانتے ہیں تو یہ اونٹنی اور اس کی حقیر قیمت کی کیا حقیقت ہے کہ اس کی ادائیگی کی بابت ہم آپ کی تصدیق نہ کریں آپ نے خوش ہوکر فرمایا من شهد له خزيمه فهو حسبه خزیمہ جس کے حق میں تنہا گواہی دیدیں تو اس کی گواہی کافی ہے

یہ خزیمہ کا اعزاز واکرام ہے کہ اللہ کے رسول نے ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیدیا ورنہ گواہی معتبر ہونے کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں جیسا کہ باری تعالی کا ارشاد ہے واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان اور ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے واشھدوا ذوی عدل منکم۔ پس جب ایک آدمی کی گواہی کا معتبر ہونا حضرت خزیمہ کی خصوصیت ہے تو خزیمہ پر دوسرے لوگوں کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا وہ دوسرے لوگ مرتبہ میں خواہ خزیمہ کے برابر ہوں خواہ ان سے بڑھ کر ہوں۔

دوسری عدمی شرط یہ ہے کہ اصل ومقیس علیہ من کل وجہ خلاف قیاس نہ ہو اور اس کے معنی بالکل غیر معقول نہ ہوں کیونکہ جب اصل (مقیس علیہ) خود ہی خلاف قیاس اور غیر معقول ہوگا تو اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کرنا کیسے درست ہوگا جیسے صلوٰۃ کاملہ یعنی رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو کا ٹوٹنا خلاف قیاس حدیث سے ثابت ہے حدیث یہ ہے امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ضحک منکم فی الصلوٰۃ ان یعید الوضوء والصلوٰۃ۔ (رواہ البیھقی والطبرانی فی الکبیر)

سنو جو شخص تم میں سے نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسا وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے نماز کے دوران قہقہہ کا ناقض وضو ہونا خلاف قیاس اس لئے ہے کہ وضو خروج نجاست سے ٹوٹتا ہے اور قہقہہ نجاست نہیں ہے لہذا قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ ناقض وضو نہ ہو جیسا کہ نماز کے علاوہ میں قہقہہ ناقض وضو نہیں ہے۔ لیکن حدیث کی وجہ سے صلاۃ کاملہ میں قہقہہ کو خلاف قیاس ناقض وضو قرار دیا گیا ہے اور جب صلوۃ کاملہ یعنی رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ، خلاف قیاس ناقض وضو ہے تو اس پر صلاۃ جنازہ اور سجدہ تلاوت کو قیاس نہیں کیا جائیگا کیونکہ اصل یعنی قہقہہ کا ناقض وضو ہونا صلوۃ کاملہ میں ثابت ہے اور صلاۃ جنازہ اور سجدہ تلاوۃ صلاۃ کاملہ نہیں ہیں لہذا ان دونوں میں قہقہہ کا پایا جانا ناقض وضو نہ ہوگا۔

صحت قیاس کی مذکورہ چار شرطوں میں سے تیسری اور دو وجودی شرطوں میں سے

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ حکم شرعی جو نص یعنی کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع سے ثابت ہو وہ بعینہٖ بغیر کسی تغیر اور تفاوت کے فرع کی طرف متعدی اور منتقل ہو اور وہ فرع اصل کے مماثل اور مساوی ہو اصل سے کمتر نہ ہو اور اس فرع کے بارے میں کوئی مستقل نص مُوجود نہ ہو یہ شرط اگرچہ عنوان میں ایک ہے لیکن حقیقت میں چار شرطوں پر مشتمل ہے

(۱) وہ حکم جس پر قیاس کیا جائے شرعی ہو لغوی نہ ہو۔

(۲) فرع کی طرف اس حکم کا تعدیہ اور انتقال بعینہٖ ہو اس میں کسی طرح کا تغیر اور تبدل واقع نہ ہوا ہو۔

(۳) علت کے تحقق میں فرع اصل کے پورے طور پر مماثل اور مساوی ہو کسی حال میں اصل سے کمتر نہ ہو۔

(۴) فرع کے بارے میں کوئی مستقل نص موجود نہ ہو ان چار شرطوں میں سے پہلی شرط پر تفریع یہ ہے کہ احناف کے نزدیک خمر اور دوسری نشہ آور چیزوں کے درمیان فرق ہے وہ یہ کہ خمر مطلقاً حرام ہے جس طرح اسکی مقدار کثیر (جسکے پینے سے نشہ آ جائے) کا پینا حرام ہے اسی طرح اسکی مقدار قلیل (جسکے پینے سے نشہ نہ آئے) کا پینا بھی حرام ہے اور اسکی مقدار کثیر اور قلیل دونوں کا پینا موجب حد ہے۔ اسکے برخلاف دوسری نشہ آور چیزیں تو ان کی مقدار کثیر کا پینا حرام ہے لیکن مقدار قلیل کا پینا حرام نہیں ہے، اسی طرح ان کی مقدار کثیر تو موجب حد ہے لیکن مقدار قلیل موجب حد نہیں ہے اور شوافع کے نزدیک خمر اور دوسری نشہ آور چیزوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ خمر کیطرح دوسری نشہ آور چیزوں کی مقدار قلیل اور کثیر دونوں حرام اور موجب حد ہیں شوافع کہتے ہیں کہ لغت میں خمر کے معنی ڈھانپنے کے ہیں لہذا جو چیز بھی مستور العقل ہو گی شوافع کے نزدیک خمر کہلائے گی اور اسپر خمر ہی کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ خمر کے طرح ہر نشہ آور چیز کا مطلقا پینا بھی حرام ہو گا اور وہ موجب حد بھی ہو گی۔

اسی کا نام قیاس فی اللغت ہے شوافع چونکہ قیاس فی اللغت کے جواز کے قائل ہیں اسلئے انھوں نے اس مسئلہ میں قیاس فی اللغت کا اعتبار کیا ہے احناف کہتے ہیں کہ

عقل کی وجہ سے تمام نشہ آور چیزوں پر خمر کے احکام جاری کرنا اور ان کا خمر نام رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ تمام نشہ آور چیزوں پر لفظ خمر کا اطلاق حکم لغوی پر قیاس ہے نہ کہ حکم شرعی پر اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک صحت قیاس کیلئے مقیس علیہ کے حکم کا شرعی ہونا ضروری ہے کیونکہ تمام لغات توقیفی ہیں ان میں قیاس کی چنداں ضرورت نہیں ہے جیسا کہ زنا کے معنی کا لحاظ کر کے لواطت کے لئے زنا کا لفظ استعمال کرنا اور لواطت پر زنا کے احکام جاری کرنا حکم لغوی پر قیاس ہونے کی وجہ سے احناف کے نزدیک درست نہیں ہے۔

دوسری شرط پر (اس بات پر کہ فرع کی طرف اصل کے حکم کا تعدیہ اور انتقال بعینہ ہو) تفریع یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ذمی کا ظہار درست نہیں ہے لہذا ظہار کرنے کے باوجود اس کا اپنی مظاہرہ بیوی سے وطی کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک ذمی کا ظہار درست ہے لہذا ان کے نزدیک اسکا اپنی مظاہرہ بیوی سے وطی کرنا جائز نہیں ہے حضرت امام شافعیؒ نے ذمی کے ظہار کو مسلمان کے ظہار پر قیاس کرتے ہوئے اسی طرح صحیح قرار دیتے ہیں جس طرح مسلمان کی طلاق پر قیاس کرتے ہوئے ذمی کی طلاق صحیح ہے الحاصل امام شافعی نے ذمی کے ظہار کو مسلمان کے ظہار پر قیاس کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح مسلمان کا ظہار صحیح ہے اسی طرح ذمی کا ظہار بھی صحیح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ دوسری شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس قیاس میں اصل (مقیس علیہ) کا حکم فرع (مقیس) کی طرف بعینہ متعدی اور منتقل نہیں ہوتا ہے بلکہ متغیر ہو کر منتقل ہوتا ہے اسلئے کہ اصل یعنی مسلمان کے ظہار میں ایسی حرمت ثابت ہوتی ہے جو حرمت کفارۂ ظہار سے ختم ہو جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے ظہار کرنے سے حرمت تو ثابت ہو گی لیکن اس حرمت کی غایت کفارہ ہو گا یعنی کفارہ اداء کرتے ہی ظہار کی حرمت ختم ہو جائے گی اور مظاہر بیوی اس کے لیے حلال ہو جائے گی اور فرع یعنی کافر کے ظہار میں ایسی حرمت ثابت ہو گی جو حرمت کبھی ختم نہ ہو اس لئے کہ غایت حرمت یعنی کفارہ ایسی چیز ہے جس کا کافر اہل نہیں ہے اور کافر کا کفارہ کا اہل

نہ ہونا اسلئے ہے کہ کفارہ عبادت اور عقوبت کے درمیان دائر ہوتا ہے یعنی کفارہ من وجہ عبادت ہوتا ہے اور من وجہ عقوبت ہوتا ہے اور کافر اگر چہ عقوبت کا مستحق ہے لیکن عبادت کا اہل نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو وہ کفارہ کا اہل نہ ہوگا اور جب کافر کفارہ کا اہل نہیں ہے تو کافر یعنی ذمی مظاہر کا کفارہ اس کے ظہار کی حرمت کو ختم کرنے والا بھی نہ ہوگا اور جب ذمی کے ظہار کی حرمت ختم نہیں ہوتی تو وہ حرمت مؤبدہ ہوگی ملاحظہ فرمایئے اصل کا حکم یعنی مسلمان کے ظہار کی حرمت کفارہ سے ختم ہونے والی ہے لیکن فرع کا حکم یعنی ذمی کے ظہار کی حرمت کفارہ سے ختم ہونیوالی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے باقی رہنے والی ہے اور جب ایسا ہے تو اصل یعنی مسلمان کے ظہار کی حرمت بعینہٖ فرع یعنی ذمی کے ظہار کی طرف متعدی نہیں ہوئی بلکہ متغیر ہوکر متعدی ہوئی ہے اور جب اصل کا حکم فرع کی طرف بعینہ متعدی نہیں ہوا تو شرط ثانی کے فوت ہونے کی وجہ سے ذمی کے ظہار کو مسلمان کے ظہار پر قیاس کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ تیسری شرط (فرع اصل کے مساوی اور برابر ہو کمتر نہ ہو) پر تفریع یہ ہے کہ روزے دار نے اگر نسیانا کھاپی لیا تو بالاتفاق اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا لیکن اگر اس نے خطاءً کھاپی لیا یا جبرا کھاپی لیا تو امام شافعیؒ ناسی پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خاطی اور مکرہ کا روزہ بھی فاسد نہ ہوگا۔ اسلئے کہ ناسی نفس فعل میں عامد ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ اس کو اپنا روزہ یاد نہیں ہوتا البتہ کھانا پینا اسکے ارادے سے ہوتا ہے اور خاطی اور مکرہ یہ دونوں نفس فعل میں عامد نہیں ہوتے اس طور پر کہ خاطی کو اپنا روزہ یاد ہوتا ہے مگر کلی کرتے وقت بغیر اس کے ارادے کے پانی حلق میں چلا جاتا ہے اور رہا مکرہ (بفتحہ الراء) تو اسکا فعل مکرہ (بکسر الراء) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے حتی کہ مکرہ (بفتح الراء) کا کوئی فعل باقی نہیں رہتا ہے الحاصل خاطی اور مکرہ نفس فعل میں عامد نہیں ہوتے پس جب ناسی جو نفس فعل میں عامد ہوتا ہے اسکا عذر مقبول ہے اور نسیانا کھانے پینے کے باوجود اسکا روزہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث انما اطعمك الله و سقاك سے ظاہر ہے تو خاطی اور مکرہ جو نفس فعل میں عامد نہیں ہیں ان کا عذر بدرجہ اولیٰ مقبول ہوگا اور کھانے پینے کے باوجود ان کا روزہ درست ہوگا۔ لیکن ہم

کہتے ہیں کہ شرط ثالث کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس قیاس میں فرع (خاطی اور مکرہ) اصل (ناسی) کے برابر نہیں ہیں بلکہ اس سے اَدْوَنْ اور کمتر ہے اس طور پر کہ خاطی اور مکرہ کا عذر ناسی کے عذر سے کمتر ہے اور خاطی اور مکرہ کا عذر ناسی کے عذر عذر سے کمتر اس لئے ہے کہ نسیان امر سماوی ہے اور صاحب حق یعنی باری تعالی کی طرف منسوب ہے جیسا کہ ارشاد ہے انما اطعمك الله وسقاك یعنی اللہ نے تجھ پر نسیان ڈالا حتی کہ تو نے کھایا اور پیا ناسی یعنی بندے کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے پس جب نسیان واقع ہونے میں ناسی کے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے واقع کیا گیا ہے تو ناسی نسیانا کھانے پینے میں کامل طور پر معذور ہوگا رہا خاطی تو اس کو اپنا روزہ یاد ہوتا ہے لیکن کلی کرتے وقت احتیاط میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے پانی حلق میں چلا جاتا ہے پس خاطی اگر پورے طور پر احتیاط کرتا تو یہ نوبت نہ آتی اور جب ایسا ہے تو خطا خاطی کی طرف منسوب ہوگی نہ کہ صاحب حق یعنی باری تعالی کی طرف اور جب خطاء خاطی کی طرف منسوب ہے تو خاطی پورے طور پر معذور نہ ہوگا اور اسکا عذر ناسی کے عذر کی طرح نہ ہوگا بلکہ اس کا عذر ناسی کے عذر سے کمتر ہوگا اسی طرح اکراہ صاحب حق یعنی باری تعالی کے علاوہ یعنی مکرہ (بکسر الراء) کی طرف منسوب ہے اس کے باوجود مکرہ (بفتح الراء) امام عادل یا کسی دوسرے انسان سے فریاد کرتا تو بھی اکراہ سے اس کے لئے بچنا ممکن ہوجاتا الحاصل مکرہ بھی کھانے پینے میں کامل طور پر معذور نہیں ہے اور اسکا عذر ناسی کے عذر کیطرح نہیں ہے بلکہ ناسی کے عذر سے کمتر ہے پس جب خاطی اور مکرہ کا عذر ناسی کے عذر سے کمتر ہے تو روزہ فاسد نہ ہونے کے حکم کو ناسی سے خاطی اور مکرہ کیطرف متعدی کرنا ایسی چیز کیطرف متعدی کرنا ہے جو ناسی کی نظیر اور اسکے مساوی نہیں ہے حالانکہ حکم متعدی کرنے کیلئے یعنی قیاس کرنے کیلئے فرع کا اصل کے مساوی ہونا ضروری ہے الحاصل شرط ثالث کے فوت ہونے کی وجہ سے خاطی اور مکرہ کو ناسی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

چوتھی شرط (فرع کے سلسلہ میں کوئی نص موجود نہ ہو) پر تفریع مگر تفریع سے پہلے

آپ یہ ذہن میں رکھیں کہ اگر فرع (مقیس) کے سلسلہ میں کوئی نص موجود ہو تو اس کو اصل پر قیاس کرنا درست نہیں ہو سکتا قاضی امام ابوزید کے نزدیک تو وہ نص جو فرع کے سلسلہ میں موجود ہے قیاس کے موافق ہو یا مخالف ہو دونوں صورتوں میں قیاس کرنا درست نہ ہوگا البتہ امام شافعیؒ اور احناف میں سے مشائخ سمرقند کے نزدیک نص کے موافق قیاس کرنا درست ہے۔ یعنی جو نص فرع کے سلسلہ میں موجود ہے اگر قیاس اسکے موافق ہے تو قیاس کرنا درست ہوگا اور اگر قیاس نص کے خلاف ہے تو قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔ اب اس تفریع کی تفصیل ملاحظہ کیجئے تفصیل یہ ہے کہ قتل خطاء کے کفارہ میں اگر قاتل رقبہ آزاد کرنے پر قادر ہو تو بالاتفاق رقبہ مومنہ آزاد کرنا واجب ہوگا رقبہ کافرہ کافی نہ ہوگا اور دلیل باری تعالیٰ کا یہ قول ہے ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مومنة لیکن کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ میں احناف کے نزدیک مومنہ ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ مطلقا رقبہ مومنہ ہو یا غیر مومنہ کافی ہو جائے گا۔ حضرت امام شافعیؒ نے کفارہ قتل پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کا مومنہ ہونا اسی طرح شرط ہے جس طرح کفارہ قتل کے رقبہ کا مومنہ ہونا شرط ہے چنانچہ ان کے نزدیک کفارہ یمین اور کفارہ ظہار میں بھی رقبہ مومنہ کا آزاد کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن ہم احناف کہتے ہیں کہ چوتھی شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کو کفارہ قتل کے رقبہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فرع یعنی کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کے سلسلہ میں نص موجود ہے چنانچہ کفارہ یمین کے رقبہ کے سلسلہ میں او تحریر رقبة (پ ۷ رکوع ۱) میں فرمایا گیا ہے اور کفارہ ظہار کے رقبہ کے سلسلہ میں فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا (پ ۲۸ رکوع ۱) میں فرمایا گیا الحاصل جب فرع یعنی کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کے سلسلہ میں نص موجود ہے تو شرط رابع (فرع کے سلسلہ میں نص کا نہ ہونا) کے فوت ہونے کی وجہ سے ان کے رقبہ کو کفارہ قتل کے رقبہ پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا اور ان کے رقبہ کے سلسلہ میں چونکہ نص قید ایمان سے مطلق ہے اسلئے کفارہ یمین اور کفارہ ظہار میں مطلقا رقبہ کا آزاد کرنا کافی ہو جائے گا رقبۂ

مومنہ کا آزاد کرنا واجب نہ ہوگا۔

ہم نے ابتداء میں صحت قیاس کے لئے چار شرطین دو عدمی اور دو وجودی بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا ان میں سے دو عدمی شرطیں بیان کی جا چکی ہیں اور دو وجودی شرطوں میں سے بھی ایک کا بیان ہو چکا ہے اب ہم دو وجودی شرطوں میں سے دوسری شرط اور صحت قیاس کی چار شرطوں میں سے چوتھی کا بیان کریں گے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ اصل (مقیس علیہ) کے سلسلہ میں جو نص وارد ہوئی ہے اسکا حکم تعلیل کے بعد اسی صفت پر باقی رہے جس صفت پر تعلیل سے پہلے تھا یعنی فرع کیطرف تعدیہ سے حکم میں جو تعمیم ہوتی ہے یعنی نص کا حکم اصل اور فرع دونوں کو عام ہو جاتا ہے اسکے سوا نص کے اصل مفہوم میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا ہو کیونکہ رائے اور قیاس سے نص کے حکم کو متغیر کرنا جائز نہیں ہے الحاصل اگر قیاس کرنے سے اصل کے سلسلہ میں وارد شدہ نص کا حکم متغیر ہو جاتا ہو۔ تو وہ قیاس درست نہ ہوگا۔

اس چوتھی شرط کی مثال ہم سوال و جواب کے انداز پر ذکر کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے

سوال اونٹوں کے بعض نصاب کی زکوۃ میں شارع علیہ السلام نے بکری واجب کی ہے چنانچہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے "فی خمس من الابل شاۃ" (مشکوٰۃ) پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے لیکن احناف نے بکری ادا کرنے کے حکم کی علت بیان کرتے ہوئے کہا کہ شارع علیہ السلام کا اصل منشاء فقیر کی حاجت پوری کرنا ہے لہذا شارع کا یہ منشاء جس چیز سے بھی پورا ہو جائے اسکا اداء کرنا جائز ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فقیر کی حاجت جس طرح بکری سے پوری ہو سکتی ہے اسی طرح اسکی قیمت سے بھی پوری ہو سکتی ہے لہذا اونٹوں کی زکوۃ میں جس طرح بکری اداء کرنا جائز ہے اسی طرح اسکی قیمت اداء کرنا بھی جائز ہے غور کیجئے جب آپ نے اشتراک علت کی وجہ سے بکری کی قیمت اداء کرنے کو جائز قرار دیدیا تو شاۃ کی قید جو نص حدیث سے صراحتاً مفہوم ہے تعلیل کے ذریعہ اسکو باطل کردیا اور جب شاۃ کی قید باطل ہوگئی تو تعلیل کے بعد نص حدیث کا حکم متغیر ہو گیا کیونکہ تعلیل سے پہلے عین شاۃ کا اداء کرنا

واجب تھا لیکن تعلیل کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا بلکہ متغیر ہو گیا اور جب تعلیل کے بعد نص کا حکم متغیر ہو گیا تو صحت قیاس کی چوتھی شرط فوت ہونے کی وجہ سے آپ کے نزدیک قیاس درست نہ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ آپ نے حاجت فقیر کو پورا کرنے کی علت کی وجہ سے عین شاۃ پر قیاس کرکے اسکی قیمت اداء کرنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

جواب:۔ بکری کی جگہ بکری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز دلالت النص یا اقتضاء النص سے ثابت ہے نہ کہ تعلیل سے یعنی نص کے حکم میں جو تغیر پیدا ہوا ہے وہ نص کی وجہ سے تعلیل سے پہلے ہی پیدا ہو گیا ہے تعلیل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے البتہ یہ حسن اتفاق ہے کہ نص کی وجہ سے جو تغیر پیدا ہوا ہے وہ تعلیل کے موافق ہے یعنی دلالت النص اور اقتضاء النص بھی اسی بات کو چاہتے ہیں کہ اونٹوں کی زکوۃ بکری کی جگہ قیمت اداء کرنے سے بھی جائز ہو اور تعلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کی دلیل کہ نص کا حکم دلالت النص یا اقتضاء النص سے متغیر ہوا ہے یہ ہے کہ باری تعالی نے فقراء بلکہ سارے جہان کو رزق دینے کا وعدہ کیا ہے ارشاد باری ہے ومامن دابة فی الارض الاعلی اللہ رزقھا یعنی زمین پر چلنے والے تمام جانوروں کا رزق اللہ کے ذمہ ہے پھر اس وعدے کو پورا کرنے کیلئے الگ الگ طریقہ معاش مقرر فرمایا ہے چنانچہ ایک طبقہ کو تجارت زراعت حرفت اور ملازمت کے ذریعہ رزق پہنچایا اور فقراء کو رزق پہونچانے کے لئے مالداروں پر ان کے مال کا ایک حصۂ مقررہ یعنی زکوٰۃ واجب کی ارشاد باری تعالی ہے آتو الزکوٰۃ اور ایک جگہ ارشاد ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا گیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا ان اللہ قد فرض علیھم صدقة توخذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم ۔(ترمذی ج۱ ص:۱۳۶) معاذ تم جس قوم کے پاس جا رہے ہو اللہ نے اس قوم کے لوگوں پر زکوۃ فرض کی ہے ان کے مالداروں سے لیکر انہیں کے فقراء کو دیدی جائے مگر زکوۃ چونکہ عبادت ہے اور عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے اسلئے زکوۃ اولا اللہ کے قبضہ میں پہنچتی ہے پھر فقیر کے قبضہ میں پہنچتی ہے جیسا کہ ابو القاسم

ﷺ کا ارشاد ہے الصدقة تقع في كف الرحمن قبل ان تقع في كف الفقير زکوۃ فقیر کے قبضہ میں جانے سے پہلے رحمٰن کے قبضہ میں جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اگر ابتداء اللہ کے قبضہ میں واقع نہ ہو تو یہ وہم ہوگا کہ اللہ نے فقراء کو رزق نہیں دیا ہے بلکہ مالداروں نے ان کو رزق دیا ہے حالانکہ یہ بات نص قرآن ومامن دابة في الارض الا على الله رزقها کے بھی خلاف ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے، پس اس وہم کو دور کرنے کیلئے کہا گیا ہے کہ زکوۃ ابتداء اللہ کے قبضہ میں واقع ہوئی ہے پھر اللہ اپنا وعدہ رزق پورا کرنے کے لئے فقراء کو دیتا ہے لیکن فقراء کی ضرورتیں مختلف ہیں ان کو اگر اناج کی ضرورت ہے تو کپڑے اور مکان کی بھی ضرورت ہے دواؤں اور مشروبات کی بھی ضرورت ہے

الحاصل فقراء کی ضرورتیں مختلف ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مقررہ مال یعنی عین شاۃ سے مذکورہ تمام ضرورتوں کا پورا کرنا ناممکن ہے البتہ بکری کی قیمت سے جملہ ضرورتیں پوری کی جاسکتی ہیں یعنی بکری پورے طور پر رزق کا وعدہ پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ وعدہ رزق میں روٹی، سالن، لکڑی، پوشاک، وغیرہ بہت سی چیزیں داخل ہیں اور عین شاۃ میں صرف سالن کا وعدہ پورا ہوسکتا ہے اور رہی قیمت تو اس سے پورے طور پر وعدہ رزق پورا ہوسکتا ہے اور جب ایسا ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حدیث في خمس من الابل شاة میں آنحضور ﷺ کا مقصود بکری کی قیمت واجب کرنا ہے بعینہ بکری واجب کرنا آپ کا مقصود نہیں ہے اور رہا حدیث میں بکری کا ذکر تو وہ زکوۃ کی مقدار واجب کا اندازہ کرنے کیلئے کیا گیا ہے بعینہ بکری واجب کرنے کیلئے نہیں کیا گیا ہے چنانچہ حدیث کا ترجمہ یہ ہے پانچ اونٹوں میں ایک بکری کی مالیت اور قیمت کے برابر زکوۃ واجب ہے الحاصل عین شاۃ کا تغیر یعنی بکری کے بدلے بکری کی قیمت کا جائز ہونا دلالت النص یا اقتضاء النص سے ثابت ہوا ہے نہ کہ تعلیل سے البتہ یہ حسن اتفاق ہے کہ تعلیل بھی دلالت النص اور اقتضاء النص کے موافق ہے اور جب ایسا ہے تو صحت قیاس کی چوتھی شرط کے فوت ہونے کا

اعتراض بھی وارد نہ ہوگا۔

قیاس کے ارکان کا بیان

چوتھی چیز قیاس کا رکن ہے۔ فقہا اور اصولیین کی اصطلاح میں رکن وہ ہوتا ہے جسکے بغیر شی کا وجود ممکن نہ ہو خواہ وہ شی کی تمام ماہیت ہو جیسے کھانے پینے جماع سے رکنا روزے کا رکن ہے اور یہ رکن روزے کی تمام ماہیت ہے خواہ وہ رکن شی کی ماہیت کا جز ہو جیسے رکوع نماز کا رکن ہے اور یہ رکن نماز کی تمام ماہیت نہیں ہے بلکہ نماز کا ایک جز ہے الحاصل رکن، شی کی تمام ماہیت ہو یا اسکا ایک جز ہو بہر صورت شی کا وجود اسکے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا ہے۔

قیاس کا رکن وہ وصف جامع اور وصف مشترک ہے جسکو نص یعنی اصل کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو اور وہ وصف ان اوصاف میں سے ہو جن پر نص مشتمل ہو یعنی جس وصف کو علامت قرار دیا گیا ہے اس وصف پر نص کا مشتمل ہونا ضروری ہے یہ اشتمال خواہ صراحتا ہو خواہ اشارۃً ہو صراحتا مشتمل ہونے کی مثال آنحضور ﷺ کا قول الھرۃ لیست بنجسۃ لانھا من الطوافین والطوافات علیکم (ابوداؤد، طحاوی) ہے کیونکہ اس نص کا حکم یہ ہے کہ بلی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے اور اس ناپاک نہ ہونے کی علت، طواف (چکر لگانا) ہے اور یہ نص اس علت پر صراحتاً مشتمل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من الطوافین فرمایا ہے اور اشارۃً مشتمل ہونے کی مثال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لاتبیعوا الطعام الا کیلا بکیل۔ (مسلم ثانی) ہے کیونکہ اس نص کا حکم یہ ہے کہ طعام کو طعام کے عوض متساویا بیچنا جائز ہے لیکن متفاضلا اور نسیئۃ بیچنا جائز نہیں ہے۔ اور اسکی علت قدر مع الجنس ہے یعنی قدر اور جنس میں دونوں عوضوں کا متحد ہونا تفاضل اور ربا کے حرام ہونے کی علت ہے لیکن یہ نص اس علت پر صراحتا مشتمل نہیں ہے بلکہ اشارۃً مشتمل ہے اسطور پر کہ کیلا بکیل قدر کے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور طعام کا مقابلہ طعام کے ساتھ جنس کے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ الحاصل قیاس کا رکن وہ وصف ہے جس کو حکم نص پر علامت قرار دیا گیا ہو اور نص اس وصف پر صراحتا یا

اشارۃ مشتمل ہو درا صل قیاس کے چار رکن ہیں

(۱) اصل (مقیس علیہ) (۲) فرع (مقیس) (۳) حکم (۴) وہ وصف جسکو اصل کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہے مگر چونکہ قیاس کا بنیادی رکن یہ ہی وصف ہے اسی پر قیاس کا دار و مدار ہے اور اسی کی وجہ سے اصل کا حکم فرع کی طرف متعدی ہوتا ہے اسلیئے خادم نے اسی کو رکن قرار دیا ہے اور باقی تین کا ذکر نہیں کیا ہے یہ بھی خیال رہے کہ وہ وصف جو قیاس کا رکن ہے اور اس پر قیاس کا دار و مدار ہے اس کو علت جامعہ اور علت مشترکہ بھی کہا جاتا ہے لیکن خادم نے اس کو علامت کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا ہے تا کہ ناظرین کو یہ معلوم ہو جائے کہ احکام شرع کی علتیں احکام کو پہچاننے کی محض علامت ہوتی ہیں مثبت احکام نہیں ہوتیں، مثبت احکام تو اللہ تعالی کی ذات ہوتی ہے۔ وہ وصف جسکو حکم نص پر علامت قرار دیا گیا ہے اس کیلئے دو باتیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ وہ صالح ہو یعنی وہ وصف اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اسکی طرف حکم مضاف اور منسوب ہو سکے دوم یہ کہ معدّل ہو یعنی اس وصف کی عدالت ثابت ہو عدالت سے مراد تاثیر ہے مطلب یہ ہے کہ وہ وصف مؤثر ہو ان دونوں باتوں کو اسلیئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وصف شاہد کے مرتبہ میں ہے یعنی دعوی میں جو حیثیت شاہد کی ہوتی ہے قیاس میں وہی حیثیت وصف کی ہوتی ہے پس جس طرح شاہد کیلئے صالح (عاقل بالغ مسلمان اور آزاد) ہونا ضروری ہے اور وصف عدالت یعنی دیانت کا ثابت ہونا ضروری ہے اسی طرح وصف مذکور کیلئے صلاحیت اور عدالت کا ثابت ہونا ضروری ہے۔ البتہ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی بات یعنی وصف کا صالح ہونا عمل کے جواز کیلئے شرط ہے اور دوسری بات یعنی وصف کا معدّل ہونا وجوب عمل کیلئے شرط ہے یعنی وصف مذکور میں اگر صلاحیت اور اہلیت ظاہر ہو گئی اور عدالت ظاہر نہیں ہوئی تو اس قیاس پر عمل کرنا جائز ہوگا واجب نہ ہوگا اور اگر صلاحیت کے ساتھ عدالت بھی ظاہر ہو گئی تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا جیسے گواہ میں اگر صلاحیت اور اہلیت ظاہر ہو جائے اور عدالت ظاہر نہ ہو تو اس گواہی پر عمل کرنا جائز ہوتا ہے واجب نہیں ہوتا یعنی اس گواہ کی گواہی پر اگر قاضی فیصلہ کر دے تو بھی ٹھیک

ہے اگر فیصلہ نہ کرے تو بھی ٹھیک ہے لیکن اگر صلاحیت کے ساتھ عدالت بھی ظاہر ہوگئی تو اس گواہی پر عمل کرنا واجب ہوگا یعنی قاضی پر فیصلہ دینا واجب ہوگا مذکورہ دونوں باتوں میں پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ وصف کے صالح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ وصف حکم کے موافق اور مناسب ہو اس طور پر کہ حکم کو اس وصف کی طرف مضاف کرنا صحیح ہو وہ وصف اس حکم سے آبی اور منکر نہ ہو مثلاً میاں بیوی دونوں کافر ہوں اور پھر ان میں سے ایک نے اسلام قبول کرلیا ہو تو ان دونوں کے درمیان فرقت واقع ہو جاتی ہے مگر اس فرقت کا سبب کیا ہے اس بارے میں اختلاف ہے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس فرقت کا سبب احد الزوجین کا اسلام ہے اور یہ فرقت اسلام کیطرف مضاف ومنسوب ہے احناف نے کہا کہ اس فرقت کا سبب اسلام نہیں ہے بلکہ آخر کا اسلام قبول کرنے سے اباء اور انکار کرنا ہے اب آپ غور کریں کہ فرقت کو اباء عن الاسلام کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے یا احد الزوجین کے اسلام کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے ہم نے دیکھا کہ اسلام حقوق کا محافظ ہے قاطع حقوق نہیں ہے لہذا اسلام اس حکم یعنی فرقت سے آبی اور منکر ہوگا اور اس حکم کو اباء عن الاسلام کی طرف منسوب کرنا مناسب اور صحیح ہوگا۔ الحاصل وصف کے صالح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصف حکم کے مناسب اور موافق ہو یعنی حکم کو اس وصف کی طرف مضاف کرنا مناسب اور صحیح ہو اور وہ وصف اس حکم سے آبی نہ ہو۔

دوسری بات کی تفصیل یہ کہ اس وصف کے معدَّل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وصف کی عدالت یعنی تاثیر ثابت ہو پھر اس تاثیر کی چار قسمین ہیں اور احناف کی نزدیک چاروں مقبول ہیں۔

(۱) اس وصف کے عین کا اثر اس حکم کے عین میں ظاہر ہو یعنی بعینہ وہ وصف جو نص میں مذکور ہے نص کے عین حکم میں مؤثر ہو جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سور ہرہ کے ناپاک نہ ہونے کی علت، طواف (چکر لگانا) قرار دیا ہے پس عین طواف عین حکم نص یعنی سورہ ہرہ کی عدم نجاست میں مؤثر اور علت ہے تاثیر کی اس نوع پر سب متفق ہیں حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تاثیر اسی نوع میں منحصر ہے اسکے علاوہ دیگر انواع

تاثیران کے نزدیک معتبر نہیں ہیں۔

(۲) اس وصف کے عین کا اثر حکم کی جنس میں ظاہر ہو یعنی عین وصف جنس حکم کیلئے علت ہو جیسے صغر، ولایت مال میں شوافع اور احناف دونوں کے نزدیک علت ہے یعنی صغیر کے مال میں تصرف کی ولایت بالاجماع صغیر کے ولی کو حاصل ہے اور اس ولایت کی علت صغیر کا صغر ہے پس ولایت مال چونکہ ولایت نکاح کی ہم جنس ہے اس لئے احناف نے ولایت نکاح میں بھی صغر کو علت قرار دیا ہے

(۳) وصف کی جنس کا اثر اس حکم کے عین میں ظاہر ہو یعنی جنس وصف کو عین حکم کیلئے علت قرار دیا گیا ہو جیسے جنون کا اسقاط صلاۃ کیلئے علت ہونا نص سے ثابت ہے اور جنون، اغماء کا ہم جنس ہے لہذا جب جنون کا نماز ساقط کرنے کی علت ہونا ثابت ہے تو اسکے ہم جنس یعنی اغماء کو بھی اسقاط صلاۃ کی علت قرار دینا درست ہوگا

(۴) جنس وصف کا اثر اس حکم کی جنس میں ظاہر ہو یعنی جنس وصف کو جنس حکم کیلئے علت قرار دیا گیا ہو جیسے مشقت سفر کا دو رکعت کے لئے سقوط کی علت ہونا نص سے ثابت ہے اور مشقت، حیض کے ہم جنس ہے اور دو رکعت کا سقوط پوری نماز کے سقوط کی ہم جنس ہے لہذا مجانست کا اعتبار کرتے ہوئے حیض کو پوری نماز کے سقوط کی علت قرار دینا درست ہوگا۔

قیاس کے حکم کا بیان

پانچویں چیز قیاس کا حکم ہے حکم سے وہ اثر مراد ہے جو قیاس پر مرتب ہوتا ہے قیاس کا حکم تعدیہ ہے یعنی وہ حکم جو نص سے ثابت ہے اسکا مثل اس فرع میں ثابت ہو جائے جس میں نص یا اجماع کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو قیاس سے بڑھ کر ہو کیونکہ صحت قیاس کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ فرع کے سلسلہ میں قیاس سے قوی اور فائق کوئی دلیل نہ ہو خادم نے تعدیہ کی تشریح کرتے ہوئے مثل کا لفظ اس لئے زائد کیا ہے کہ فرع کے اندر اصل کا عین حکم ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ شی جب اپنے محل سے متعدی ہو جاتی ہے تو اسکا پہلا محل فارغ اور خالی ہو جاتا ہے پس اگر عین حکم کا تعدیہ تسلیم کر لیا جائے تو

تعدیہ کے بعد نص کو اس حکم سے خالی اور فارغ ہونا چاہئے تھا حالانکہ تعدیہ کے بعد بھی نص کا حکم اسی طرح باقی رہتا ہے جیسا کہ تعدیہ سے پہلے تھا۔ اور جب ایسا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ فرع کی طرف عین حکم متعدی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مثل متعدی ہوتا ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

جمیل احمد سکروڈوی
استاذ دارالعلوم دیوبند
۱۴ ذالحجہ ۱۴۲۱ھ

مقالہ نمبر ۲

علم حدیث
میں
امام ابوحنیفہؒ کا مقام و مرتبہ

از

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی جلالتِ قدر و عظمت شان کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ تابعیت کے عظیم دینی اور روحانی شرف کے حامل ہیں امام ابوحنیفہؒ کی یہ ایسی فضیلت ہے جس نے انہیں اپنے معاصر۔۔۔ فقہاء محدثین میں اسناد عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں۔

" إنه أدرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام، والحمادين بالبصرة، والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة المشرفه، والليث بن سعد بمصر" (۱)

> امام ابوحنیفہ نے اپنی پیدائش سن ۸۰ھ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے جو کوفہ میں تھے اس لیے وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں، اور یہ شرف ان کے معاصر محدثین و فقہاء جیسے شام میں امام اوزاعی، بصرہ میں امام حماد بن سلمہ، امام حماد بن زید، کوفہ میں امام سفیان ثوری، مدینہ میں امام مالک، اور بصرہ میں امام لیث بن سعد کو حاصل نہیں ہو سکا۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت کو بطریق دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے ان کے الفاظ ملاحظہ کیجئے!

أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة لأنه ولد بالكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفى فإنه مات بعد ذالك بالاتفاق، وبالبصرة يومئذ أنس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها، قد أورد

---

(۱) الخیرات الحسان فصل سادس ص: ۲۱، از علامہ ابن حجر ہیتمی مکی۔

ابن سعد بسندلابأس به أن أبا حنيفة رأى أنساً و كان غير هذين فى الصحابة بعدةٌ من البلاد احياء۔

وقد جمع بعضهم جزأفيما ورد من رواية أبى حنيفة عن الصحابة لكن لايخلواسنادهامن ضعف والمعتمدعلىٰ ادراكه ماتقدم وعلىٰ رويته لبعض الصحابة ماأورده ابن سعدفى الطبقات، فهو بهٰذاالاعتبارمن طبقه التابعين اه(١)

> امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے کیونکہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ موجود تھے کیونکہ ان کی وفات بالاتفاق ۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اور ان دنوں بصرہ میں انس بن مالک موجود تھے اس لیے کہ ان کی وفات ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے اور ابن سعد نے اِسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، نیز ان دونوں اصحاب کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ مختلف شہروں میں بقید حیات تھے اور بعض علماء نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کو ایک خاص جلد میں جمع کیا ہے لیکن ان کی سندیں ضعف سے خالی نہیں ہیں، امام ابوحنیفہ کا صحابہ کے زمانے کو پانے کے متعلق قابل اعتماد بات وہی ہے جو گزر چکی ہے اور بعض صحابہ کو دیکھنے کے بارے میں قابل اعتماد بات وہ ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہٰذا اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں الخ۔

علامہ ہیتمی مکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے علاوہ امام دارقطنی، حافظ ابونعیم اصبہانی حافظ ابن عبد البر، امام خطیب بغدادی، ابن الجوزی، امام سمعانی، حافظ عبدالغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، حافظ زین الدین عراقی، ولی الدین عراقی ابن الوزیر یمانی، وغیرہ ائمہ حدیث نے بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا اقرار واعتراف کیا ہے۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

---

(١)تبييض الصحيفة ص:٢٥، ٢٦، ا، حافظ سيوطي مطبوعه كراچي ١٤١٨ھ

طلب حدیث کے لیے اسفار

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ وکلام کے علاوہ بطور خاص حدیث پاک کی تعلیم وتحصیل کی تھی اور اس کے لئے حضرات محدثین کی روش کے مطابق اسفار بھی کئے چنانچہ امام ذہبی جو رجال علم وفن کے احوال وکوائف کی معلومات میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں اپنی مشہور اور انتہائی مفید تصنیف ''سیر اعلام النبلا'' میں امام صاحب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں وعنی بطلب الآثار وارتحل فی ذالك (۱)''امام صاحب نے طلب حدیث کی جانب خصوصی توجہ کی اور اس کے لئے اسفار کئے۔

مزید یہ بھی لکھتے ہیں:۔

ان الامام اباحنیفة طلب الحدیث واکثرمنه سنة مئة وبعدها (۲)

امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کی تحصیل کی بالخصوص ۱۰۰ھ اور اس کے بعد کے زمانہ میں اس اخذ وطلب میں بہت زیادہ سعی کی۔

امام ذہبی کے بیان "وارتحل فی ذالك "کی قدررے تفصیل صدر الائمہ موفق بن احمد مکیؒ نے اپنی مشہور جامع کتاب ''مناقب الامام الاعظم میں ذکر کی ہے۔ وہ لکھتے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی نے طلب علم میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا اور اکثر سال، سال بھر کے قریب قیام رہتا تھا۔'' (۳)

اس زمانے میں سفر حج ہی افادہ واستفادہ کا ایک بڑا ذریعہ تھا کیونکہ بلاد اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے ارباب فضل وکمال حرمین شریفین میں آ کر جمع ہوتے تھے اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ امام ابوالمحاسن مرغینانی نے بالسند نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے پچپن حج کئے تھے۔ اور یہ تاریخ اسلام میں کوئی عجیب بات نہیں کہ اسے مبالغہ آمیز تصور کیا جائے کیونکہ متعدد شخصیتوں کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں جن کی حج کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے چنانچہ امام ابن ماجہؒ کے شیخ علی بن منذر نے اٹھاون حج کئے تھے اور ان میں اکثر پاپیادہ ہی تھے، (۱) محدث سعید بن سلیمان ابوعثمان واسطی نے

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۳۹۲/۶ (۲) سیر اعلام النبلاء ۳۹۶/۶ (۳) مناقب الامام الاعظم ۵۹/۱ =

ساٹھ حج کئے تھے (۲) اور حافظ عبد القادر قرشی نے جواھر المضیه فی طبقات الحنفیه میں امام سفیان بن عیینہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے ستر حج کئے تھے۔

علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ تک جسکی مدت چھ سال کی ہوتی ہے آپ کا مستقل قیام مکہ معظّمہ ہی میں رہا (۳)

ظاہر ہے کہ اس دور کے طریقۂ رائج کے مطابق دوران حج اور اس چھ سالہ مستقل قیام کے زمانہ میں آپ نے شیوخ حرمین شریفین اور واردین وصادرین اصحاب حدیث سے خوب خوب استفادہ کیا ہوگا طلب علم کے اسی والہانہ اشتیاق اور بے پناہ شغف کا ثمرہ ہے کہ آپ کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی (۴)۔ پھر ان چار ہزار اساتذہ سے آپ نے کس قدر احادیث حاصل کیں اس کا کچھ اندازہ مشہور امام حدیث حافظ مِسعَر بن کِدام کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے جسے امام ذہبی نے ”مناقب امام ابی حنیفہ وصاحبیہ“ میں نقل کیا ہے۔

علم حدیث میں مہارت وامامت

امام مُسعِر بن کدام جو اکابر حفاظ حدیث میں ہیں امام صاحب کی جلالت شان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

طلبت مع ابی حنیفه الحدیث فغلبنا ، واخذنا فی الزهد فبرع علینا وطلبنا معه الفقه فجاء ماترون حواله تلخیص (۵)

> ”میں نے امام ابوحنیفہ کی رفاقت میں حدیث کی تحصیل کی تو وہ ہم پر غالب رہے اور زہد وپرہیزگاری میں مصروف ہوئے تو اس میں بھی وہ فائق رہے اور فقہ ان کے ساتھ شروع کی تو تم دیکھتے ہو کہ اس فن میں کمالات کے کیسے جوہر دکھائے۔“

---

(۱) سنن ابن ماجہ باب صید الکلب = (۲) مناقب امام احمد از ابن الجوزی ص ۳۸۷ = (۳) عقود الجمان از مؤرخ کبیر ومحدث امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی ص ۳۱۲ (۴) عقود الجمان میں امام صالحی نے الباب الرابع فی ذکر بعض شیوخہ کے تحت ۲۴ صفحات میں شیوخ امام اعظم کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ (۵) مناقب ذہبی ص: ۲۷

یہ مسعر بن کدام وہ بزرگ ہیں جنکے حفظ و اتقان کی بناء امام شعبہ انہیں مصحف کہا کرتے تھے(١) اور حافظ ابو محمد رامہرمزی نے اصول حدیث کی اولین جامع تصنیف المحدث الفاضل میں لکھا ہے کہ امام شعبہ اور امام سفیان ثوری میں جب کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہوتا تو دونوں کہا کرتے کہ ''اذهبنا الی المیزان مسعر'' ہم دونوں کو مسعر کے پاس لے چلو جو فن حدیث کے میزان علم ہیں، ذرا غور تو فرمائیے کہ امام شعبہ اور امام سفیان ثوری دونوں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں پھر ان دونوں بزرگ کی میزان جس ذات کے بارے میں یہ شہادت دے کہ وہ علم حدیث میں ہم پر فوقیت رکھتی ہے اس شخصیت کا فن حدیث میں پایہ کیا ہوگا۔

مشہور امام تاریخ و حدیث حافظ ابو سعد سمعانی کتاب الانساب میں امام صاحب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

اشتغل بطلب العلم و بالغ فیه حتی حصل له مالم یحصل لغیره ۔(٢)۔

''امام ابوحنیفہ طلب علم میں مشغول ہوئے تو اس درجہ غایت انہماک کے ساتھ ہوئے کہ جس قدر علم انہیں حاصل ہوا دوسروں کو نہ ہو سکا''

غالباً امام صاحبؒ کے اسی کمالِ علمی کے اعتراف کے طور پر امام احمد بن حنبل اور امام بخاری کے استاذ حدیث شیخ الاسلام حافظ ابو عبدالرحمٰن مقری جب امام صاحب سے کوئی حدیث روایت کرتے تو اس الفاظ کے ساتھ روایت کرتے تھے اخبرنا شاهنشاه ہمیں علم حدیث کے شہنشاہ نے خبر دی۔ یہ حافظ ابو عبدالرحمٰن مقری امام ابوحنیفہ کے خاص شاگرد ہیں اور امام صاحب سے نو سو ٩٠٠ حدیثیں سنی ہیں جیسا کہ علامہ کردی مناقب الامام الاعظم (ج ٢ ص ٢١٦ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد) میں لکھتے ہیں عبداللہ بن یزید المقریٰ (ابو عبدالرحمٰن) سمع من الإمام تسع مأة حدیث)

اسی بات کا اعتراف محدث عظیم حافظ یزید بن ہارون نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

کان ابو حنیفة نقیا، تقیا، زاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه (٣)۔

---

(١) تذکرۃ الحفاظ از امام ذہبی ١٨٨/١=(٢) کتاب الانساب طبع لندن ورق ١٩٦=(٣) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ از صیمری ص ٣٦=

امام ابو حنیفہ پاکیزہ سیرت، متقی، پرہیز گار، صداقت شعار اور اپنے زمانہ میں بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔

امام ابو حنیفہؒ کے علوم وقرآن وحدیث میں امتیازی تبحر اور وسعتِ معلومات کا اعتراف امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان نے ان وقیع الفاظ میں کیا ہے۔ إنه والله لأعلم هذه الامة بماجاء عن الله ورسوله ۔ (۱)

"بخدا ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہورہے اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔"

امام بخاریؒ کے ایک اور استاذ حدیث امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں۔

كان أبو حنيفة زاهدا، عالماً، راغباً في الآخرة صدوق اللسان أحفظ اهل زمانه (۲)

"امام ابو حنیفہ، پرہیز گار، عالم، آخرت کے راغب، بڑے راست باز اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔"

امام ابو حنیفہؒ کی حدیث میں کثرت معلومات کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ امام صاحب نے حدیث پاک میں اپنی اولین تالیف کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے۔ چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی محدث کبیر امام الائمہ بکر بن محمد زرنجری متوفی ۵۱۲ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

وانتخب ابو حنيفة رحمه الله الآثار من اربعين الف حديث ۔(۳)

"امام ابو حنیفہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔"

پھر اسی کے ساتھ امام حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری متوفی ۲۹۸ھ کا یہ بیان بھی پیش نظر رکھئے جسے انہوں نے اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں خود امام اعظم سے بہ سند نقل کیا ہے کہ:

---

(۱) مقدمہ کتاب التعلیم از مسعود بن شیبہ سندھی بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۶۷ از محقق کبیر علامہ محمد عبد الرشید نعمانی (۲) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی (۳) مناقب الامام الاعظم ۱/۹۵

عندی صناديق الحديث ما أخرجت منهما إلا أليسير الذی ينتفع به ۔(۱)

”میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اٹھائیں۔“

اب خدا ہی کو معلوم ہے کہ ان صندوقوں کی تعداد کیا تھی اور ان میں احادیث کا کس قدر ذخیرہ محفوظ تھا۔ لیکن اس سے اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمہ والغفران کثیر الحدیث ہیں اور یار لوگوں نے جو یہ مشہور کر رکھا ہے کہ حدیث کے باب میں امام صاحب تہی دامن تھے اور انہیں صرف سترہ حدیثیں معلوم تھیں یہ ایک بے بنیاد الزام ہے علمی دنیا میں قطعاً غیر معروف اور اوپرا ہے۔ جو بازاری افسانوں سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔

ضروری تنبیہ

اس موقعہ پر یہ علمی نکتہ پیش نظر رہے کہ یہ چالیس ہزار متون حدیث کا ذکر نہیں بلکہ اسانید کا ذکر ہے پھر اس تعداد میں صحابہ واکابر تابعین کے آثار واقوال بھی داخل ہیں کیونکہ سلف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث واثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔

امام صاحب کے زمانہ میں احادیث کے طرق واسانید کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ نہیں تھی بعد کو امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کے زمانہ میں سندوں کی یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی کیونکہ ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس تلامذہ سے بیان کیا تو اب محدثین کی اصطلاح کے مطابق یہ دس سندیں شمار ہونگی اگر اب کتاب الآثار اور مؤطا امام مالک کی احادیث کی تخریج دیگر کتب حدیث کی احادیث سے کریں تو ایک ایک متن کی دسیوں بیسیوں سندیں مل جائیں۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے مسند ابی حنیفہ میں بسند متصل یحییٰ بن نصر صاحب کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

دخلت علی أبی حنيفة فی بيت مملوء كتباً فقلت: ماهذه؟

---

(۱) مناقب الامام الاعظم ۱/۹۵

> قال هذه أحاديث كلها وما حدثت به الا اليسير الذي ينتفع به(۱)
>
> ’’میں امام ابوحنیفہ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا یہ سب کتابیں حدیث کی ہیں اور میں نے ان سے تھوڑی سی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے نفع اٹھایا جائے‘‘۔

مشہور محدث ابومقاتل حفص بن سلم امام ابوحنیفہؒ کی فقہ وحدیث میں امامت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

وكان أبوحنيفة إمام الدنيا في زمانه فقهاوعلما وورعاً قال: وكان أبوحنيفة محنة يعرف به أهل البدع من الجماعة ولقد ضرب بالسياط على الدخول في الدنيا لهم فابى(۲)

امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں فقہ وحدیث اور پرہیزگاری میں امام الدنیا تھے۔ ان کی ذات آزمائش تھی جس سے اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت میں فرق وامتیاز ہوتا تھا انہیں کوڑوں سے مارا گیا تاکہ وہ دنیاداروں کے ساتھ دنیا میں داخل ہو جائیں (کوڑوں کی ضرب برداشت کرلی) مگر دخول دنیا کو قبول نہیں کیا۔

حفص بن مسلم کے قول "وكان أبوحنيفة محنة يعرف به أهل البدع من الجماعة "(امام ابوحنیفہ آزمائش تھے ان کے ذریعہ اہل سنت اور اہل بدعت میں تمیز ہوتی تھی) کی وضاحت امام عبدالعزیز ابن ابی رواد کے اس قول سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں:

> أبوحنيفة المحنة من أحب أباحنيفة فهوسنّي ومن أبغض فهو مبتدع(۳)
>
> ’’امام ابوحنیفہ آزمائش میں ہیں جو امام صاحب سے محبت رکھتا ہے وہ سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے‘‘۔

مؤرخ کبیر شیخ محمد بن یوسف صالحی اپنی معتبر، مقبول اور جامع کتاب عقود الجمان

---

(۱) الانتفاء از حافظ عبدالبر ص۳۱۹ مطبوعہ دالرالبشائر الاسلامیہ بیروت ۱۴۱۷ھ

(۲) اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ از امام صمیری ص۷۹ (۳) اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ از امام صمیری ص۷۹

فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان ۔ میں امام صاحب کی عظیم محدثانہ حیثیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اعلم رحمك الله أن الإمام أبا حنيفة رحمه الله تعالى من كبار حفاظ الحديث وقدتقدم انه اخذ عن أربعة آلاف شيخ من التابعين وغيرهم وذكره الحافظ الفاقد ابو عبدالله الذهبى فى كتابه الممتع طبقات الحفاظ من المحدثين منهم ولقد اصاب وأجاد، ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ماتهيّاله استنباط مسائل الفقه فانه أوّل من استنبطه من الأدلة ١ ه(١)

> ’’معلوم ہونا چاہئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کبار حفاظ حدیث میں سے ہیں اور اگلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ امام صاحب چار ہزار شیوخ تابعین وغیرہ سے تحصیل علم کیا ہے اور حافظ ناقد امام ذہبی نے اپنی مفید ترین کتاب تذکرۃ الحفاظ میں حفاظ محدثین میں امام صاحب کا بھی ذکر کیا ہے (جو امام صاحب کے حافظ حدیث ہونے کی بڑی پختہ دلیل ہے)ان کا یہ انتخاب بہت خوب اور نہایت درست ہے اگر امام صاحب تکثیر حدیث کا مکمل اہتمام نہ کرتے تو مسائل فقہیہ کے استنباط کی استعداد ان میں نہ ہوتی جبکہ دلائل سے مسائل کا استنباط سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا ہے‘‘۔

علم حدیث میں امام صاحب کے اسی بلند مقام ومرتبہ کی بناء پر اکابر محدثین اور ائمہ حفاظ کی جماعت میں عام طور پر امام اعظم کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے:۔ چنانچہ امام المحدثین ابوعبداللہ الحاکم اپنی مفید ومشہور کتاب ’’معرفۃ علوم الحدیث‘‘ کی انچاسویں ۴۹ نوع کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذاالنوع من هذه العلوم معرفة الائمة الثقات المشهورين من التابعين وأتباعهم ممن يجمع حديثهم للحفظ والمذاكرة والتبرك بذكرهم من

---

(۱) عقود الجمان ص ۳۱۹

الشرق الی الغرب ۔

> "علوم حدیث کی یہ نوع مشرق و مغرب کے تابعین اور اتباع تابعین میں سے مشہور ائمہ ثقات کی معرفت اور ان کے ذکر میں ہے جن کی بیان کردہ احادیث حفظ و مذاکرہ اور تبرک کی غرض سے جمع کی جاتی ہیں"۔

پھر اس نوع کے تحت بلاد اسلامیہ کے گیارہ علمی مراکز مدینہ، مکہ، مصر، شام، یمن، یمامہ، کوفہ، جزیرہ، بصرہ، واسط، خراسان کے مشاہیر ائمہ حدیث کا ذکر کیا ہے

۱۔ محدثین مدینہ میں سے امام محمد بن مسلم زہری، محمد بن المنکدر قرشی، ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن الرائی، امام مالک بن انس، عبداللہ بن دینار، عبیداللہ بن عمر بن حفص عمری، عمر بن عبدالعزیز، سلمہ بن دینار، جعفر بن محمد الصادق وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ محدثین مکہ میں سے ابراہیم بن میسرہ، اسماعیل بن امیہ، مجاہد بن جبیر، عمرو بن دینار، عبدالملک بن جریج، فضیل بن عیاض وغیرہ کے اسماء ذکر کئے ہیں۔

۳۔ محدثین مصر میں سے عمرو بن الحارث، یزید بن ابی حبیب، عیاش بن عباس القتبانی عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر، حیوۃ بن شریح التجیبی، رزیق بن حکیم الایلی وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

۴۔ محدثین شام میں سے عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی، شعیب بن ابی حمزہ الحمصی، رجاء بن حیوۃ الکندی، امام مکحول (الفقیہ) وغیرہ کے اسماء بیان کئے گئے ہیں۔

۵۔ اہل یمن میں سے ہمام بن منبہ، طاؤس بن کیسان، ضحاک بن فیروز دیلمی، شرحبیل بن کلیب صنعانی وغیرہ کے نام لئے ہیں۔

۶۔ محدثین یمامہ میں سے یحییٰ بن ابی کثیر، ابوکثیر یزید بن عبدالرحمٰن السحیمی، عبداللہ بن بدر یمانی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

۷۔ محدثین کوفہ میں سے عامر بن شراحیل الشعبی، ابراہیم نخعی، ابواسحاق السبیعی، عون بن عبداللہ، موسی بن ابی عائشہ الہمدانی سعید بن مسروق الثوری، الحکم بن عتیبہ الکندی، حماد بن ابی سلیمان (شیخ امام ابوحنیفہ) منصور بن المعتمر السلمی، زکریا بن ابی زائدہ الہمدانی،

معسر بن کدام الہلالی، امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت التیمی، سفیان بن سعید الثوری، الحسن بن صالح بن حی، حمزہ بن حبیب الزیات، زفر بن الہذیل (تلمیذ امام ابوحنیفہ) وغیرہ کا نام لیا ہے۔

۸۔ محدثین جزیرہ میں سے میمون بن مہران، کثیر بن مرۃ حضرمی، ثور بن یزید ابوخالد الرجبی، زہیر بن معاویہ، خالد بن معدان العابد وغیرہ کے اسماء ذکر کئے ہیں

۹۔ اہل بصرہ کے محدثین میں سے ایوب بن ابی تیمیہ السختیانی معاویہ بن قرۃ مزنی، عبداللہ بن عون، داؤد بن ابی ہند شعبہ بن الحجاج (امام الجرح والتعدیل) ہشام بن حسان، قتادۃ بن دعامۃ سدوسی، راشد بن نجیح حمانی وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے

۱۰۔ اہل واسط میں سے یحیٰی بن دینار رمانی، ابوخالد یزید بن عبدالرحمٰن دالانی، عوام بن حوشب وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

۱۱۔ محدثین خراسان میں عبدالرحمٰن بن مسلم، عتیبہ بن مسلم، ابراہیم بن ادہم الزاہد، محمد بن زیاد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے(۱)

اس نوع میں امام حاکم نے پانچ سو سے زائد ان ثقات ائمہ حدیث کو ذکر کیا ہے جن کی مرویات محدثین کی اہمیت کی حامل ہیں اور انہیں جمع کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور ان ائمہ حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر ہے کیا اس کے بعد بھی امام صاحب کے حافظ حدیث بلکہ کبار حفاظ حدیث میں ہونے کے بارے میں کسی تردد کی گنجائش رہ جاتی ہے

اسی طرح امام ذہبی جو بقول حافظ ابن حجر عسقلانی نقد رجال میں استقراء تام کے مالک تھے۔ اپنی اہم ترین ومفید ترین تصنیف سیر اعلام النبلاء میں امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے تذکرہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے قول "العلم یدور علی ثلثة مالك، واللیث وابن عیینة"

(علم حدیث تین بزرگوں امام مالک، امام لیث بن سعد اور امام سفیان بن عیینہ پر دائر ہے) کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

---

(۱)معرفة علوم الحدیث از امام حاکم نیشاپوری ص ۲۴۰۔۲۴۹

قلت بل وعلى سبعة معهم، وهم الاوزاعى، الثورى، وأبو حنيفة، وشعبة، والحمادان (۱)

میں کہتا ہوں کہ ان تینوں مذکورہ ائمہ حدیث کے ساتھ مزید سات بزرگوں یعنی امام اوزاعی، امام ثوری، امام معمر امام ابوحنیفہ، امام شعبہ امام حماد اور امام حماد بن زید پر علم دائر ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں امام ذہبی ان اکابر ائمہ حدیث کے زمرہ میں جن پر علوم حدیث دائر ہے امام ابوحنیفہ کو بھی شمار کرر ہے ہیں امام صاحب کے کبار محدثین کے صف میں ہونے کی یہ کتنی بڑی اور معتبر شہادت ہے اس کا اندازہ اہل علم کر سکتے ہیں۔

نیز اسی سیر اعلام النبلاء، میں مشہور امام حدیث یحیٰی بن آدم کے تذکرہ میں محمود بن غیلان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

"سمعت أباأسامة يقول كان عمرؓ فى زمانه رأس الناس وهو جامع وكان بعده ابن عباس فى زمانه وبعده الشعبى فى زمانه وكان بعده سفيان الثورى وكان بعد الثورى يحيىٰ بن آدم"

محمود بن غیلان کہتے ہیں کہ میں نے ابواسامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد میں علم واجتہاد کے اعتبار سے لوگوں کے سردار تھے اور وہ جامع فضائل تھے۔ اور انکے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں، اور ان کے بعد امام شعبی اپنے زمانہ میں اور امام شعبی کے بعد سفیان ثوری اپنے زمانہ میں اور ان کے بعد یحیٰی بن آدم اپنے زمانے میں علم واجتہاد کے امام تھے۔

اس قول کو نقل کرنے کے بعد اس بارے میں اپنی رائے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قلت: قد كان يحيىٰ بن آدم من كبارائمة الاجتهاد، وقد كان عمر كما قال فى زمانه ثم كان على، وابن مسعود، ومعاذ، وابوالدرداء، ثم كان بعدهم فى زمانه زيدبن ثابت، وعائشه وابوموسىٰ، وابوهريرة، ثم كان ابن عباس وابن عمر، ثم علقمة، ومسروق وابوادريس وابن المسيب، ثم عروة والشعبى والحسن وابراهيم النخعى ومجاهدوطاؤس وعدّه ثم الزهرى وعمربن

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۹۴/۸

عبدالعزیز، وقتادة وأیوب ثم الأعمش وابن عون وابن جریج وعبیدالله بن عمرثم الأوزاعی وسفیان الثوری، ومعمروابو حنیفه وشعبه ثم مالك واللیث وحمادبن زیدوابن عیینة ثم ابن المبارك ویحییٰ القطان ووکیع وعبدالرحمن وابن وهب، ثم یحییٰ بن آدم وعفان والشافعی وطائفة ثم أحمدوأسحاق ابوعبیدوعلی المدینی وابن معین ثم ابومحمدالدارمی ومحمدبن اسماعیل البخاری وآخرون من ائمة العلم والاجتهاد۔ (۱)

میں کہتا ہو یقیناً یحییٰ بن آدم کبار ائمہ اجتہاد میں سے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلاشبہ اپنے زمانہ میں علم واجتہاد میں سرتاج مسلمین تھے پھر ان کے بعد حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل ابو درداء رضی اللہ عنہم کا مرتبہ ہے، ان حضرات کے بعد زید بن ثابت عائشہ صدیقہ ابوموسیٰ اشعری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا علم واجتہاد میں مرتبہ تھا، ان حضرات کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا مقام تھا پھر ان حضرات صحابہ کے بعد علقمہ، مسروق، ابوادریس خولانی اور سعید بن المسیب کا درجہ تھا پھر عروۃ بن زبیر، امام شعبی، حسن بصری، ابراہیم نخعی، مجاہد، طاؤس وغیرہ تھے پھر ابن شہاب زہری، عمر بن عبدالعزیز، قتادہ، ایوب سختیانی کا مرتبہ تھا پھر امام اعمش، ابن عون، ابن جریج، عبید اللہ بن عمر کا درجہ تھا پھر امام اوزاعی، سفیان ثوری، معمر، امام ابوحنیفہ اور شعبہ بن حجاج کا مقام ومرتبہ تھا پھر امام مالک، لیث بن سعد، حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ تھے، پھر عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، وکیع بن جراح، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبداللہ بن وہب تھے پھر یحییٰ بن آدم، عفان بن مسلم، امام شافعی وغیرہ تھے پھر امام احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ، ابوعبید، علی بن المدینی اور یحیٰی بن معین تھے پھر ابومحمد دارمی، امام بخاری اور دیگر ائمہ علم واجتہاد اپنے زمانہ میں تھے۔

اس موقع پر بھی امام ذہبی نے اکابر ائمہ حدیث کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی ذکر کیا ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں ان اکابر کے ہم پایہ ہیں۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۹/۵۲۵۔ ۵۲۶۔

یہ اکابر محدثین یعنی امام مسعر بن کدام، امام ابوسعد سمعانی، حافظ حدیث یزید بن ہارون، استاد امام بخاری مکی بن ابراہیم ابومقاتل، امام عبدالعزیز بن رداد، مؤرخ کبیر المحدث محمد بن یوسف صالحی، امام المحدثین ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری امام ذہبی وغیرہ بیک زبان شہادت دے رہے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ اپنے عہد کے حفاظ حدیث میں امتیازی شان کے مالک تھے ان اکابر متقدمین ومتأخرین علمائے حدیث کے علاوہ امام ابن تیمیہ، ان کے مشہور تلمیذ ابن القیم وغیرہ حفاظ حدیث بھی امام صاحب کو کثیر الحدیث ہی نہیں بلکہ اکابر حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔

اس موقع پر بغرض اختصار انہیں مذکورہ ائمہ حدیث وفقہ کی نقول پر اکتفا کیا گیا ہے امام اعظم ؒ کی مدح وتوصیف کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ امام حافظ عبدالبر اندلسی مالکی اپنی انتہائی وقیع کتاب "الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء" میں سرسٹھ ۶۷ اکابر محدثین وفقہاء کے اسماء نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وكل هؤلاء أثنوا عليه ومدحوه بألفاظ مختلفة (١)

ان سارے بزرگوں نے مختلف الفاظ میں امام ابوحنیفہ ؒ کی مدح وثنا کی ہے امام صاحب کے بارے میں تاریخ اسلام کی ان برگزیدہ شخصیتوں کے اقوال کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس صحیح حدیث کی روشنی میں دیکھئے خادم رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ:

مرّوا بجنازة فاثنوا عليها خيراً فقال النبي صلى الله عليه وسلم !وجبت فقال عمر ما وجبت ؟فقال هذا أثنيتم عليه خيرا، فوجبت له الجنة أنتم شهداء الله في الأرض (متفق عليه) (٢)

حضرات صحابہ کا ایک جنازہ کے پاس سے گزر ہوا تو ان حضرات نے اس کی خوبیوں کی تعریف کی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی ؟ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اسکے خیر وبھلائی کو بیان کیا لہذا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی تم زمین

---

(۱) الانتقاء ص ۲۲۹ مطبوعہ دار البشائر بیروت ۱۴۱۷ (۲) مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۵ باختصار

میں اللہ کے گواہ ہو۔

اس حدیث پاک کے مطابق یہ اعیان علماء اسلام یعنی محدثین فقہاء، عباد وزہاد اور اصحابِ امانت و دیانت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی عظمت شان اور دینی امامت کے بارے میں شہداء اللہ فی الارض ہیں اور اللہ کے ان گواہوں کے شہادت کے بعد مزید کسی شہادت کی حاجت نہیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر اک کا نصیب یہ بخت رسا کہاں

امام صاحب کی عدالت وثقاہت

سید الفقہاء، سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی علم وفضل اور امامت وشہرت کے جس بلند وبالا مقام پر ہیں، ان کی عظمت شان بذات خود انہیں ائمۂ جرح وتعدیل کی انفرادی تعدیل وتوثیق سے بے نیاز کر دیتی ہے

چنانچہ امام تاج الدین سبکی اصول فقہ پر اپنی مشہور کتاب ”جمع الجوامع“ کے آخر میں لکھتے ہیں۔

ونعتقد أن أباحنيفة ومالكا، والشافعى، وأحمد، والسفيانين، والأوزاعى، واسحاق بن راهويه، وداؤدالظاهرى، وابن جرير وسائر أئمة المسلمين على هدى من الله فى العقائد وغيرها ولاالتفات الى من تكلم فيهم بماهم بريئون منه فقد كانو ا من العلوم اللّدنّية والمواهب الالٰهية والاستنباط الدقيقة والمعارف الغزيرة والدين والورع والعبادة والزهادة والجلالة بالمحل لايسامىٰ۔“(١)

ہمارا اعتقاد ہے کہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، سفیان ثوری، وسفیان بن عیینہ، اوزاعی، اسحاق بن راھویہ، داوٗد ظاہری، ابن جریر طبری اور سارے ائمہ مسلمین عقائد

---

(۱) جمع الجوامع ۴۴۱/۳

واعمال میں منجانب اللہ ہدایت پر تھے اوران ائمہ دین پر ایسی باتوں کی حرف گیری کرنے والے جن سے یہ بزرگان دین بری تھے مطلقا لائق التفات نہیں ہیں کیونکہ یہ حضرات علوم لدنی، خدائی عطایا، باریک استنباط، معارف کی کثرت، اوردین و پرہیز گاری، عبادت وزہد نیز بزرگی کے اس مقام پر تھے جہاں پہنچا نہیں جا سکتا ہے۔

نیز شیخ الاسلام ابو اسحاق شیرازی شافعی اپنی کتاب اللمع فی اصول الفقہ میں رقم طراز ہیں۔

وجملته أن الراوى لا يخلوا إما ان يكون معلوم العدالة أومعلوم الفسق أومجهول الحال، فإن كانت عدالته معلومة كالصحابة رضى الله عنهم أوأفاضل التابعين كالحسن وعطاء والشعبى و النخعى أوأجلاء الأئمة كمالك، وسفيان، وأبى حنيفة، والشافعي، وأحمد، وإسحاق، ومن يجرى مجراهم وجب قبول خبره ولم يجب البحث عن عدالته ـ(١)

> ''جرح وتعدیل کے باب میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ راوی کی یا تو عدالت معلوم ومشہور ہوگی یا اس کا فاسق ہونا معلوم ہوگا، یا وہ مجہول الحال ہوگا (یعنی اس کی عدالت یا فسق معلوم نہیں) تو اگر اس کی عدالت معلوم ہے جیسے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم یا افاضل تابعین جیسے حسن بصری، عطاء بن رباح، عامر شعبی، ابراہیم نخعی یا جیسے بزرگ ترین ائمہ دین جیسے امام مالک، امام سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور جو ان کے ہم درجہ ہیں تو ان کی خبر ضرور قبول کی جائے گی اوران کی عدالت وتوثیق کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی''۔

یہی بات اپنے الفاظ میں حافظ ابن صلاح نے اصول حدیث پر اپنی مشہور ومعروف کتاب علوم الحدیث میں تحریر کی ہے۔ لکھتے ہیں

فمن اشتهرت عدالته بين أهل النقل من اهل العلم وشاع كالثناء عليه

---

(١) اللمع فی اصول الفقہ ص ۴۱ مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی بمصر ۱۳۵۸ھ

بالثقة والأمانة استغنى فيه بذالك عن بينة شاهد بعدالته تنصيصاً (۱)

> ”علمائے اہل نقل میں جس کی عدالت مشہور ہو اور ثقاہت وامانت میں جس کی تعریف عام ہو اس شہرت کی بناء پر اس کے بارے میں صراحۃً انفرادی تعدیل کی حاجت نہیں ہے“۔

حافظ شمس الدین سخاوی ”الجواهر الدر فی ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر“ میں رقم طراز ہیں:-

وسئل ابن حجر مما ذكره النسائی فی ”الضعفاء والمتروكين عن أبی حنيفة رضی الله أنه ليس بقوی فی الحديث وهو كثير الغلط والخطاء على قلة روايته، هل هو صحيح ؟ وهل وافقه على هذا احد من ائمة المحدثين ام لا؟

فأجاب: النسائی من أئمة الحديث والذی قاله إنما هو حسب ما ظهر له وأداه إليه اجتهاده، وليس كل أحديؤخذبجميع قوله، وقد وافق النسائی على مطلق القول فی جماعة من المحدثين، واستوعب الخطيب فی ترجمته من تاريخه أقاويلهم وفيها مايقبل ومايرد وقدا اعتذرعن الإمام بانه كان يرى أنه لايحدث إلابما حفظه منذ سمعه إلى أن اداه، فلهذا قلت الروايةعنه وصارت روايته قليلة بالنسبة لذالك، وإلا فهو فی نفس الأمر كثير الرواية ـ

وفی الجمله: ترك الخوض فی مثل هذا أولى فإن الإمام وأمثاله ممن قفزوا لقنطرة فما صار يؤثر فی أحد منهم قول أحد بل هم فی الدرجة اللتی رفعهم الله تعالى إليها من كونهم متبوعين يقتدی بهم فليعتمد هذا والله ولی التوفيق (۲)

> ”شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے دریافت کیا گیا کہ امام نسائی نے اپنی کتاب ”الضعفاء والمتروکین“ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق

---

(۱) علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن صلاح ص ۱۱۵

(۲) بحوالہ اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمہ رضی اللہ عنہم ص ۱۱۶، ۱۱۷ از محقق علامہ محمد عوامہ

> جو یہ لکھا ہے کہ ''إنه ليس بالقوى فى الحديث وهو كثير الغلط والخطاء على قلة روايته'' (کیا یہ درست ہے اور ائمہ محدثین میں کسی نے اس قول میں انکی موافقت کی ہے؟) تو شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے جواب دیا۔ نسائی ائمہ حدیث میں ہیں انہوں نے امام اعظمؒ کے بارے میں جو بات کہی ہے وہ اپنے علم واجتہاد کے مطابق کہی ہے۔ اور ہر شخص کی ہر بات لائق قبول نہیں ہوتی، محدثین کی جماعت میں سے کچھ لوگوں نے اس بات میں نسائی کی موافقت کی ہے اور امام خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام اعظم کے تذکرنے میں ان لوگوں کے اقوال کو جمع کر دیا ہے جن میں لائق قبول اور قابل رد دونوں طرح کے اقوال ہیں، امام اعظمؒ کی قلت روایت کے بارے میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ روایت حدیث کے سلسلے میں چونکہ ان کا مسلک یہ تھا کی اسی حدیث کا نقل کرنا درست ہے جو سننے کے وقت سے بیان کرنے کے وقت تک یاد ہو باب روایت میں اسی کڑی شرط کی بناء پر ان سے منقول روایتیں کم ہو گئیں ورنہ وہ فی نفسہ کثیر الروایت ہیں''۔
>
> ''بہر حال (امام اعظمؒ کے متعلق) اس طرح کی باتوں میں نہ پڑنا ہی بہتر ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ اور ان جیسے ائمۂ دین ان لوگوں میں ہیں جو اس پل کو پار کر چکے ہیں (یعنی باب جرح میں ہماری بحث وتحقیق سے بالاتر ہیں) لہذا ان میں کسی کی جرح مؤثر نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالی نے ان بزرگوں کو امامت ومقتدائیت کی جو رفعت وبلندی عطا کی وہ اپنے اسی مقام بلند پر فائز ہیں۔ ان ائمۂ حدیث کے متعلق اسی تحقیق پر اعتماد کرو اللہ تعالی ہی توفیق کے مالک ہیں''۔

ان اکابر علماء حدیث وفقہ کی مذکورہ بالا تصریحات اور حدیث وفقہ کے اس مسلمہ اصول کے پیش نظر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق وتعدیل سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے انفرادی اقوال پیش کئے جائیں پھر بھی بغرض

فائدہ مزید امام اعظمؒ کی توثیق وتعدیل سے متعلق ذیل میں کچھ ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال درج کئے جارہے ہیں۔

١۔ قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحییٰ بن معین یقول کان أبوحنیفة ثقة لایحدث بالحدیث إلابمایحفظه ولایحدث بمالا یحفظ۔ (١)

> ”محمد بن سعد عوفی کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن معین سے کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے وہ اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جو انہیں محفوظ ہوتی تھی اور جو حدیث یاد نہ ہوتی بیان نہیں کرتے تھے“۔

٢۔ وقال صالح بن محمد الأسدی الحافظ سمعت یحییٰ بن معین یقول کان أبوحنیفة ثقة فی الحدیث۔ (٢)

> ”حافظ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے“۔

٣۔ وقال علی بن المدینی أبوحنیفة روی عنه الثوری، وابن المبارك وحماد بن زیدوهشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به ۔(٣)

امام بخاری کے استاذ کبیر علی بن المدینی کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری عبداللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع بن الجراح، عباد بن عوام اور جعفر بن عون روایت کرتے ہیں اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی خرابی نہیں تھی۔

٤۔ قال محمدبن اسماعیل سمعت شبابة بن سوار کان شعبة حسن الرای فی أبی حنیفة ۔(٤)

---

(١) تہذیب الکمال از حافظ مزی ٣٤٠/٧ مطبوعہ موسسة الرسالہ ١٤١٨ھ۔ (٢) ایضاً۔
(٣) جامع بیان العلم وفضله ١٠٨٣/٢ ازحافظ ابن عبدالبر مطبوعہ دارالجوزیہ طعبة ثا ١٤١٨ (٤) الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء ص١٩٦ ازحافظ ابن عبدالبر مطبو دار البشائر الاسلامیہ بیروت لطبعة الاولی ١٤١٧۔

شبابۃ بن سوار کا بیان ہے کہ امام شعبہ بن الحجاج امام ابوحنیفہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

٥۔ قال عبدالله بن أحمد بن إبراهيم الدورقی قال سئل یحییٰ بن معین وانا اسمع عن ابی حنیفة فقال: ثقة ماسمعت احداً ضعّف هذاشعبةبن الحجاج یکتب إلیه ان یحدث ویامره وشعبة شعبه (١)

> ”عبداللہ دورقی کہتے ہیں یحیٰی بن معین سے امام ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ یحیٰی بن معین نے فرمایا وہ ثقہ ہیں میں نے کسی سے اس کی تضعیف نہیں سنی، یہ امام شعبہ ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کو مکتوب لکھا کہ آپ حدیث روایت کیجئے یعنی امام شعبہ نے انہیں حدیث کی روایت کا حکم دیا اور جرح وتعدیل کے فن میں شعبہ کا جو مقام ہے وہ سب کو معلوم ہے“

اس موقع پر بغرض اختصار ائمۂ جرح وتعدیل میں سے امام یحیٰی بن معین، امام علی بن المدینی اور امام شعبہ بن الحجاج کے اقوال پر اکتفاء کیا جا رہا ہے ورنہ ”یقول امام ابن عبدالبر الذین رووا عن أبی حنیفة ووثقوه وأثنوا علیه أکثر من الذین تکلموا فیه“۔ یعنی امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کرنے اور ان کی توثیق وتعریف کرنے والوں کی تعداد ان پر کلام کرنے والوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔

پھر ان مذکورہ ائمہ کا فن جرح وتعدیل میں جو مقام ومرتبہ ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ ان میں سے صرف ایک کی تعدیل کسی کی عدالت کے ثبوت کے لئے کافی سمجھی جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ اور فن جرح وتعدیل

سراج الامت، سید الفقہاء نہ صرف ایک عادل وضابطہ حافظ حدیث تھے بلکہ ائمۂ محدثین کی اس صف میں شامل تھے جو علوم حدیث اور رجال حدیث میں مہارت، نیز ذکاوت وفراست اور عدالت وثقاہت میں اس معیار پر تھے جن کے فیصلوں پر راویانِ

---

(١) جامع بیان العلم وفضله ١٠٨٤/٢

حدیث کے مقبول وغیر مقبول ہونے کا مدار ہے۔

چنانچہ الامام الناقد الحافظ ابوعبداللہ شمس الدین محمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ طبقات المحدثین کے فن میں اپنی جامع ونافع ترین کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' کے سرورق پر رقم طراز ہیں۔

هذه تذكرة اسماء معدلى حملة العلم النبوى ومن ويرجع إلى اجتهادهم فى التوثيق والتضعيف والتصحيح والتعريف ۔(۱)

''یہ مستقیم السیرت حاملین حدیث اور رجال کی توثیق وتضعیف نیز حدیث کی تصحیح وتضعیف میں جن کے اجتہاد ورائے کیجانب رجوع کیا جاتا ہے کے اسماء کا تذکرہ ہے''۔

اور تذکرہ میں امام ذہبی پانچویں طبقہ کے حفاظ حدیث میں امام صاحب کا بھی ذکر کیا ہے (۲) جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ذہبی نے (جن کے بارے میں حافظ ابن حجر کا فیصلہ ہے کہ نقد رجال میں استقراء تام کے مالک ہیں) کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شماران ائمہ حدیث میں ہے جن کے قول سے جرح وتعدیل کے باب میں سند پکڑی جاتی ہے۔

پھر یہی امام ذہبی اپنے رسالہ "ذكر من يعتمد قوله فى الجرح والتعديل" میں لکھتے ہیں۔

فاول من زكىّ وجرّح عند انقراض عصر الصحابة

۱۔الشعبى، ۲۔وابن سيرين ونحوهماحفظ عنهم توثيق أناس وتصعيف آخرين ۔وسبب قلة الضعفاء قلة متبوعهم من الضعفاء إذاكثر المتبوعين صحابة عدول واكثرهم من غيرالصحابة بل عامتهم ثقات صادقون يعون مايرون وهم كبار التابعين ......ثم كان فى المائة الثانية فى ادائها جماعة من الضعفاء من ارساط التابعين وصغار هم ....فلما كان عند انقراض عامة التابعين فى حدودالخمسين ومائة تكلم طائفة من الجهابذة فى التوثيق والتضعيف ۳۔فقال ابو حنيفة ما رايت أكذب من جابر الجعفى الخ۔(۱)

''عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے خاتمہ کے بعد اولین جرح وتعدیل کرنے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بلا تاریخ (۲) ایضاً ۱/۱۶۸

والوں میں امام شعبی اور امام ابن سیرین ہیں ان دونوں بزرگوں سے کچھ لوگوں کی توثیق اور کچھ دوسرے لوگوں کی جرح محفوظ ہے۔ اس عہد میں ضعفاء کی کمی کا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ کے متبوعین میں حضرات صحابہ ہیں جو سب کے سب عادل ہی ہیں اور غیر صحابہ میں کبار تابعین ہیں جو عام طور پر ثقہ صادق اور اپنی مرویات کو محفوظ رکھنے والے تھے پھر دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اوساط و صغار تابعین میں ضعفاء کی ایک جماعت ہے۔ پھر جب ۱۵۰ھ کے حدود میں اکثر اور عام تابعین ختم ہوگئے تو ناقدین رجال کی ایک جماعت نے توثیق و تضعیف کے باب میں کلام کیا چنانچہ امام ابوحنیفہ نے جابر جعفی پر جرح کرتے ہوئے فرمایا مارأیت اکذب من جابر الجعفی، جابر جعفی سے بڑا جھوٹا میں نے نہیں دیکھا"۔

جابر جعفی کے بارے میں امام صاحب کی اس جرح کی بنیاد پر عام طور پر ائمہ رجال نے یہی فیصلہ صادر کیا ہے کہ جابر جعفی کی روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ امام ترمذی کی کتاب العلل میں امام صاحب کے حوالہ سے جابر جعفی پر جرح نقل کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمود بن غیلان، حدثنا ابویحییٰ الحمانی قال سمعت أبا حنیفه یقول: مارأیت أحداً أکذب من جابر الجعفی و لاأفضل من عطاء۔ (۲)

> "امام ترمذی ناقل ہیں کہ مجھ سے محمود بن غیلان نے اور انہوں نے اپنے شیخ ابویحیٰی حمانی سے نقل کیا کہ میں نے ابوحنیفہ سے کہتے ہوئے سنا کہ جابر جعفی سے بڑا جھوٹا اور عطا بن ابی رباح سے افضل میں نے نہیں دیکھا"۔

جرح و تعدیل کے باب میں امام صاحب کے اس قول کی امام ترمذی کے علاوہ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حافظ ابن عدی نے "الکامل فی الضعفاء" میں اور حافظ

---

(۱) اربع رسائل فی علوم الحدیث ص ۱۷۲-۱۷۵ مطبوعه دارالبشائر الاسلامیه الطبعة السادسة ۱۴۱۶ء بتحقیق علامه محدث عبدالفتاح ابوغده۔ (۲) جامع ترمذی ۳۳۳/۲ طبع مصر ۱۲۹۲ بحواله ابن ماجه اور علم حدیث از محقق علامه عبدالرشید نعمانی ص ۲۲۹، تہذیب التہذیب ۴۸/۲ (۲) ص ۱۰۸، ۱۰۹ مطبوعه دہلی ۱۸۱۵ء

ابن عبد البر نے ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں نقل کیا ہے۔

امام بیہقی کتاب القرأت خلف الامام میں لکھتے ہیں۔

"ولو لم یکن فی جرح الجعفی الاقول ابی حنیفة رحمه الله لکفاه به شرافانه رآه وجرّبه وسمع منه مایوجب تکذیبه فاخبربه۔"(۱)

''جابر جعفی کی جرح میں اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ہی کا قول ہوتا تو بھی اس کے مجروح ہونے کیلئے یہ کافی تھا کیونکہ امام صاحب نے اسے دیکھا اور اس کا تجربہ کیا تھا اور اس سے ایسی باتیں سنی تھیں جس سے اسکی تکذیب ضروری تھی لہذا انہوں نے اسکی خبر دی''

اور امام ابومحمد علی بن احمد المعروف بہ ابن حزم اپنی مشہور کتاب ''المحلی فی شرح المجلی'' میں لکھتے ہیں۔

جابر الجعفی کذاب وأول من شهد علیه بالکذب ابوحنیفة (۲)

جابر جعفی کذاب ہے اور سب سے پہلے جس نے اسکے کاذب ہونے کی شہادت دی وہ امام ابوحنیفہ ہیں۔

ان نقول سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ جرح وتعدیل کے باب میں امام بخاری امام علی بن المدینی استاذ امام بخاری امام احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین، یحیٰی بن سعید قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام شعبہ وغیرہ ائمۂ جرح وتعدیل کے اقوال کی طرح امام ابوحنیفہ کے اقوال سے بھی ائمہ حدیث احتجاج واستدلال کرتے ہیں کتب رجال مثلاً تھذیب الکمال از امام مزی، تذہیب التھذیب از امام ذہبی، تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ میں جرح وتعدیل سے متعلق امام صاحب کے دیگر اقوال بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس مختصر مقالہ میں ان سب اقوال کے نقل کی گنجائش نہیں کسی دوسرے موقع پر انشاء اللہ اس اختصار کی تفصیل بھی پیش کردی جائے گی۔ یار زندہ صحبت باقی۔

وآخر دعوانا ان الحمد الله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وأصحابه وأتباعه أجمعین

---

(۱) ص ۱۰۸-۱۰۹ مطبوعہ دہلی ۱۳۱۶ (۲) ۳۷۸۱۱ طبع بیروت

مقالہ نمبر ۳

مسئلہ تقلید

(قرآن وحدیث اور اقوال علمائے سلف کی روشنی میں)

از

جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ دار العلوم دیوبند

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقلید کا وجوب اور اس کی ضرورت

اس امر سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ دین و شریعت کی حفاظت انتہائی ضروری اور واجب ہے۔ کیونکہ دین کی حفاظت کے بغیر انسان نہ تو دین پر چل سکتا ہے اور نہ ہی ان کامیابیوں کو حاصل کرسکتا ہے جن کی طرف دین لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں بار بار دین اور امور دین کی حفاظت کی تاکید وتلقین آئی ہے۔ دین کے وہ معاملات جن کا صراحت اور وضاحت کے ساتھ کتاب وسنت میں حکم آیا ہے ان کو واجب بالذات کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض وہ واجبات ہوتے ہیں کہ کتاب وسنت سے واجب قرار دیے ہوئے اعمال پر عمل کرنا ان کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ واجب کی ادائیگی کا مقدمہ اور ذریعہ بنتے ہیں اور یہ شرعی ضابطہ ہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اور یہ ضابطہ مسلم شریف کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من علم الرمى ثم تركه فليس منا او قد عصىٰ (رواه مسلم) (۱)

ترجمہ :- عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گنہگار ہے۔

ف :۔ ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ نہیں ہے، مگر چونکہ بوقت ضرورت ایک واجب یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لیے اس کے ترک کرنے پر وعید فرمائی جو اس کے واجب ہونے کی علامت ہے تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ واجب کا مقدمہ

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۳۸

بھی واجب ہوتا ہے۔ شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً قرآن کریم اور احادیث شریفہ کو جمع کر کے لکھنے کی کتاب وسنت میں کہیں بھی تاکید نہیں آئی ہے۔ لیکن ان کے محفوظ رکھنے ضائع ہونے سے بچانے کی زبردست تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہے کتابت کے بغیر ان کا محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہیں، اس لیے قرآن وحدیث کی کتابت کو ضروری سمجھا جائے گا چنانچہ اس کے واجب اور ضروری ہونے پر پوری امت کا دلالۃً اجماع ہے اس قسم کے واجب کو واجب بالغیر کہتے ہیں۔

تقلید شخصی کا واجب ہونا بھی اسی قبیل سے کیونکہ دین کی حفاظت جو ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے وہ خیر القرون کے بعد تقلید شخصی کے بغیر ممکن نہیں ہے تقلید نہ کرنے سے دین کے بے شمار امور بلکہ پورے دین میں زبردست خلل واقع ہوتا ہے اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ مسائل فرعیہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا ثبوت ایسی آیات کریمہ یا احادیث صحیحہ سے صراحۃً ہوتا ہے جن میں بظاہر نہ تو کوئی تعارض ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کئی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں بلکہ مسائل پر ان کی دلالت قطعی اور حتمی ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں اس طرح کے مسائل میں کسی بھی مجتہد کیلئے اجتہاد کرنا جائز نہیں کیونکہ اجتہاد کی شرائط میں سے ہے کہ وہ حکم صراحۃً ثابت نہ ہو۔ اور جب ان مسائل میں اجتہاد نہیں تو ان مسائل میں کسی کی تقلید بھی نہیں ہے۔

دوسری قسم ان مسائل کی ہے۔ جن کا ثبوت وضاحت کے ساتھ کسی آیت اور حدیث میں نہیں ملتا۔ یا اگر ثبوت پایا جاتا ہے تو وہ آیت اور حدیث اور بھی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہے۔ یا کسی دوسری آیت یا حدیث سے بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو مسائل اجتہادیہ کہتے ہیں اور ان کا صحیح حکم مجتہد کے اجتہاد ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔ وہ شخص جو اپنے اندر اجتہاد کی قوت نہیں رکھتا۔ اگر ان مسائل میں رائے زنی کرنے لگے تو نفسانی خواہشات کے پھندوں میں الجھ کر رہ جائے گا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ امت کے بعض افراد کو ایسی قوتِ استنباط واجتہاد عطا کی جائے جس کے ذریعے وہ نصوص کتاب وسنت میں غور وفکر کر کے مسائل غیر منصوصہ کے احکام حاصل کر کے عام

امت کے سامنے پیش کر دے تا کہ ان کیلئے دین پر عمل کا راستہ بے خطر اور آسان ہو جائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے وہ حضرات جو ہمہ وقت دربار نبوی کے حاضر باش تھے۔ انہیں اس قوتِ اجتہاد سے کام لینے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہر مسئلہ کا حل اور ہر سوال کا کافی وشافی جواب تھی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

اس لئے وہ ہر بات حضور ﷺ سے براہ راست معلوم کر سکتے تھے، مگر وہ حضرات جو اس دور مبارک میں دربار نبوی سے باہر قیام پذیر تھے یا وہ حضرات جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے یا وہ حضرات جو بعد میں پیدا ہوئے وہ اس قوتِ اجتہاد کے حد درجہ محتاج تھے کیونکہ ان کے دین کی حفاظت ہی اس قسم کے مسائل اجتہادیہ میں اسی اجتہاد کے ذریعہ ہو سکتی تھی۔ اس لیے خدائے رحیم وکریم نے بے شمار صحابہ کرام تابعینِ عظام، تبعِ تابعین اور بعد والوں کو (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس دولتِ اجتہاد سے سرفراز فرمایا۔

جناب رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے صاف لفظوں میں نعمت اجتہاد کی تائید و تحسین اور اس پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے۔

عن معاذ بن جبل ان رسو ل الله ﷺ لما بعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاء؟ قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فى سنة رسول الله ولا فى كتاب الله قال اجتهد برائى ولا آلو فضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم لما يرضىٰ رسول الله (۱)

ترجمہ:- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا جب کوئی قضیہ پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے عرض کیا

---

(۱) ابوداؤد شریف ص ۱۴۹، مشکوۃ ص ۳۲۴

کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں میں نہ ملے تو؟ عرض کیا اس وقت اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور (حق تک پہنچنے کی کوشش میں) کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

الغرض ! دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی حضرات مجتہدین نے مسائل شرعیہ غیر منصوصہ میں اجتہاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور جو حضرات رتبۂ اجتہاد تک نہیں پہنچ سکتے تھے انہوں نے یہ یقین کر کے کہ یہ حضرات مجتہدین علم وتقویٰ فہم وفراست دین ودیانت اور توفیق الٰہی سے سرفراز ہونے میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور انہوں نے بذریعہ اجتہاد جو کچھ معلوم کیا ہے وہ درحقیقت یا تو رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جو بغرض اختصار موقوف کردی گئی ہیں۔ یا صحیح استنباطات ہیں جو نصوص کتاب وسنت سے لیے گیے ہیں اس لیے وہ بہر حال قابل اتباع ہیں۔ اس بنا پر عمل کرنا شروع کردیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے۔

ویستدل باقوال الصحابة والتابعین علماً منهم انها احادیث منقولة عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اختصروها فجَعَلُوها موقوفة الی ان قال اوان یکون استنباطاً منهم من المنصوص او اجتهاداً منهم بآرائه وهم احسن صنیعاً فی کل ذالك ممن یجئی بعدهم واکثرُ اصابةً واقدم زماناً واوعیٰ علماً فتعین العمل بها (۱)

ترجمہ:- اور (تبع تابعین) صحابہ کرام اور تابعینؒ کے اقوال سے استدلال کیا کرتے تھے کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ اقوال یا تو احادیث ہیں جو منقول ہیں رسول اللہ ﷺ سے جن کو مختصر کر کے موقوف بنالیا ہے یا یہ اقوال حکم

---

(۱) الانصاف ص: ۲۰، ۲۱

منصوص سے حضرات صحابہ وتابعین کے استنباط ہیں یا ان کی رایوں سے بطور اجتہاد لیے گئے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین ان سب باتوں میں ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان کے بعد میں ہوئے۔ صحت تک پہنچنے میں اور زمانے کے اعتبار پیشتر اور علم کے لحاظ سے بڑھ کر ہیں اس لیے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوا۔

بزرگوں پر اعتماد کرنا ہی اصل شریعت ہے

اپنے اسلاف پر اعتماد کرنا اور ان کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ رکھنا وہ دولت ہے جس کے صدقہ میں آج دین اپنی صحیح شکل میں ہمارے ہاتھوں میں محفوظ ہے اسی بات کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عقد الجید میں بیان فرمایا ہے۔

ان الامة اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا فی ذالك علی الصحابة و تبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وھکذا فی کل طبقة اعتمدوا العلماء علی من قبلھم و العقل یدل علی حسن ذالك لا ن الشریعة لا یعرف الا با لنقل والاستنباط و النقل لا یستقیم الا بان یأخذ کل طبقة عمن قبلها بالا تصال (١)

ترجمہ :- معرفت شریعت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف گذشتہ پر اعتماد کیا ہے چنانچہ تابعین نے صحابہ کرام اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح بعد والے علماء اپنے متقدمین پر اعتبار کرتے آئے۔ اور عقل سلیم بھی اس کو اچھا سمجھتی ہے کیونکہ شریعت بغیر نقل اور استنباط کے معلوم نہیں ہوسکتی اور نقل اسی وقت صحیح ہوگی جب بعد والے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتے چلے آئیں۔

خطیب بغدادی نے " الفقیه و المتفقه "میں اجتہاد اور تقلید کی ان ضروریات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

والاحکام علی ضربین عقلی و شرعیّ ۔ فاالعقلی فلا یجوز فیه التقلید کمعرفة الصانع و صفاته و معرفة الرسول ﷺ وصدقه و غیر ذالك من الاحکام

---

(١) عقد الجید ص:٣٦

وحکی عن عبیدالله الحسن العنبری انه قال یجوزالتقلیدفی اصول الدین وهذاخطاء لقول الله تعالیٰ اتبعواماأُنزل الیکم من ربکم ولاتتبعوامن دونه اولیاء قلیلاًما تذکرون (الاعراف)قال الله تعالیٰ واذاقیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوابل نتبع ماالفیناعلیه آبائنااولوکان آبائهم لایعقلون شیئاًولایهتدون (البقرة)

واماالاحکام فضربان احدهما ما یُعلم بالضرورة من دین الرسول ﷺ کاالصلوات الخمس والزکاة وصوم شهر رمضان و الحج وتحریم الزنا وشرب الخمر وما اشبه ذالك فهذا لا یجوز التقلید فیه لان الناس کلهم یشترکون فی ادراکه والعلم به فلا معنیٰ للتقلید فیه- وضرب لایعلم إلابالنظر والاستدلال کفروع العبادات والمعاملات والمناکحات وغیر ذلك من الاحکام فهذا یسوغ فیه التقلید بدلیل قوله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکران کنتم لاتعلمون(النحل)واما من یسوغ له التقلیدفهوالعامی الذی لایعرف طرق احکام شریعته فیجوزله ان یقلد عالماًویعمل بقوله قال الله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (واهل الذکر اهل العلم کما قال عمر بن قیس)

وعن ابن عباس ان رجلاً اصابه جرحٌ فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فاحتلم فامر بالاغتسال فمات فبلغ ذالك النبی صلی الله علیه وسلم فقال قتلوه قتلهم الله إن شفاء العی السوال الخ ـ

ولانه لیس من اهل الاجتهاد فکان فرضه التقلید کتقلید الاعمیٰ فانه لما لم یکن معه آلة الاجتهاد فی القبلة کان علیه تقلید البصیر فیها(۱)

ترجمه:-احکام کی دو قسمیں ہیں۔ عقلی اور شرعی۔

عقلی احکام میں تقلید جائز نہیں ہے جیسے صانع عالم اور اس کی صفات کی معرفت اس طرح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے سچے ہونے کی معرفت وغیرہ عبید اللہ حسن عنبری سے منقول ہے کہ وہ اصول دین میں بھی تقلید کو جائز کہتے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے تمہارے رب کی جانب سے جو وحی آئی اسی پر عمل کرو اس کے

---

(۱) الفقیه و المتفقه ج۲،ص۱۲۸،تا۱۳۴مطبوعہ دار ابن الجوزیہ

علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو کس قدر کم تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کی اتباع کرو تو وہ لوگ کہتے ہیں نہیں ہم اس چیز کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ ودادا کو پایا ہے چاہے ان کے باپ ودادا بے عقل اور بے ہدایت ہوں۔

دوسری قسم احکام شرعیہ، اور ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دین کے وہ احکام جو وضاحت وصراحت کے ساتھ معلوم ہوں۔ جیسے روزہ نماز حج زکوٰۃ اسی طرح زنا اور شراب کا حرام ہونا وغیرہ تو ان میں تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں اس لیے ان میں تقلید کا کوئی معنیٰ نہیں۔

(۲) دین کے وہ احکام جن کو نظر واستدلال کے بغیر نہیں جانا جا سکتا جیسے عبادات معاملات۔ نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل تو ان میں تقلید کرنی ہے اللہ تعالیٰ کے قول فاسئلو ا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی دلیل سے۔ اور وہ لوگ جن کو تقلید کرنی ہے وہ حضرات ہیں جن کو احکام شرعیہ کے استنباط کے طریقے معلوم نہیں ہیں۔ تو ان کے لیے کسی عالم کی تقلید اور اس کے قول پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اہل علم سے معلوم کرو اگر تم کو معلوم نہیں ہے ....

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے دور مبارک میں زخمی ہوگئے پھر انہیں غسل کی حاجت ہوگئی لوگوں نے انہیں غسل کرنے کا حکم دے دیا جس کی وجہ سے ان کی موت ہوگئی۔ اس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا خدا ان کو برباد کرے ان لوگوں نے تو اس بچارے کو قتل کر دیا۔ عاجز رہ جانے والے کی کامیابی سوال کر لینے ہی میں ہے۔

دوسری اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ شخص اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے تو اس پر تقلید ہی فرض ہے۔ جیسے اندھا جب اس کے پاس ذریعۂ علم نہیں ہے تو قبلہ کے سلسلہ میں اس کو کسی دیکھنے والے کی بات ماننی ہوگی۔

تقلید کی حقیقت

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام شریعت کی جڑ ہی گذشتہ بڑوں پر اعتماد واعتبار ہے تو اب تقلید کا معنیٰ سمجھنا آسان ہوگیا کہ کسی آدمی کا کسی رہنمائے دین کے قول وفعل کو محض حسن ظن کی بنا پر تسلیم کر کے عمل کر لینا اور اپنے تسلیم وعمل کو اس بزرگ کی دلیل معلوم ہونے تک ملتوی نہ کرنا۔

مولانا قاضی محمد اعلیٰ صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التقلیداتباع الانسان غیرہ فیما یقول اویفعل معتقداً للحقیة من غیرنظر الی الدلیل کان ھذاالمتبع جعل قول الغیراوفعلہ قلادۃ فی عنقہ من غیر مطالبة دلیل(۱)

ترجمہ:۔ تقلید انسان کا اپنے غیر کی اتباع کرنا اس کے قول یا فعل میں اسے حق سمجھتے ہوئے دلیل پر نظر کیے بغیر گویا اس متبع نے غیر۔ کے قول یا فعل کو بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے اپنی گردن کا ہار بنالیا۔

نامی شرح حسامی کے اندر ہے التقلید اتباع الغیرعلی انہ محق بلا نظرفی الدلیل۔

ترجمہ:۔ تقلید غیر کی اتباع کرنا اس کے برحق ہونے کے گمان پر بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے۔

دونوں تعریفوں کا حاصل یہی ہے کہ مجتہد کے قول وفعل کو معلوم کر کے محض حسن ظن اور عقیدت کی بنا پر تسلیم اور عمل کرے اور تسلیم وعمل کے وقت مجتہد کی دلیل کی فکر نہ کرے۔ اور نہ اس سے دلیل طلب کرے خواہ بعد میں وہی دلیل معلوم ہوجائے جو مجتہد کے پیش نظر تھی یا اپنے مطالعہ اور تحقیق سے اس مسئلہ کے بہت سے دلائل معلوم ہوجائیں تو یہ معلوم ہوجانا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔ تقلید کے مفہوم میں عمل کرتے وقت اور تسلیم کرتے وقت دلیل کا مطالبہ نہ کرنا داخل ہے لیکن دلیل نہ ہونا یا دلیل کا علم نہ ہونا یہ مفہوم تقلید میں داخل نہیں ہے لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تقلید لوازم جہالت میں ہے صحیح نہیں ہے۔

---

(۲) کشاف اصطلاحات الفنون ص ۱۱۶۱ (۳) نامی شرح حسامی ص: ۱۹۰

تقلید شخصی اور غیر شخصی کی تعریف

تقلید کی تعریف کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں (۱) تقلید شخصی (۲) اور تقلید غیر شخصی۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک معین مذہب کی تقلید کرنا جس کی نسبت کسی ایک امام کی طرف ہو۔

تقلید غیر شخصی یہ ہے کہ ایک متعین مذہب کی تمام مسائل میں پابندی نہ کرنا بلکہ کوئی مسئلہ کسی مجتہد کا لینا اور کوئی مسئلہ کسی اور مجتہد کا لینا۔

تقلید غیر شخصی کا دور

جناب نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں مسائل دینیہ حاصل کرنے کے تین طریقے تھے ایک تو خود جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی دوسرا طریقہ اجتہاد۔ تیسرا تقلید جو لوگ حضور ﷺ کے قریب تھے یا ان کی حضور ﷺ سے ملاقات یا رابطہ آسان تھا تو وہ حضور ﷺ سے دریافت کرلیتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کی حضور ﷺ سے ملاقات یا رابطہ نہیں ہوسکتا تھا۔ تو وہ حضرات اگر اپنے اندر خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے تھے تو اجتہاد کرلیتے تھے اور اگر صلاحیت اجتہاد نہ ہوتی یا اجتہاد نہ کرنا چاہتے تو جو معتبر عالم مل جاتا اس سے تحقیق کرلیتے اور عمل پیرا ہوجاتے تھے...... حضور ﷺ کے وصال کے بعد اب دین حاصل کرنے کے دو ہی طریقے رہ گئے ایک اجتہاد دوسرا تقلید خدائے کریم کے اس امت پر خصوصی فضل وکرم کی وجہ سے امت میں بے شمار مجتہدین پیدا ہوئے۔ مگر ابتداء میں کسی مجتہد کے اصول و قواعد منضبط اور مرتب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے مسائل اجتہادیہ فرعیہ منضبط اور مدون ہوئے تھے اس لئے کسی خاص مجتہد کے تمام مسائل اجتہادیہ کی اطلاع حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا آسان نہ تھا۔ اس وجہ سے جس کو جو مجتہد مل جاتا اس سے اپنی ضرورت کا مسئلہ دریافت کرکے اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کرلیتا۔ کسی خاص مجتہد کی پابندی نہ تھی اور لوگوں کے طبائع میں دین اور تقویٰ

کے غلبہ کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہ تھی اور نہ ہی اس وقت یہ ممکن تھا یہ سلسلہ دوسری صدی کے اخیر تک بلا کسی نکیر کے جاری رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

لان الناس لم یزالو من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره ولو کان ذالك باطلاً لا نکروه (۱)

ترجمہ :-اس لیے کہ لوگ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مذاہب اربعہ کے ظاہر ہونے تک جو علماء انہیں مل جاتے تھے ان کی تقلید کرلیا کرتے تھے اس پر کسی معتبر آدمی نے انکار بھی نہیں کیا اگر یہ غلط ہوتا تو لوگ ضرور اس پر نکیر کرتے۔

تقلید شخصی کا رواج

دوسری صدی ہجری میں مجتہدین کرام کے اصول و فروع کی تدوین اور ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مجتہدین کرام کے قابلِ قدر شاگردوں نے اپنے اساتذہ کرام کے مذاہب کی بقا اور ان کی ترویج و اشاعت کی کوشش کرنی شروع کیں تو دوسری صدی کے بعد اکثر لوگوں میں مذہب معین کی تقلید کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر اس وقت چونکہ مجتہدین حضرات کے مذاہب کے مدون اور مرتب مجموعے ہر جگہ موجود نہ تھے اور نہ ہر شخص کو بآسانی فراہم ہوسکتے تھے۔ اس لیے یہ مجموعے جن حضرات کی دسترس سے باہر تھے وہ اب بھی حسبِ دستور تقلید غیر شخصی پر ہی عامل تھے۔ اور جو حضرات تقلید شخصی پر عمل کرنے لگے تھے وہ بھی ان چار مذاہب تک محدود نہ تھے۔ بلکہ ان چار کے علاوہ بہت سے مجتہدین کے مذاہب اور ان کے ماننے والے پائے جاتے تھے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی کی ملی جلی مگر تقلید شخصی کے غلبہ کی یہ کیفیت چوتھی صدی ہجری تک جاری رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے ہیں۔

---

(۱) عقد الجید ص ۳۳

وبعد المأتین ظهر فیهم التمذهب للمجتهدین باعیانهم وقل من کان لا یعتمد علی مذهب مجتهد بعینه و کان هذا هو الواجب فی ذالك الزمان۔ (الانصاف ص ۵۲)

ترجمہ :- دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہدین کے مذہب پر چلنے کا رواج ظاہر ہوا۔ کسی غیر متعین مذهب پر نہ چلنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی اور اس زمانے میں یہی واجب تھا۔

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار

مگر چوتھی صدی ہجری میں جب مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی کتابیں مرتب اور مدون ہوکر اطراف عالم میں پھیل گئیں اور ان مذاہب پر عمل کرنا آسان ہوگیا۔ اور ان چاروں حضرات کے علاوہ دیگر مجتہدین کرام کے مذاہب کے آثار جو چوتھی صدی ہجری سے قبل کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے رفتہ رفتہ مفقود ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان چاروں حضرات کے مذاہب کے سوا اہل حق کا کوئی اور مذہب باقی نہ رہ گیا اور اب کسی نئے اجتہاد کی ضرورت بھی نہ تھی تو مشیت الٰہی سے انہیں چاروں مذاہب کے اندر تقلید شخصی کا انحصار ہوگیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ "**عقد الجید**" میں فرماتے ہیں۔

"لما اندرست المذاهب الحقة الا هذه کان اتباعها اتباعاً لسواد الاعظم" (عقد الجید ص ۳۲)

ترجمہ :- جب ان چاروں کے علاوہ دیگر مذاہب حقہ ناپید ہوگئے تو اب ان کی اتباع ہی سواد اعظم کی اتباع ہے۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں فرماتے ہیں۔

وقف التقلید فی الدیار والامصار عند هولاء الاربعة ودرس المقلدون لماسواهم وسدالناس باب الخلاف وطرقه ولما کثرت تشعب الاصطلاحات فی العلوم ولماعاق عن الاصول الی رتبة الاجتهاد ولماخشی من اسناد الی غیر اهله من لا یوثق بدینه ولا رأیه فصرحوا بالعجز والا عوازورد الناس الی تقلید هؤلاء کل من اختص من المقلدین وحظروا ان یتداول تقلید هم لما فیه من

التلاعب ولم يبق الا نقل مذاهبهم وعمل كل مقلدٍ بمذهب من قلّده منهم بعد تصيحح الاصول واتصال سندها بالرواية لا محصول اليوم للفقه غير هذا ومدعی الاجتهاد لهذا العهد مردودٌ علی عقبه ومهجورٌ تقليده وقد صار اهل الاسلام علی تقليد هوء لاء الاربعة۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۸)

ترجمہ :۔ دیار وامصار میں انہیں ائمہ کرام پر تقلید آ کر ٹھہرائی گئی اور ان کے علاوہ کے مقلدین حضرات ختم ہو گئے لوگوں نے اختلافات کے راستے اور دروازے بند کر دیئے اور چونکہ اصطلاحات علمیہ بدل گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد کا سلسلہ ایسے آدمی تک نہ پہنچ جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ اور اس کی رائے اور دین داری قابل اعتماد نہ ہو۔ اس بنا پر علمائے کرام نے اجتہاد سے اپنا عجز اور اس کے دشوار ہونے کی صراحت کر دی اور لوگ جن مجتہدین کی تقلید کرتے چلے آ رہے تھے انہیں کی تقلید کی ہدایت کرنے لگے انہوں نے اس بات کا خطرہ محسوس کیا کہ کبھی کسی اور کبھی کسی کی تقلید دین کو کھیل نہ بنا دے۔ لہذا اب صرف مذاہب فقہیہ کی نقل باقی رہ گئی۔ اصول کی تصحیح اور سند کے اتصال کا لحاظ کر کے ہر مقلد اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا۔ اور اب فقہ کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں رہ گیا اور اس زمانے میں اجتہاد کا دعویٰ کرنے والا قابل رد اور اس کی تقلید قابل ترک ہے اب اہل اسلام کا انہیں چاروں مذاہب کی تقلید پر اجماع ہو گیا۔

فضل الٰہی سے صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باقی رہ جانا

حاصل یہ رہا کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد سارے مذاہب فقہیہ ناپید ہو گئے اور پورے عالم میں اہل حق کے گروہ میں سے صرف ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی باقی رہ گئے تو اب دو ہی صورت سامنے رہ گئی یا تو لوگ اپنی رایوں اور خیالوں کو کافی سمجھ کر دین کو کھیل وتماشا بنا لیں اور خواہشات نفسانی کا اتباع کرنے لگیں یا پھر ائمہ اربعہ کے محفوظ اور برحق مذاہب میں سے کسی کی تقلید کر کے اپنے دین کو بچا لیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ

کی امت کو قیامت تک گمراہی سے بچانا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیب سے یہ نظم فرمایا کہ خود بخود لوگوں کے قلوب میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا ہوگئی اور ان کا دین وایمان اختلاف وانتشار کا شکار ہونے سے بچ گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ”الانصاف“ میں فرماتے ہیں۔

فالتمذهب للمجتهدين سر الهمه الله تعالىٰ العلماء و جمعهم عليه من حيث يشعرون او لا يشعرون۔

ترجمہ :- ائمہ اربعہ کے مذاہب کو اختیار کر لینا ایک راز ہے جو اللہ نے اس امت کے علماء کے قلوب میں ڈال کر انہیں اس پر جمع کر دیا۔ خواہ وہ اس کے راز کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے بڑے بڑے علماء کرام اور محدثین عظام گذرے ہیں وہ کے سب ان میں سے کس نہ کسی کے مقلد ہوئے ہیں۔

حافظ زیلعیؒ، علامہ طیبیؒ، محقق ابن الہمام، ملا علی قاری وغیرہ جو علم حدیث میں جلیل القدر رتبوں کے حامل ہیں حنفی المذہب تھے۔ ابن عبد البرؒ جیسے عالی مرتبہ محدث مالکی تھے۔

نوویؒ، بغویؒ، خطابیؒ، ذہبیؒ، عسقلانیؒ، قسطلانیؒ، سیوطیؒ، وغیرہ جن کا فن حدیث میں طوطی بولتا ہے شافعی المذہب تھے۔ علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ وغیرہ حنبلی تھے۔

اب تک کے مباحث کا حاصل یہ نکلا کہ حالات زمانہ کے پیش نظر دوسری صدی تک تو تقلید غیر شخصی ہی رائج رہی۔ پھر دوسری صدی کے بعد تیسری صدی کے اخیر تک تقلید غیر شخصی کم اور تقلید شخصی زیادہ رائج رہی پھر چوتھی صدی ہجری میں تقلید شخصی ہی کے انحصار پر امت کے سواد اعظم کا اجماع ہوگیا۔ جو اللہ کے فضل سے آج تک باقی ہے اور اس امت مرحومہ کے حق میں رحمت الٰہی تائید ربانی اور نصرت غیبی ہے۔ اور بقول صاحب تفسیر احمدی لا مجال فيه للتوجيهات والادلة۔ (تفسیر احمدی ص ۲۹۷)

یہ فضل الٰہی کسی توجیہ اور دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ادھر کچھ لوگوں کو حفاظت شریعت اور ھدایت امت کا یہ غیبی اور ربانی سلسلہ پسند نہیں آیا، اور اس کے

خلاف ایک ہنگامہ برپا کر کے اسے ناجائز حرام بدعت بلکہ شرک تک کہنے کی جسارت میں مبتلا ہو گئے اور سادہ لوح عوام کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے انہیں تقلید ائمہ سے روکنا شروع کر دیا......اس لیے اس سلسلہ میں کتاب وسنت سے کچھ دلائل پیش کیے جاتے ہیں تا کہ حق طلب طبیعتیں مطمئن ہو سکیں۔ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں شخصی اور غیر شخصی اس لیے نفس تقلید کے ثبوت سے ان دونوں کا ثبوت ہوگا۔ کیونکہ مطلقِ تقلید میں دونوں داخل ہیں۔

تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے

پہلی آیت:- فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون (النحل)

ترجمہ:- اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کرو۔

صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بها على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا نعلم (روح المعانی ص۱۴۸/ ج۴/)

اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس بات کا خود علم نہ ہو اس میں علماء کی جانب رجوع کرنا واجب ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ ہجری فرماتے ہیں۔

ولم يختلف العلماء ان العامة عليها تقليد علماء هم وانهم مرادون بقول الله عزوجل فاسئلو اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ واجمعوا على ان الاعمىٰ لابد له من تقليد غيره ممن يثق بميزه بالقبلة اذا اشكلت عليه كذالك من لاعلم له ولا بصر بمعنى ما يدين به لا بد له من تقليد عالمه

(جامع بیان العلم وفضلہ ص/۹۸۹، ج/۲)

ترجمہ:- علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عوام کے لیے اپنے علماء کی تقلید واجب ہے اور اللہ کے قول فاسئلو اهل الذكر الخ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اور سب کا اتفاق ہے کہ اندھے پر جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو جس شخص کی تمیز پر اسے بھروسہ ہے قبلہ کے سلسلہ میں اس کی بات ماننی لازم ہے اسی طرح وہ لوگ جو علم اور دینی بصیرت

سے عاری ہیں ان کے لیے اپنے عالم کی تقلید لازم ہے۔

ابوبکر احمد علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۲ھ کے حوالہ سے بھی یہ بات گذر چکی ہے کہ اس آیت میں اہل الذکر سے ''اہل علم'' ہی مراد ہیں .... حاصل یہ کہ اس آیت سے تقلید کا ثبوت نہایت وضاحت اور صراحت سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت:- واذا جاء ھم امرٌ من الامن اوالخوف اذاعوا بہ ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (سورۃ النساء پ۵)

ترجمہ :- جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کردیتے ہیں۔ اگر پیغمبر خدا اور اپنے میں سے اولی الامر کے پاس اسے لے جاتے تو ان میں جو اہل استنباط (یعنی مجتہدین) ہیں اسے اچھی طرح جان لیتے۔

اس آیت میں از خود عمل کرنے اور اہم معاملات کی تشہیر کو منع کرکے مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ مسئلہ کی حقیقت کما حقہ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں نیز اس آیت میں معاملہ کو لوٹانے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ علماء مجتہدین کو شریک کرکے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی جانب رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار واعتماد کی بنا پر ہے اسی طرح مجتہدین کی طرف رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار واعتماد کے ساتھ ہونا چاہئے گو اعتماد کی نوعیت میں دونوں جگہ بڑا فرق ہے۔ اسی چیز کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ تفسیر کبیر میں اس آیت سے چند امور اخذ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فثبت ان الاستنباط حجةٌ والقياس اما الاستنباط او داخل فيه فوجب ان يكون حجةً اذ ثبت هذا فنقول الآية دالةٌ على امور احدها ان فى احكام الحوادث ما لا يعرف بالنص بل بالاستنباط وثانيها ان الاستنباط حجة وثالثها ان العامى يجب عليه تقليد العلماء فى احكام الحوادث (۱)

---

(۱) تفسیر کبیر ص۲۷۳، ج۳

ترجمہ:- تو ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو استنباط ہے یا اس میں داخل تو وہ بھی حجت ہوا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ آیت چند امور پر دلالت کرتی ہے (۱) پیش آمدہ مسائل میں بعض ایسے امور ہیں، جو نص سے نہیں بلکہ استنباط سے جانے جاسکتے ہیں (۲) استنباط حجت ہے۔ (۳) عام آدمی کے لیے ان پیش آمدہ مسائل میں علماء کی تقلید واجب ہے۔

تیسری آیت:-یا ایھا الذین آمنو اطیعو االلہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ النساء پ۵)

ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ اور رسول اور اپنے میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔

لفظ" اولی الامر " کی تفسیر، مفسرین کرام نے حکام وسلاطین اور علمائے مجتہدین دونوں سے کی ہے۔ مگر یہاں علمائے مجتہدین مراد لینا زیادہ بہتر اور راجح ہے کیونکہ حکام دینوی احکام دینیہ میں خود مختار نہیں ہیں بلکہ وہ علمائے شریعت کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ لہذا علمائے کرام حکام دنیاوی کے حاکم اور امیر ہوئے۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں۔

ان اعمال الامراء والسلاطین موقوفۃ علی فتاوی العلماء والعلماء فی الحقیقۃ امراء الامراء فکان حمل لفظ اولی الامر علیھم اولی ۔

تفسیر کبیر ص ۳۴۴، ج ۳

ترجمہ:- بے شک امراء وسلاطین کے اعمال علمائے کے فتاویٰ پر موقوف ہیں اور علماء درحقیقت سلاطین کے بھی امیر ہیں تو لفظ" اولی الامر" کا ان پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے

اسلاف میں حضرت ابن عباسؓ حضرت جابرؓ بن عبداللہ حضرت عطاءؒ حضرت مجاہدؒ حضرت حسن بصریؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت امام مالکؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے کہ" اولی الامر" سے علماء فقہاء اور مجتہدین مراد ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر خازن۔ مدارک وغیرہ)

یہ بات ذہن میں رہے کہ ’’ اولی الامر ‘‘ کی تفسیر میں علماء اور فقہاء کا جو لفظ آیا ہے اس سے مجتہدین ہی مراد ہیں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

فان العلماء هم المستنبطون المستخرجون الاحكام (۱)

ترجمہ :- بے شک علماء سے مراد وہ حضرات ہیں جو احکام کا استنباط اور انہیں اخذ کرتے ہیں۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ شریعت میں اولی الامر سے مجتہدین مراد ہیں تو ان کی بھی اتباع واجب ہوئی اور اتباع وہی کرتا ہے جو متبوع کے درجے کو نہ پہونچے تو اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں ہے اس کے لئے کسی مجتہد کی اطاعت اور اس کی تقلید واجب ہے۔ اب رہی یہ بات کہ مجتہد کا اجتہاد محض حسن ظن کی بنیاد پر مان لیا جائے یا اس سے دلیل طلب کی جائے۔ تو اس کا جواب خود آیت سے طلب کیا جائے چنانچہ ’’اولی الامر ‘‘ کو فعل اطاعت کے اعادہ کے بغیر ’’ الرسول ‘‘ پر عطف کیا گیا ہے۔ جو اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ جس طرح رسول ﷺ کی اطاعت بغیر دلیل طلب کیے ہوئے محض حسن ظن کی بنیاد پر واجب ہے اسی طرح مجتہد کی اطاعت بھی مسائل اجتہادیہ میں حسن ظن کی بنیاد پر دلیل طلب کیے بغیر ہونی چاہئے۔ اگرچہ حسنِ ظن کا منشاء دونوں جگہ الگ ہے۔ پہلی جگہ حسنِ ظن کا منشا ذات رسالت ہے جس کی اطاعت واجب قطعی ہے۔ دوسری ی جگہ حسنِ ظن کا منشاء مجتہد کا تقویٰ اور اس کا علم صحیح ہے جس کی اطاعت واجب ظنی ہے۔ اور کسی مجتہد کی ایسی اطاعت جس کی بیناد حسن ظن ہو اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے ثبوت تقلید اظہر من الشمس ہو گیا۔

احادیث مرفوعہ سے تقلید کا وجوب

۱- عن ابی حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ (ترمذی ص ۲۰۷، ج ۲)

ترجمہ:- ان دنوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہو یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی

---

(۱) روح المعانی ص ۶۵، ج ۵

اس حدیث میں شیخین کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ان سے دلیل طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا گیا اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

۲–عن العرباض ابن ساریةؓ یقول قام فینارسول الله ﷺ قال سترون من بعدی اختلافاً شدیداً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔ (ابن ماجہ ص ۵)

ترجمہ: - عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم میں خطبہ دیا (اور اس کے درمیان فرمایا) میرے بعد تم لوگ بہت سے اختلافات دیکھو گے تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پابندی کرو۔

اس حدیث سے علمائے کرام نے خلفائے راشدین کے عموم میں ائمہ مجتہدین کو بھی داخل کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ حاشیہ ابن ماجہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومن العلماء من کان علی سیرته علیه السلام من العلماء والخلفاء کاالائمة الاربعة المتبوعین المجتهدین والائمة العادلین کعمر بن عبد العزیزؒ کلهم موارد لهذ االحدیث ۔ (انجاح الحاجۃ علی ابن ماجۃ ص ۵)

ترجمہ: - جو جناب رسول ﷺ کے طریقے پر ہوں، جیسے چاروں ائمہ اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز سب اس حدیث کے مصداق ہیں۔

علمائے کرام کے اقول سے تقلید کا ثبوت

چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے مستند اور معتبر علمائے کرام گذرے ہیں سب نے تقلید کی ہے اور تقلید کے وجوب کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بہت سارے اہم ترین علمائے کرام کے اقوال گذشتہ مباحث میں بیان کیے جا چکے ہیں اگر ان تمام علمائے کرام کے اقوال کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر بے پایاں ہو جائے۔ یہاں بطور اختصار۔ مزید چند علماء کرام کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے۔

یجب علی العامی وغیره ممن لم یبلغ مرتبة الاجتهاد التزام مذهبٍ

معین من مذاهب المجتهدین (شرح جمع الجوامع بحوالہ خیر التنقید ص ۱۷۵)

عام لوگ اور وہ حضرات جو اجتہاد کے درجے کو نہ پہنچیں ان پر مذاہب مجتہدین میں سے کسی ایک معین کی تقلید واجب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔

إن هذه المذاهب الاربعة المدوّنة المحرّرة قد اجتمعت الامة او من يعتمد به منها علىٰ جواز تقليدها الىٰ يومنا هذا وفى ذلك من المصالح ما لا يخفىٰ لا سيّما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدّاً واشربت النفوس الهوىٰ واعجب كل ذى رأى برأيه۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۵۴، ج ۱، طبع مصر)

اس میں شک نہیں کہ ان چاروں مذاہب کی اب تک تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت کا یہ حنکی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے اجماع ہے اس لیے کہ یہ مدون ہو کر تحریری صورت میں موجود ہیں اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ بھی مخفی نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں بہت ہی زیادہ پست ہو چکی ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے پر نازاں ہے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلیؒ شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔

وعليه بنا ابن الصلاح منع التقليد غير الائمة الاربعة۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص ۲۶۹)

اسی بناء پر ابن صلاحؒ نے ائمہ اربعہؒ کے سوا دوسروں کی تقلید سے ممانعت فرمائی ہے۔

علامہ شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صاحبؒ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

قد وقع الاجماع علىٰ ان الاتباع إنّما يجو زللاربع و كذا لا يجوز الا تباع لمن حَدث مجتهداً مخالفاً لهم۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶)

اس پر اجماع ہو گیا کہ اتباع صرف ائمہ اربعہ ہی کی جائز ہے............ان حضرات کے بعد میں پیدا ہونے والے ان کے مسلک کے مخالف مجتہد کی تقلید درست نہیں۔

انشاء اللہ یہ مختصر مباحث مسئلہ تقلید کی حقیقت سمجھنے میں مفید ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو حق سمجھنے اور اسے اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

❖

مقالہ نمبر ۴

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے

از

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، أما بعد:

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے

فقہ حنفی جس قدر اقرب الی النصوص ہے، دوسری کوئی فقہ نہیں، مدقق و محقق، امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مبدأ و معاد (ص ۳۹) میں تحریر فرماتے ہیں:

> "بریں فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیات کلام حق بجانب حنفی است، ودر خلافیات فقہی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی، ودر اقل متردد"

ترجمہ: اس فقیر پر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت منکشف کی ہے کہ علم کلام کے (تمام) اختلافی مسائل میں حق مسلک احناف (یعنی ماتریدیہ) کی طرف ہے اور فقہ کے اکثر مختلف فیہ مسائل میں حق بجانب احناف ہے اور بہت کم مسائل میں تردد ہے (کہ حق کس جانب ہے؟) اور امام المسلمین، مسند الہند، حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:

عَرَّفَنِیْ رسولُ اللہ ﷺ أن فی المذهب الحنفی طریقةً أنیقةً، هی أوفق الطرق بالسنة المعروفة، التی جُمِعَتْ ونُقِّحَتْ فی زمان البخاری رحمہ اللہ!

ترجمہ: مجھے (کشف میں) آنحضور ﷺ نے یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ فقہ حنفی کی شکل میں ایک عمدہ طریقہ ہے، جو دیگر طرق سے زیادہ ہم آہنگ ہے ان احادیث مشہورہ سے جو امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانہ میں جمع کی گئیں اور ان کی تنقیح کی گئی (یعنی تدوین حدیث کے تیسرے دور میں جو احادیث صحیحہ منقح ہو کر کتابوں میں مدوّن کی گئیں، ان سے فقہ حنفی بہ نسبت دوسری فقہوں کے زیادہ ہم آہنگ ہے)

مذکورہ دونوں بزرگوں کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل جہاں ایک طرف عقل کے بلند معیار پر پورے اترتے ہیں وہاں قرآن وحدیث سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب امام اعظم رحمہ اللہ کو احادیث کا جامع مانا جائے بلکہ آپ کی کامل حدیث فہمی کا اعتراف کیا جائے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے کہ

"احادیث و آثار کو لازم پکڑو، مگر ان کے معانی کے لئے امام ابو حنیفہ کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ حدیث کے معانی جانتے تھے" (مناقب کردری)

فقہا قیاس کب کرتے ہیں؟

اور احناف بھی دوسرے فقہائے کرام کی طرح قیاس پر اسی وقت عمل کرتے ہیں جب نص موجود نہیں ہوتی، اور انکا یہ طرز عمل عین منشائے نبوی کے مطابق ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جب آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو دریافت کیا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی قضیہ آئے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کرونگا، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اگر قرآن کریم میں حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرونگا، آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا کہ اگر حدیث میں بھی حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

أجتهد رأيي ولا آلوا! اپنی رائے کو تھکاونگا، اور ذرا کوتاہی نہ کرونگا

یعنی حکم شرعی دریافت کرنے کے لئے آخری درجہ تک غور و فکر کرونگا اور پوری کوشش کر کے اجتہاد سے حکم دریافت کر کے فیصلہ کرونگا...... یہ جواب سن کر آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سینہ ٹھوکا اور شاباشی دی اور فرمایا کہ:

الحمد للّٰهِ الذی وفّق رسولَ رسولِ اللّٰه لما یرضی رسولہ (مسند أحمد ٥ : ٢٤٢)	اس اللہ کیلئے ستائش ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو پسند ہے!

اس روایت سے دو باتیں صاف معلوم ہوئیں:

(۱) جب نص (قرآن وحدیث) میں صریح حکم موجود نہ ہو تو حکم شرعی اجتہاد سے دریافت کرنا چاہئے اور اسی کا نام قیاس ہے۔

(۲) اور یہ بات عین منشأ شارع کے مطابق ہے، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند ہے۔

تقلید کی ضرورت کب اور کیوں ہے؟

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ:

(۱) ہر امر کا حکم شرعی نصوص (قرآن وحدیث) میں صراحۃً مذکور نہیں ہوتا، بعض احکام اجتہاد ہی کے ذریعہ معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (النحل ٤٤)	اور ہم نے آپؐ پر یہ قرآن اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ مضامین ظاہر کردیں جو لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں اور تاکہ وہ (بھی) سوچیں۔

اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ بیان نبوی (احادیث شریفہ) کے بعد بھی غور وفکر اور سوچنے کی حاجت باقی رہتی ہے۔ یہی وہ اجتہادی مسائل ہیں، جو مجتہدین کرام کے غور وفکر کے محتاج ہیں۔

(۲) ہر مسلمان ہر حکم شرعی سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ (النحل ٤٣)	سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل علم سے پوچھو

اور حدیث شریف میں ہے کہ إنما شفاء الْعِيِّ السؤال (درماندہ کی شفا پوچھنے میں ہے) ان نصوص سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ بعض احکام اہل علم ہی جانتے ہیں، دوسرے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان سے دریافت کیا کریں۔

(۳) ہر ناواقف حکم شرعی قرآن وحدیث سے نہیں نکال سکتا، اس کے لئے ضروری ہے کہ اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے۔

پس غیر مجتہدین یعنی وہ مسلمان جو قرآن وحدیث سے براہ راست احکام مستنبط نہیں کرسکتے وہ ہمیشہ اس کے محتاج ہیں کہ وہ کسی ایک مجتہد کے دامن سے وابستہ رہیں۔

غیرمقلدین کا غلط خیال

مگر غیر مقلد حضرات سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں، وہ خوب زور وشور سے اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اللہ ورسول کو چھوڑ کر اماموں کی تقلید کرنا ان کو أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بنانا ہے۔ اور غیر معصوم کی تقلید حرام ہے اور قیاس ایک شیطانی فعل ہے، وہ کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ حالانکہ قیاس، یعنی اجتہاد ایک ضروری امر ہے قرآن وحدیث سے اس کا مطلوب ہونا ثابت ہے اور شیطانی قیاس وہ ہے جو کسی نص کی طرف منسوب نہ ہو، محض ایجاد بندہ ہو، اور تقلید کے لئے عصمت کی قید شیعوں کے علاوہ کوئی نہیں لگاتا اور اُوپر جو نصوص ذکر کی گئی ہیں وہ بھی مطلق ہیں اهل الذکر عام لفظ ہے اور ہر زمانے میں معصوم کا وجود ممکن بھی نہیں، اور جو بات غیر مقلدین اماموں کے تعلق سے کہتے ہیں، وہی بات فرقہ اہل قرآن احادیث اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے کہ قرآن کو چھوڑ کر احادیث رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا، غیر اللہ کو رب بنالینا ہے پس یہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اگر فرقہ اہل قرآن کی یہ بات غلط ہے، اور یقیناً غلط ہے، کیوں کہ اللہ کا

رسول جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ کی طرف سے کہتا ہے، اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا، اس لئے یہ رسول کو رب بنانا نہیں ہے، پس غیر مقلدین کی یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین بھی جو کچھ کہتے ہیں قرآن وحدیث سے مستنبط کر کے کہتے ہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، پھر ان کی بات ماننا ان کو رب بنانا کیسے ہوا؟

اہل قرآن اور اہل حدیث

اصول شرع کیا ہیں؟ یعنی قانون اسلام کے ماخذ کیا ہیں؟ بہ الفاظ دیگر: دین کا مدار کن چیزوں پر ہے؟ یعنی حجت شرعیہ کیا چیزیں ہیں؟ اس میں اسلامی فرقوں میں اختلاف ہوا ہے۔

فرقۂ اہل قرآن کہتا ہے کہ حجت شرعیہ بس قرآن کریم ہے، کیونکہ وہ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (دین کی تمام باتوں کی خوب وضاحت کرنے والا) ہے اس لئے قرآن کے علاوہ کسی چیز کی حاجت نہیں .... یہ فرقہ حدیث شریف کی تاریخی حیثیت کا انکار نہیں کرتا، اس کی حجیت کا انکار کرتا ہے، یہ فرقہ احادیث شریفہ کو بزرگوں کے ملفوظات کا درجہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث سے نصیحت پذیری کا تو کام لیا جا سکتا ہے مگر اس کو قانون اسلامی کا ماخذ نہیں بنایا جا سکتا۔

یہ فرقہ اپنا نام اگرچہ "اہل قرآن" رکھتا ہے مگر یہ نام وجہ امتیاز نہیں بن سکتا، کیونکہ قرآن کریم کو تو سبھی مسلمان حجت مانتے ہیں حقیقت میں یہ لوگ "منکرین حدیث" ہیں، اور یہی نام ان کے لئے موزوں ہے۔

اور فرقہ اہل حدیث کہتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ احادیث شریفہ بھی حجت شرعیہ ہیں اور بس۔ احادیث کے علاوہ کوئی چیز حجت نہیں یعنی اجماع امت حجت نہیں اگرچہ وہ صحابۂ کرام کا اجماع ہو، اسی طرح قیاس بھی حجت نہیں، اسی طرح صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی حجت شرعیہ نہیں ہیں۔

یہ فرقہ گو اپنے آپ کو "اہل حدیث" کہتا ہے، مگر حقیقت میں یہ نام بھی وجہ

امتیاز نہیں بن سکتا، کیونکہ فرقۂ اہل قرآن کے علاوہ سبھی مسلمان احادیث شریفہ کو حجت مانتے ہیں، پھر یہی فرقہ "اہل حدیث" کیوں کہلائے؟

قدیم زمانہ میں یہ لوگ ظاہری، اہل الظاہر اور اصحاب ظواہر کہلاتے تھے یعنی وہ فرقہ جو نصوص کے ظاہری اور سرسری مطلب پر اکتفا کرتا ہے، نصوص میں غور وفکر اور قیاس واستنباط کا روادار نہیں، یہ نام کسی درجہ میں اس فرقہ کے لئے موزوں تھا، مگر حضرت اقدس شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ان کے بعض تلامذہ نے ان سے اعتزال کی راہ اختیار کی تو اپنا نام "اہل حدیث" رکھا، پھر انگریزی دور میں باقاعدہ درخواست دے کر حکومت برطانیہ سے اپنے لئے یہ نام الاٹ کرالیا۔

حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے آخر میں اس فرقہ کا تعارف اس طرح کرایا ہے:

والظاهري: من لايقول بالقياس ولا بآثار الصحابة والتابعين، كداود وابن حزم (۱:۱۶۱)	اور ظاہری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو نہ قیاس کو مانتے ہیں نہ صحابہ وتابعین کے آثار (ارشادات) کو جیسے داؤد ظاہری اور ابن حزم۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب (متوفی ۱۳۰۷ھ) اجماع کا وجود اور اس کو حجت شرعیہ تسلیم نہیں کرتے، وہ إفادة الشيوخ (ص ۱۲۱) میں لکھتے ہیں کہ:

> "وخلاف است در امکان اجماع فی نفسہ، وامکان علم بداں، وامکان نقل آں بسوئے ما، وحق عدم اوست ...... وبر تقدیر تسلیم ایں ہمہ، خلاف است در آں کہ حجت شرعی است یا نہ؟ مذہب جمہور حجیت اوست، ودلیل بر آں نزد اکثر سمع است فقط، نہ عقل ..... وحق عدم حجیت اوست واگر تسلیم کنیم کہ حجت است، وعلم بداں ممکن، پس اقصی مافی الباب آنست کہ مجمع علیہ حق باشد،

ولازم نمی آید ازیں وجوبِ اتباع او"

ترجمہ: "اس میں اختلاف ہے کہ فی نفسہ اجماع ممکن ہے یا نہیں؟ اور اجماع کا علم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اجماع ہم تک منقول ہو کر آ سکتا ہے یا نہیں؟ اور حق بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں ناممکن ہیں...... اور یہ سب باتیں مان لینے کی صورت میں بھی اس میں اختلاف ہے کہ وہ حجت شرعیہ ہے یا نہیں؟ جمہور (یعنی اہل السنہ والجماعہ) کا مذہب یہ ہے کہ وہ حجت ہے اور اس کی دلیل اکثر کے نزدیک صرف نقلی ہے، عقلی کوئی دلیل نہیں...... اور حق بات اس کا حجت نہ ہونا ہے۔

اور اگر ہم مان لیں کہ حجت ہے اور اس کا علم ممکن ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ جس بات پر اجماع ہوا ہے وہ برحق بات ہو گی۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی پیروی واجب ہو"

نواب صاحب نے مذکورہ عبارت میں حجیتِ اجماع کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ دو عجیب باتیں بھی کہی ہیں:

(۱) جمہور یعنی اہل السنہ والجماعۃ جو اجماع کو حجت شرعیہ مانتے ہیں تو وہ دلیل نقلی کی وجہ سے مانتے ہیں یعنی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱۵ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ کی وجہ سے اجماع کو حجت مانتے ہیں، نواب صاحب کے نزدیک حجیتِ اجماع پر کوئی دلیل عقلی نہیں ہے اور مسئلہ کا صرف دلیل سمعی پر مدار رکھنا نواب صاحب کے نزدیک درست نہیں، دلیل عقلی بھی ضروری ہے۔

حالانکہ یہ مزاج تو معتزلہ کا ہے، ان کے نزدیک عقل حاکم ہے شرع پر، نواب صاحب تو اصحاب ظواہر میں سے ہیں، جنھوں نے عقل کو گروی رکھ دیا ہے۔ اُن کو عقل سے کیا سروکار! مگر دیوانہ بکار خویش فرزانہ! نواب صاحب کو بھی جب حجیتِ اجماع کے انکار کی ضرورت پیش آئی تو عقل کی اتنی اہمیت بڑھ گئی کہ تنہا دلیل نقلی اثباتِ حکم کے لئے کافی نہ رہی، فیا للعجب!

(۲) نواب صاحب یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ بصورتِ اجماع وہ بات برحق

ہو سکتی ہے جس پر اجماع منعقد ہوا ہے، **مگر پھر یہ گل کھلاتے ہیں کہ: "اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس (حق بات) کی پیروی واجب ہو"** .... ماشاء اللہ! چشم بد دور! جب اس حق کی پیروی واجب نہ ہو گی تو کیا اس کے مقابل جو باطل ہے اس کی پیروی کی جائے گی؟ ع

بریں عقل و دانس بباید گریست

یہ تو گھر کی شہادت تھی، اس کے علاوہ اصول فقہ کے مشہور متن حسامی کے باب الاجماع کے شروع میں، اس کی شرح نامی میں صراحت ہے کہ اصحاب ظواہر اجماع کو حجت نہیں مانتے، علاوہ ازیں شیخ ابو منصور عبد القاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب اصول الدین (ص ۲۰) میں صراحت کی ہے کہ یہ حضرات اجماع کی حجیت کے منکر ہیں۔

اہل السنۃ والجماعہ کون ہیں؟

مذکورہ بالا دونوں اسلامی فرقوں کے علاوہ امت کا سواد اعظم یعنی جمہور یہ کہتے ہیں کہ حجت شرعیہ تین چیزیں ہیں، قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اجماع امت اور اجماع کا اعلیٰ فرد صحابہ کرام کا اجماع ہے جو سب سے پہلے حجت ہے پھر مابعد کے قرون کا اجماع ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) منہاج السنۃ (۳: ۲۷۲) میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

فإن أهلَ السنة تتضمن النص،	اہل السنۃ کا لفظ نص کو متضمن ہے اور
والجماعةَ تتضمن الإجماع،	جماعت کا لفظ اجماع کو شامل ہے پس
فأهل السنة والجماعة هم	اہل السنہ والجماعہ وہ لوگ ہیں جو نص
المتبعون للنص والاجماع	اور اجماع کے متبع ہیں۔

اور امت کے سوادِ اعظم کا یہ نام ایک حدیث شریف سے لیا گیا ہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ:

”بخدا! میری امت پر بھی وہ احوال ضرور آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے ہیں، بالکل ہو بہو، حتی کہ اگر ان میں سے کسی نے علانیہ اپنی ماں سے بد فعلی کی ہو گی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو یہ حرکت کریں گے، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، (اور) سب جہنم رسید ہوں گے بجز ایک فرقہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ وہ ایک فرقہ جو ناجی ہو گا وہ کونسا ہے؟ آنحضور ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ:

ما أنا عليه و أصحابي	میں جس طریقہ پر ہوں، اور میرے صحابہ جس روش پر ہیں۔

حضور ﷺ کا طریقہ ”سنت“ کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کے مجموعہ کا نام ”جماعت“ ہے، مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں یہی لفظ آیا ہے مشکوۃ شریف باب **الاعتصام بالكتاب و السنة**، فصل ثانی میں **و هي الجماعة** کا لفظ موجود ہے۔

غرض اس حدیث شریف سے جمہور امت کا نام اہل السنۃ والجماعہ رکھا گیا ہے۔ اور اہل حدیث حضرات کا جمہور سے نقطۂ اختلاف احادیث شریفہ کا حجت ہونا نہ ہونا نہیں ہے۔ یہ نقطۂ اختلاف تو فرقۂ اہل قرآن سے ہے، بلکہ اصل نقطۂ اختلاف اجماع امت اور بالخصوص اجماع صحابہ کا حجت ہونا نہ ہونا ہے، اہل حدیث حضرات حجیت کے قائل نہیں ہیں اس لئے وہ صرف ”اہل السنہ“ ہیں اور جمہور حجت مانتے ہیں اس لئے وہ ”اہل السنہ والجماعہ“ ہیں۔

قیاس کا کیا درجہ ہے؟

رہا قیاس تو وہ مذکورہ اصول ثلاثہ کے درجہ کی چیز نہیں ہے، اس وجہ سے وہ بنیادی نقطۂ اختلاف نہیں ہے، منار الانوار میں جو اصول فقہ کا متن متین ہے اور جس کی شرح نور الانوار ہے، قیاس کو اصول ثلاثہ سے الگ کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

إعلم أن أصول الشرع ثلاثة:	جان لیں کہ مآخذ شرع تین ہیں (۱)
الکتاب والسنة وإجماع الأمة؛	کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اور
والأصل الرابع القياس	اجماع امت، اور چوتھی بنیاد قیاس ہے۔

پھر خود مصنف نے اپنی شرح **کشف الأسرار** میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ قیاس بھی اگر بنیاد ہے تو أربعة کیوں نہ کہا؟ اور اگر قیاس اصل نہیں ہے **الأصل الرابع** کیوں کہا؟ پھر یہ جواب دیا ہے کہ:

> "قیاس صرف ہماری بہ نسبت اصل ہے، کیونکہ ہم فرع کا حکم قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور در حقیقت قیاس اصل نہیں ہے کیونکہ احکام شرعیہ میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے، شارع صرف اللہ تعالیٰ ہیں، حکم شرعی لگانے میں ان کا کوئی شریک نہیں، بلکہ قیاس تو اصول ثلاثہ کی فرع ہے، کیونکہ وہ یا تو کتاب اللہ سے مستنبط ہوتا ہے یا سنت رسول اللہ سے یا اجماع امت سے"

بہ الفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قیاس کوئی مستقل چیز نہیں ہے، قیاس تو ایک آلہ (Tool) ہے، جس کے ذریعے اصول ثلاثہ سے احکام نکالے جاتے ہیں، پس وہ منجملہ 'قواعد الفقہ ہے، مگر چونکہ وہ بظاہر مثبت حکم نظر آتا ہے اس لئے اس کو اصل رابع کہہ دیتے ہیں۔

حقیقی اہل حدیث کون حضرات ہیں؟

صحابہ کرام ؓ کے زمانہ تک "اسلامی عقائد" میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا، البتہ مسائل فقہیہ میں اختلاف ہوتا تھا، مگر نظریاتی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا یعنی دبستان فکر وجود میں نہیں آئے تھے، اس لئے اس زمانہ میں تقلید تو تھی، مسائل نہ جاننے والے جاننے والوں سے احکام دریافت کر کے ان پر عمل کرتے تھے، مگر کسی خاص مکتب فکر کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا کیونکہ اس وقت تک کوئی مکتب

فکر وجود ہی میں نہیں آیا تھا۔

اکابر تابعین کے دور میں بھی یہی صورت حال رہی، کیونکہ یہ دور صحابہ کے دور کے ساتھ مقارن تھا۔ مگر تابعین کے آخری دور سے صورت حال بدلنے لگی، امت میں دو دبستان فکر وجود میں آئے، جو تبع تابعین کے دور میں خوب ممتاز ہو گئے۔ ایک مکتب فکر فقہاء محدثین کا تھا تو دوسرا محدثین فقہاء کا یعنی بعض حضرات کا اصل کام احکام شرعیہ کا استنباط تھا، مگر وہ حدیثوں کے بھی خوب ماہر تھے کیونکہ احادیث کے بغیر احکام کیسے مستنبط کئے جاسکتے ہیں؟ مگر حدیثیں روایت کرنا ان کا اصل مشغلہ نہیں تھا البتہ بوقت ضرورت وہ یہ کام بھی کرتے تھے ...... دوسری جماعت کا اصل کام روایت حدیث تھا، مگر وہ مجتہد بھی تھے، نصوص سے مسائل بھی مستنبط کرتے تھے اور بوقت ضرورت غیر منصوص احکام اجتہاد سے بیان بھی کرتے تھے۔

پہلا گروہ "اہل الرائے" سے موسوم تھا اور دوسرا "اہل حدیث" اور "اصحاب حدیث" سے، علامہ ابن قتیبہ دینوری نے المعارف میں دونوں جماعتوں کی لمبی فہرست دی ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کو پہلے گروہ میں شمار کیا ہے اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کو دوسرے گروہ میں شامل کیا ہے۔ الغرض اصل "اہل حدیث" اور "اصحاب الحدیث" یہ حضرات ہیں۔ شیخ الطائفہ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں "اہل حدیث اور اصحاب الرائے کا فرق" بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اس طبقہ (اہل حدیث) کے بڑے بڑے متبحر علماء یہ تھے: عبد الرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان، یزید بن ہارون، عبد الرزاق، ابو بکر بن ابی شیبہ، مسدد، ھناد، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، فضل بن دکین، علی بن المدینی اور ان کے دیگر ہم عصر علماء طبقات محدثین میں سے ہیں، یہی وہ طبقہ ہے جو دیگر تمام طبقات محدثین کے لئے اعلیٰ نمونہ ہے۔

پھر طبقۂ اہل حدیث میں متعدد مکاتب فکر وجود میں آئے جن میں سے تین کو شہرت عام حاصل ہوئی، یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کو اور اہل الرائے متفق رہے ان میں کوئی خاص اختلاف رونما نہ ہوا۔

غرض جب یہ مکاتب فکر وجود میں آئے تو اب امت نے خاص مکتب فکر کی تقلید شروع کی، کیونکہ دین کی حفاظت کے لئے یہ تخصیص ضروری تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اصحاب الحدیث کی پیروی کرتا تھا اور امت کا بڑا حصہ اہل الرائے کے زیر اثر تھا۔ پھر چوتھی صدی میں جب یہ اختلاف شدید ہوا اور محدثین کے طبقہ میں متعدد مکاتب فکر وجود میں آگئے تو اس وقت کے اکابرین امت نے چار مکاتب فکر کو تقلید کے لئے متعین کر دیا، جو آج تک مستمر چلی آرہی ہے۔

تقلید شخصی کی حقیقت کیا ہے؟

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ "تقلید شخصی" میں "شخص" سے مراد شخص حقیقی (Real person) نہیں ہے، بلکہ شخص حکمی (Legal person) ہے۔ یعنی خاص مکتب فکر کی تقلید کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے، کسی معین آدمی کی ہر ہر مسئلہ میں تقلید نہیں کی جاتی، کیونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ مذاہب اربعہ سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ کسی بھی مکتب فکر میں کسی ایک امام کے سارے ہی اقوال مفتی بہ نہیں ہوتے۔ نیز زمانہ کی رفتار رکنے والی نہیں، اور ائمہ مجتہدین دنیا سے گذر گئے، پھر نئے پیش آنے والے معاملات کے احکام وہ کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ ان کے احکام تو ہر زمانہ میں موجود اس مکتب فکر کے اکابر بیان کریں گے اور وہ اس دبستان فکر کی رائے شمار ہوگی۔

کیا فرقہ اہل حدیث غیر مقلد ہے؟

تقلید کے بغیر زندگی کی گاڑی ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی، بچہ جب تک

باب کی انگلی نہیں پکڑتا چلنا نہیں سیکھتا۔ آہنگر، زرگر بلکہ ہر کاریگر اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتا ہے، دین کا معاملہ دنیوی معاملات سے زیادہ اہم ہے، اس میں پیروی کے بغیر کامیابی کیسے ممکن ہے؟ اور محض پیروی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتی، بلکہ اس شخص کی پیروی ضروری ہے جو منزل کی طرف رواں دواں ہو، جو خود ہی گم کردہ راہ ہو، وہ کسی کو منزل تک کیا پہنچا سکتا ہے! سورۃ البقرہ آیات ۱۶۶ و ۱۶۷ میں تابعین و متبوعین کا ذکر ہے، معلوم ہوا کہ کفر و شرک اور گمراہی میں بھی تقلید جاری ہے۔

رہا وہ فرقہ جو خود کو اہل حدیث کہتا ہے اور دوسرے لوگ اس کو "غیر مقلد" کہتے ہیں، وہ درحقیقت ائمۂ اربعہ کے مقلدین سے بھی زیادہ سخت مقلد ہے۔ ائمۂ اربعہ کے مقلدین تو ایک دوسرے کی رایوں کا احترام کرتے ہیں اور بوقت ضرورت اس کو اختیار بھی کرتے ہیں، مگر یہ فرقہ تو سب کو گمراہ تصور کرتا ہے اور صرف اپنے ہی مکتب فکر کی پیروی کرتا ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب ترجمان وہابیہ (ص ۵۲) میں لکھتے ہیں:

> "مگر ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے جہاں کے مسلمان دو طرح پر ہیں۔ ایک خالص اہلِ سنّت و جماعت جن کو اہل حدیث بھی کہتے ہیں، دوسرے مقلد مذہب خاص۔ وہ چار گروہ ہیں: حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی" (بحوالہ طائفۂ منصورہ ص ۱۱)

مشہور غیر مقلد مولوی ابوالشکور عبدالقادر صاحب (ضلع حصار) لکھتے ہیں کہ:

> "حق مذہب اہل حدیث ہے، اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں، تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں" (سیاحة الجنان بمناکحة أهل الإيمان ص ۴)

اور نیز لکھا ہے کہ:

> "خواص تو جانتے ہیں، میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین

موجودہ دس وجھوں سے گمراہ اور فرقۂ ناجیہ سے خارج ہیں، جن سے مناکحت جائز نہیں ہے" (ص ۵)

اور وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وجہ اول یہ ہے کہ موجودہ حنفیوں میں تقلید شخصی پائی جاتی ہے، جو سراسر حرام اور ناجائز ہے" (ص ۵)

اور نیز لکھا ہے کہ:

"اسی طرح مولوی محمد صاحب جوناگڈھی نے اپنی تصنیفات میں حنفیوں کو گمراہ اور فرقۂ ناجیہ سے خارج قرار دیا ہے" (ص ۱۱)

اور آخر میں تو حد ہی کر دی ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ:

"سچا فرقہ اور ناجیہ اہل حدیث ہے، باقی سب فی النار والسقر ہیں، لہٰذا مناکحت فرقۂ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہئے، اہل بدعت سے نہ ہو، تاکہ مخالطت لازم نہ آئے" (ص ۲۳)

غور کیجئے، کس طرح مقلدین اور حنفیوں کو فرقۂ ناجیہ سے نکال کر صرف اہل بدعت ہی میں شمار نہیں کیا، بلکہ فی النار والسقر کر کے دم لیا ہے (معاذ اللہ!) اور ان سے رشتہ اور نکاح کو یک لخت موقوف کرنے کا شاہی حکم بھی صادر کیا ہے، اس سے بڑھ کر تعصب کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے! (طائفۂ منصورہ ص ۱۵ مصنفہ حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر مدظلہ)

مقالہ نمبر ۵

حضرت امام ابو حنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت

از

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سیدِ المرسلین وعلی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین اما بعد!

امام اعظم رحمہ اللہ ائمہ مجتہدین کے سرخیل ہیں، اور اس عظیم المرتبت جماعت کے سب سے نمایاں فرد ہیں جن کی ثقاہت، عدالت اور امامت پر امت کا اجماع ہے اور اجماع کے ثبوت کے جتنے بھی طریقے ہیں، ان میں ہر طریقے سے ان کی عدالت وفقاہت پر اجماع ثابت ہو چکا ہے، لیکن اس کے خلاف بعض لوگوں کی جانب سے اب بھی امام اعظم کی طرف ارجاء کی نسبت کی جا رہی ہے، اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے ایمان کے بارے میں فقہاء ومحدثین ائمہ اور اسلامی فرقوں کے مذاہب کا بیان ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ابتداء

نبی علیہ السلام، اور اس کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، برابر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، جو شخص بھی ان تمام باتوں پر جسے نبی علیہ السلام اللہ کی طرف سے لائے، ایمان لاتا اور مانتا، اور ان کی اطاعت کا اقرار کرتا، اس پر اسلامی احکام جاری کرتے، اور دنیاوی احکام میں اسی پر اکتفاء کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہوا، اور اس فتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اور جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد جنگ صفین کا معرکہ پیش آیا، اس جنگ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے قرآن کو نیزوں پر بلند کیا جس میں اس بات کا اشارہ تھا کہ قرآن کو حکم مان لیا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ ایک جنگی چال ہے، اس لیے ہم کو جنگ جاری رکھنی چاہئے، اور لڑائی پر اصرار کرتے رہے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے چند آدمیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو تحکیم کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چاروناچار اس کو تسلیم کیا۔ پھر مصالحت کے لیے دو ثالث مقرر ہوئے، مگر سخت حیرت کی بات ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحکیم کے قبول کرنے پر مجبور کیا، وہی لوگ اپنے خیالات سے منحرف ہو گئے اور تحکیم کو ایک جرم اور گناہ قرار دینے لگے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنے لگے کہ ہم نے تحکیم کو قبول کرکے کفر کا ارتکاب کیا، ہم اس سے تائب ہوتے ہیں، آپ بھی اپنے کفر کا اقرار کرکے توبہ کا اعلان کریں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ایک بڑی جماعت مل گئی اور اس جماعت نے "ان الحکم الا للہ" کو اپنا شعار بنایا، اور

انہوں نے حضرت علی کے خلاف لڑائی کا آغاز کیا، جو تاریخ میں خوارج کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اسی فرقے نے سب سے پہلے اس مسئلہ ایمان کو اٹھایا، اور کہا کہ: جتنے لوگ اس فتنے میں ملوث ہوئے وہ سب کے سب کافر ہیں۔

قال الحافظ ابن عبد الهادی الحنبلی:

اوّل خلاف حدیث فی الملّة فی الفاسق العملی، هل هو کافر أو مؤمن فقالت الخوارج: انه کافر، وقالت الجماعة: مؤمن، وقالت الطائفة المعتزلة: هو لا مؤمن ولا کافر. (لوائح الا نوار لا بن السفارینی)

مسلمانوں میں جو اختلاف سب سے پہلے رونما ہوا وہ عملاً فاسق کے بارے میں تھا کہ وہ مومن ہے یا کافر، خوارج کہنے لگے کہ کافر ہے، اور تمام اہل سنت والجماعت نے کہا کہ وہ مومن ہے، اور معتزلہ کہنے لگے کہ نہ وہ مومن ہے اور نہ ہی کافر۔

خوارج کے عقائد

خوارج، ہر گناہ گار کو کافر سمجھتے تھے۔ چاہے اس نے اس گناہ کو ارادۂ گناہ سے کیا ہو، یا غلط فہمی اور خطائے اجتہادی کی بنیاد پر۔ اسی لیے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ معاذ اللہ۔ کافر سمجھتے تھے، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود تحکیم کے لیے تیار نہیں تھے، انہیں لوگوں نے ان کو مجبور کیا تھا، بالفرض اگر تحکیم درست نہیں تھی، تو زیادہ سے زیادہ یہی تو کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ اجتہادی غلطی سرزد ہوئی، ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر پر اصرار تو یہی بتلا رہا ہے کہ وہ لوگ اجتہادی خطاء کو بھی، دین سے خارج ہونے کا سبب جانتے تھے، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ کو کافر کہتے ہیں، جب کہ ان خارجیوں کو ان حضرات سے جن جزوی باتوں میں اختلاف تھا، اگر بالفرض ان کی رائے صحیح بھی مان لی جائے تو زیادہ سے زیادہ ان حضرات کی یہ خطاء اجتہادی ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی تردید کے لیے، قرآن سے استدلال کے بجائے، اسوۂ رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا، تاکہ ان کے سطحی

ذہن کیلیے کوئی تاویل کی گنجائش نہ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ زانی کو سنگ سار کیا، پھر جنازے کی نماز پڑھائی، اس کے اہل خانہ کو اس کا وارث تسلیم کیا، رسول اللہ ﷺ نے قاتل کو قتل کے جرم میں قتل کیا لیکن اس کے اعزہ کو میراث سے محروم نہیں کیا رسول اللہ ﷺ نے چور کے ہاتھ کٹوائے، اور غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگوائے، مگر دونوں کو مال غنیمت سے حصہ بھی دیا۔ آپ ﷺ نے گناہگاروں کے مابین اللہ کا حکم قائم کیا۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو جو حصہ دیا ہے۔ اس سے محروم نہیں رکھا۔

معتزلہ کا ظہور

اگر چہ تحکیم کے بعد خوارج نے مرتکب کبائر کی تکفیر کی جس سے اس وقت اس مسئلے کا چرچہ ہوا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تردید اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تائید سے، کچھ دنوں کے لیے یہ مسئلہ دب گیا، مگر بالکلیہ ختم نہیں ہوا، بلکہ بعد میں کسی نہ کسی نوع سے یہ مسئلہ اٹھتا رہا، اور جب معتزلہ کا ظہور ہوا، تو پھر اس مسئلے میں تیزی پیدا ہوئی، حسن بصریؒ کے حلقۂ درس میں، واصل بن عطاء نامی ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں یہ مسئلہ اٹھا۔ واصل نے حسن بصریؒ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ: گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مسلمان ہے۔ اور نہ کافر ہے۔ بلکہ ایمان وکفر کی درمیانی منزل میں ہے، اس کے بعد اس نے حسن بصریؒ کے حلقہ درس سے علیحدگی اختیار کرکے، اسی مسجد میں اپنا الگ حلقہ قائم کرلیا، شہرستانی اس کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: واصل کہتا تھا کہ ایمان جملہ اعمال خیر کا نام ہے۔ جب کسی شخص میں یہ چیزیں موجود ہوں گی، تب وہ مومن ہوگا، فاسق میں یہ تمام خصال خیر جمع نہیں ہوسکتیں اس لیے اس کو مومن نہیں کہا جائے گا، مگر علی الاطلاق کافر بھی نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ وہ کلمۂ شہادت کا قائل ہے، اور دوسرے اعمال خیر بھی اس میں موجود ہیں۔ مگر ایسا شخص اگر توبہ کئے بغیر انتقال کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں ہوگا کیوں کہ آخرت میں دو ہی فریق ہوں گے، جنتی اور جہنمی۔

فرقہ مُرجئہ

جب دوبارہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے ایمان کا مسئلہ چھڑا، تو خوارج جو پہلے ہی سے ایسے لوگوں کو کافر کہتے تھے اور معتزلہ جوان سے ایمانی کی نفی کر کے ایمان وکفر کے درمیان ایک درجہ ثابت کرنے لگے تھے معتزلہ اور خوارج کے برعکس مرجیہؒ کا ظہور ہوا جس نے اس بات کو شہرت دی کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کچھ ضرر لاحق نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح کفر کی موجودگی میں طاعات اور عبادات بے اثر ہیں، اور دعویٰ کرنے لگے کہ ایمان نام تصدیق اور اقرار کا ہے اعتقاد ومعرفت کا ہے اور اس ایمان کی موجودگی میں کوئی معصیت ضرر رساں نہیں ہے۔ ایمان وعمل کے رابطے کی بابت کہنے لگے، کہ اعمال کو جنت وجہنم کے دخول میں سے کوئی علاقہ اور واسطہ نہیں ہے۔

اہل سنت والجماعت

تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی کو گناہ سے ضرر ونقصان تو ہوتا ہے مگر اللہ چاہے تو اس پر رحم کرتے ہوئے معاف کر دے، اور بلا سزا کے جنت میں داخل کر دے۔ اور چاہے تو شفاعت وشفارش کے ذریعے مغفرت فرمادے، یا اس عمل کے برابر سزا دے کر جنت میں داخل کرے، لیکن ایسا شخص ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ کسی گناہ کے ارتکاب سے کوئی مسلمان، کافر اور ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں۔

قال النووی : اعلم أنّ مذهب أهل السنة وماعليه أهل الحق من السلف والخلف أنّ من مات على التوحيد، دخل الجنة قطعاً على كل حال، فإن كان سالماً من المعاصی، والمجنون الذی اتصل جنونه بالبلوغ ، والتائب ولتوبة صحيحة من الشرك اوغيره من المعاصی إذا لم يحدث معصية بعد توبته والموفق الذی لم يبتل بمعصية أصلاً۔ فكل هذا يدخلون الجنة ولا يدخلون

النار اصلاً۔ و أما من كانت له معصية كبيرة ومات من غير توبة فهو في مشية الله، فإن شاء عفا عنه و أدخله الجنة أولا وجعله كالقسم الأول، وإن شاء عذبه بالقدر الذي يريده سبحانه، ثم يدخله الجنة فلا يخلد في النار أحد مات على التوحيد ولو عمل المعاصي ما عمل كما أنه لا يدخل الجنة أحد مات على الكفر ولو عمل من أعمال البر ما عمل هذا مختصر جامع لمذهب اهل الحق في هذه المسئلة (١ / ٤١)

> امام نووی شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں: جان لو کہ اہل السنت والجماعۃ اور اہل حق سلف وخلف ہر ایک کا یہی مذہب ہے کہ جو ایمان پر مرا بہر صورت صورت لازمی طور سے جنت میں جائے گا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) اگر ایسا شخص ہر طرح کے گناہ سے محفوظ ہوا یا دیوانہ و پاگل ہے۔ جس کا جنون بلوغ ہی سے شروع ہو گیا یا کفر شرک اور دیگر ہر طرح کے معاصی سے توبہ کر لیا اور توبہ کے بعد کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا یا ایسا باتوفیق جس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا ان قسموں سے ہر قسم کے لوگ بلا عذاب جنت میں داخل ہوں گے، اور جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ خدا کے اختیار میں ہے چاہے تو اس کو معاف کر کے بلا عذاب جنت میں داخل کر دے اور اس کو قسم اول کے لوگوں میں بنا دے یا جس قدر چاہے عذاب دے کر جنت میں داخل کر لے بہر حال جس کا انتقال ایمان پر ہوا ہو ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا چاہے جس قسم کے معاصی کا ارتکاب کئے ہوئے ہو اسی طرح جس کا کفر پر انتقال ہوا وہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتا ہے چاہے جیسا اور جس قدر بھی نیک عمل کر رکھا ہو اس مسئلہ میں اہل کا حق کا مختصر جامع مذہب ہے۔

اس عبارت میں تمام اہل حق کا مذہب یہی بتایا گیا ہے، کہ مسلمان گناہ گار جس طرح کا بھی گناہ کئے ہو ایک نہ ایک دن ضرور جنت میں داخل ہوگا، اور ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہ سکتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں خدا چاہے تو ان کو معاف کر کے بلا

عذاب جنت میں داخل کردے، اور اگر چاہے تو اپنی مرضی کے مطابق سزا دے کر جنت میں داخل کرے۔

لوائح الانوار البہیۃ میں ارتکاب المومن کبیرۃ غیر مکفرۃ بلا استحلال ویموت بلا توبۃ" (یعنی کفر کے سوا کبیرہ گناہوں کا کرنے والا بشرطیکہ اس کو حلال نہ سمجھتا ہو اور وہ بلا توبہ کے مرجائے) کا ایک عنوان ہے

اس عنوان کے تحت علامہ سفارینی لکھتے ہیں:

قداختلف الناس فی حکمه فأهل السنة لایقطعون له بالعقوبة ولا بالعفو بل هو فی مشیة الله وإنمایقطعون بعدم الخلود فی النار۔

اس قسم کے لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ اہل سنت ایسے شخص کے بارے میں نہ تو قطعی طور پر سزا کی بات کہتے ہیں اور نہ قطعی طور پر اس کے معافی کی بلکہ اس کو خدا کی مشیت کے حوالے کرتے ہیں (چاہے سزا دے چاہے معاف کردے) قطعی حکم تو اس بات کا لگاتے ہیں کہ ایسا شخص ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا۔ یعنی کسی خاص گناہ گار آدمی کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ اس گناہ گار کو لازمی طور سے عذاب ہوگا یا لازمی طور سے معافی ہوگی۔

اسی طرح کی بات نہایت صراحت ووضاحت کے ساتھ امام ابوحنیفہ سے بھی منقول ہے۔

فقہ اکبر میں ہے:

"وماکان من السّیئات دون الشرك ولم یتب عنها حتی مات مومنا فإنه فی مشیة الله إن شاء عذبه وإن شاء عفا عنه ولم یعذبه بالنار أبدا"

جس مسلمان نے شرک کے سوا دوسرے گناہ کیے اور اس سے توبہ نہیں کیا مگر ایمان پر مرا تو ایسا شخص خدا کی مشیت کے تحت ہے چاہے تو اس کو عذاب دے چاہے تو اس کو معاف کردے لیکن اس کو جہنم میں ہمیشگی کا عذاب نہیں دے گا

امام ابوحنیفہ نے عثمان بتی کے خط کے جواب میں تحریر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

" ومن إصاب الايمان وضيع شئيا من الفرائض كان مومنا مذنباً و كان لله فيه المشية إن شاء عذبه و إن شاء غفرله فإن عذبه على تضييعه شيئاً فعلى ذنب يعذبه و إن غفرله فذنبا يغفره "

یعنی جسے ایمان کی دولت حاصل ہے اور فرائض کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی کیا ہے تو وہ گناہ گار مسلمان ہوگا اور خدا کی مشیت کے تحت ہوگا چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو اس کو معاف کر دے اگر اس کو کسی کوتاہی پر عذاب دے گا تو گناہ پر عذاب دیا اور اگر اس کو معاف کر دے تو گناہ کو معاف کیا۔

امام طحاویؒ نے عقیدۃ الطحاوی کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جسمیں انہوں نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ میں اس کتاب میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے عقائد کو بیان کروں گا وہ اس کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

" لانكفرأحدا من أهل القبلة بذنب مالم يستحل له ولانقول لا يضر مع الإيمان ذنب لمن عمله ونرجومن المحسنين من المومنين أن يعفوعنهم ويدخلهم الجنة برحمته ولانأمن عليهم وتشهد لهم بالجنة ونستغفر لمسيئهم ونخاف عليهم ولا تقنطهم "

کسی مسلمان کو کسی ایسے گناہ کے ارتکاب پر جس کو حلال نہ سمجھ کر کیا ہو اس کی تکفیر نہیں کرتے اور اسکے ساتھ یہ بھی نہیں کہتے کہ ایمان کے بعد گناہ گار کو گناہ نقصان نہیں دیتا۔ اور نیکوکار مسلمانوں کے لئے خدا کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ ان کو درگذر کرے گا اور اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ لیکن ان کے بارے میں بالکل بے خوف بھی نہیں ہیں اور ان کے لئے جنت میں داخل ہونے کی شہادت بھی نہیں دے سکتے، اور ہم ان گناہ گار مسلمانوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ڈرتے رہتے ہیں لیکن ان کو بالکلیہ مایوس بھی نہیں کرتے۔

علماء احناف نے علم کلام میں جتنی کتابیں تصنیف کی ہیں ان تمام کتابوں

میں اس مسئلہ کو اسی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سے اہل سنت والجماعت اس مسئلہ میں بھی متفق ہیں کہ کسی مسلمان کی کسی گناہ کی وجہ سے اگرچہ وہ کبیرہ ہو تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے۔ خوارج اور معتزلہ ایسے شخص کو ایمان سے خارج کرتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں کے نزدیک ایمان کا تحقق ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے ساتھ تمام اعمال صالحہ کا وجود نہ ہو امام بخاری صحیح بخاری میں۔

" المعاصی من أمر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرك بقول النبی صلى الله عليه وسلم: وإنك امرأ فيك جاهلية ۔ بقول الله تعالى: ان الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذالك "

(گناہ کافرانہ عمل ہیں اور گنہ گار کی کسی گناہ سے بجز شرک کے تکفیر نہیں کی جائے گی حدیث " انك امر أ فيه جاهلية" اور اللہ کے قول ان الله لايغفر ان يشرك به کی وجہ سے) کا باب مقرر کر کے معتزلہ و خوارج کی تردید چاہتے ہیں۔

قال ابن البطال : غرض البخاری الرد علی من يكفر بالذنوب كالخوارج ويقول إنه من مات على ذلك يخلد فی النا والأية ترد عليهم لأن المراد بقوله ويغفر مادون ذلك لمن يشاء " أی من مات على كل ذنب سوى الشرك ......

"ابن بطال کہتے ہیں! کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے جو گناہوں کی وجہ سے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں جیسے خوارج، اسی طرح سے ان لوگوں کی بھی تردید کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ جو توبہ کئے بغیر مرا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا آیت ان کا رد کرتی ہے اس لئے کہ " ويغفر مادون ذلك لمن يشاء " سے مراد ایسا شخص ہے جو کفر و شرک کے علاوہ کسی گناہ پر مرا ہو"۔

تمام سلف اور اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اعمال ایمان کے وجود و تحقق کے لئے لازم نہیں ہیں اور ان کی نفی سے ایمان کی نفی نہیں ہوگی اور ایسا شخص مومن رہے گا مگر ناقص مومن رہے گا گنہ گار مومن ہوگا۔ یہی بات امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کے کمال کے لئے ضروری ہیں۔ نفس مسئلہ میں اتفاق کے بعد

ایمان اور عمل کے اس طرح کے باہمی تعلق اور رابطے کی تفسیر میں انداز بیان میں اختلاف ہوگیا ہے۔

سلف کا انداز بیان

حافظ ابن حجر فتح الباری میں ایمان کی تعریف کرتے ہوئے سلف کا مذہب لکھتے ہیں:

" فالسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالأركان وارادوا بذلك أن الأعمال شرط فی كماله "

سلف قلبی اعتقاد اور زبانی اقرار اور اعضاء اور جوارح کے عمل کے مجموعے کو ایمان کہتے ہیں اور ان لوگوں کی مراد اس سے یہ ہے کہ اعمال ایمان کے کمال کے لئے شرط ہیں۔

محقق جلال الدین دوانی نے شرح عقائد العضدیۃ میں اسی مضمون کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" وتفصيل المقام ان ههنااربعة احتمالات ...... الأول أن يجعل الاعمال جزءاً من حقيقة الإيمان داخلا فی قوام حقيقته حتی يلزم من عدمها عدمه وهو مذهب المعتزلة والثانی أن تكون اجزاءاً عرفية للإيمان فلا يلزم من عدمهاعدمه كمايعد فی العرف الشعروالظفرواليدوالرجل أجزاء لزيد مثلا ومع ذلك لايقال: بانعدام زيد بانعدام أحد هذه الأمورو كالأغصان والأوراق للشجرة تعد أجزاءاً منها ولا يقال تنعدم بانعدامها وهذا مذهب السلف "

ایمان میں مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ اعمال کے بارے میں چار احتمال ہیں۔ پہلا احتمال اعمال کو ایمان کی حقیقت کا جز قرار دیا جائے، ایمان کی حقیقت میں داخل مانا جائے اس طرح سے کہ اس جز کے معدوم ہونے سے ایمان معدوم ہوجائے اور یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء عرفیہ ہوں کہ اعمال کے معدوم ہونے سے ایمان معدوم نہ ہو جیسا عرف

میں زید کا بال، اس کا ناخن، ہاتھ، پیر مثلاً زید کے اجزاء ہیں اس کے باوجود نہیں کہا جاسکتا ہے ان میں سے کسی ایک کے معدوم ہونے سے زید معدوم ہوگیا۔ یا جیسے کسی درخت کے پتے اور اس کی شاخیں ہوں جو درخت کے اجزاء شمار کئے جاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے معدوم ہونے سے درخت معدوم ہوگیا۔

متکلمین، فقہاء اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا انداز بیان

متکلمین فقہاء اور امام ابوحنیفہؒ اعمال اور ایمان کے باہمی ربط کو ظاہر کرنے کے لئے جز کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں گو ایمان کے کمال کے لئے عمل کو لازم و واجب کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے" من أراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مومن " جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت رکھے اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی کوشش کرے بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو۔

امام ابوحنیفہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے ایمان اور عمل کو الگ الگ کر دیا ہے کہ لوگ پہلے ایمان لائے پھر تقاضائے ایمان کے مطابق عمل کئے۔ اہل ایمان ایمان کی وجہ سے نماز روزہ حج وغیرہ انجام دیتے ہیں نہ کہ ان چیزوں کی وجہ سے مومن ہوئے۔ (العالم والمتعلم)

عثمان بتی کے نام خط میں امام بوحنیفہؒ تحریر کرتے ہیں کہ " حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ مشرک تھے آپ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی جس کسی نے اس دعوت کو قبول کیا اور وہ اس کا اقرار کیا وہ شخص اسلام مین داخل ہوا کفر و شرک سے بری ہوا اس کا خون مسلمانوں پر حرام ہوگیا اس کے بعد فرائض اور مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں آیات کا نزول ہوا۔ اور ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہوگئے۔ "انّ الذين آمنوا وعملوا الصالحات "، "من يومن بالله ويعمل صالحا " اور اس جیسے بہت سے ارشادات ہیں۔ لیکن اعمال کی کوتاہی سے تصدیق و ایمان کا ضیاع لازم نہیں آتا ہے،

کیوں کہ تصدیق عمل کے بغیر حاصل ہو چکی ہے اگر عمل سے محروم انسان ایمان سے بھی محروم ہوتا تو اس پر مومن کا اطلاق نہ ہوتا اور نہ اس کی حرمت باقی رہتی۔ تصدیق وایمان کی وجہ سے اس کو مومن کہا جاتا ہے کیا تم ایک مومن کو مومن ظالم، مومن مذنب، مومن خاطی، مومن عاصی نہیں کہتے؟ حضرت عمرؓ، حضرت عثمان، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم امیر المومنین کہلاتے تھے کیا مومنین سے صرف مطیعین مراد تھے محقق دوانی ''شرح عقائد عضدیہ''میں اس کی تفصیل وتشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"الاحتمال الثالث أن تجعل الاعمال آثارا خارجة عن الإيمان مسببة له"

تیسرا احتمال کہ اعمال ایمان کا نہ جزء حقیقی ہو نہ جز عرفی ہو ایمان کی حقیقت سے خارج ہو اس ایمان کے آثار ہوں، ایمان ان کے لئے اعمال کا باعث ہو۔

"ویطلق علیها لفظ الإیمان مجازاً"

اور اعمال پر ایمان کا اطلاق مجازی ہے

محقق دوانی نے دوسرے اور تیسرے احتمال کے بارے میں جو سلف اور فقہاء اور متکلمین کا قول ہے کہا۔

"لا مخالفة بینه وبین الاحتمال الثانی إلا بأن یکون اطلاق اللفظ علیها حقیقة أو مجازاً وهو بحث لفظی"

دوسرے اور تیسرے احتمال کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے احتمال کی بنیاد پر اعمال پر ایمان کا اطلاق بطور حقیقت کے ہوگا اور تیسرے احتمال پر ایمان کا اطلاق بطور مجاز کے ہوگا اور یہ ایک لفظی اور لغوی بحث ہے کوئی شرعی بحث نہیں ہے

اور احتمال ثانی میں تفصیل کرتے ہوئے کہا۔

" فکان لفظ الإیمان عندهم موضوع للقدر المشترك بین التصدیق ومجموع التصدیق والأعمال فیکون اطلاقه علی التصدیق فقط وعلی مجموع التصدیق والأعمال حقیقة"

سلف کے یہاں لفظ ایمان کو تصدیق محض اور تصدیق اور اعمال کے

مجموعے میں جو قدرے مشترک ہے اس کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ لہذا ایمان کا اطلاق تصدیق محض پر بھی بطور حقیقت ہوگا۔ اسی طرح تصدیق اور اعمال کے مجموعے پر بھی اس کا اطلاق بطور حقیقت ہوگا۔

ان ساری تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ سلف اور متکلمین اور فقہاء اور امام ابوحنیفہؒ کے مابین اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو کچھ اختلاف ہے وہ تعبیر کے طریقے میں ہے انداز بیان میں ہے اس کی تفصیل اور تشریح کی نوعیت میں ہے۔ اور اس طرح کے اختلافات میں کسی پر جرح وقدح کرنا اور اس کو مطعون کرنا کسی طرح صحیح اور جائز نہیں ہے۔

اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بیان

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ حجۃ اللہ کے مقدمہ اور دیباچہ میں علماء کے درمیان اختلافی مسائل کی تحقیق اور اس پر جرح وقدح کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

” وقسم لم ينطق به الكتاب ولم تستفض به السنة ولم يتكلم فيه الصحابة فهومطوى على غره فجاء ناس من أهل العلم فتكلموا فيه واختلفوا وكان خوضهم فيه امااستنباطامن الدلائل النقلية كفضل الأنبياء على الملائكة وفضل عائشة على فاطمة وإماالتوقف الأصول الموافقة للسنة عليه وتعلقهابه بزعمهم ...... وإما تفصيلاً وتفسيراً لماتلقوه من الكتاب والسنة فاختلفوا فى التفصيل والتفسير بعد الاتفاق على الأصل ...... وهذا القسم لستُ استصح احدى الفرقتين على صاحبتها بأنهاعلى السنة وكيف وإن أريد به قُحُ السنة فهو ترك الخوض فى هذه المسائل راساً كما لم يخض فيها السلف ولماأن مست الحاجةإلى زيادةَ البيان فليس كل مااستنبطوه من الكتاب والسنة صحيحاأوراجحاً ولاكل ماحسبه هولاء متوقفاً على شيء مسلم التوقف ولاكل ماأوجبوا ردّه مسلم الرد ولاكل ماجاؤاء به من التفضيل والتفسير احق مما جاء به غيرهم ولما ذكرنا من أن كون الإنسان سنّياً معتبر بالقسم

الأول دون الثاني ترى علماء السنة يختلفون فيما بينهم في كثير من الثاني -

دوسری قسم کے مسائل کا نہ قرآن میں کوئی بیان ہے اور نہ وہ سنت میں مستفیض ہیں اور نہ اس مسئلہ میں صحابہ نے کوئی گفتگو کی بلکہ اسی طرح سے مبہم رہا یہاں تک کہ کچھ اہل علم آئے انھوں نے اس میں گفتگو کی اور ان میں باہم اختلاف ہوا اور ان کا غور خوض کرنا دلائل نقلیہ سے استنباط کرکے ہو، جیسے نبیوں کی فضیلت فرشتوں پر یا حضرت عائشہؓ کی فضیلت حضرت فاطمہؓ پر یا ان کا غور وخوض کرنا اس میں اس لئے ہو کہ ان کے گمان میں جو اصول سنت سے ثابت ہیں ان مسائل پر موقوف اور اس سے متعلق ہیں جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں اسکی تفصیل اور تشریح میں غور وخوض ہو جس کی وجہ سے تفصیل وتشریح میں اختلاف ہوا لیکن نفس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے۔ میں اس قسم کے مسائل میں ایک فرقہ کے دوسرے فرقہ پر اہل سنت والجماعت ہونے میں فوقیت دینا صحیح نہیں سمجھتا ہوں کیوں کہ اگر اس سے خالص سنت مراد ہے تو ان مسائل میں سرے سے غور وخوض ہی نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ سلف نے اس میں غور وخوض نہیں کیا اور جب زیادہ وضاحت کی ضرورت آپڑی تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے کتاب وسنت سے استنباط کیا ہو وہ سب کا سب صحیح یا راجح ہو اسی طرح سے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان لوگوں نے جن چیزوں کو اس کا موقوف علیہ سمجھا ہو وہ واقعی موقوف علیہ ہوں، اسی طرح یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کو جس طرح انہوں نے واجب الرد سمجھا ہو وہ کل کا کل غلط ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ تفسیر وتفصیل انہوں نے بیان کی ہے وہ تمام کی تمام حق ہو بہ نسبت اس تفسیر کے جو دوسروں نے بیان کی ہے۔ اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ پہلے قسم کے مسائل ہی سنی ہونے کے لئے ضروری ہیں نہ کہ اس دوسری قسم کے مسائل، اسی لئے تم اہل سنت علماء کو دیکھتے ہو کہ باہم بہت سی جگہوں میں اس دوسری قسم کے مسائل میں اختلاف کرتے ہیں۔

اس مسئلے میں عقیدۃ الطحاوی کے شارح کا بیان

عقیدۃ الطحاوی کے شارح نے اختلاف کی دو قسمیں اختلاف تنوع اور اختلاف تضاد ذکر کر کے اختلاف تنوع کی تفصیل وتقسیم کی اور لکھا:-

"اختلاف التنوع على وجوه فمنه ما يكون كل واحد من فعلين أو قولين حقا مشروعاً كما في القراءات التي اختلف فيها الصحابة رضي الله عنهم حتى زجرهم النبي صلى الله عليه وسلم وقال كلا كما محسن ومثله اختلاف الأنواع في صفة الاذان والإقامة والاستفتاح ومحل سجود السهو وصلوة الخوف وتكبيرات العيد ونحو ذلك مما قد شرع جميعه وإن كان بعض انواعه أرجح أو أفضل، ثم تجد لكثير من الامّة في ذلك من الاختلاف ما أوجب اقتتال طوائف منهم على شفع الاقامة ونحوذلك وهذا عين المحرم ومنه ما يكون كل من القولين هو في معنىٰ القول الآخر لكن العبارتان مختلفتان كما يختلف كثير من الناس في ألفاظ الحدود وصيغ الأدلة والتعبير عن المسميات ونحو ذلك ثم الجهل او الظلم يحمل على احدى الطائفتين والاخرى والاعتداء على قائلها۔

اختلاف تنوع کی ایک قسم یہ ہے کہ دونوں فعل اور قول صحیح اور حق ہوں جیسے ابتداء میں صحابہ کے درمیان قراءتوں میں اختلاف ہوا آپ نے ان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو اختلاف نہ کرو" کلاکما محسن" یا جیسے کلمات اذان میں ترجیع اور عدم ترجیع کا اختلاف یا اقامت کے کلمات میں مثنیٰ وفرادیٰ کا اختلاف، ثنا، کے مختلف صیغوں میں اختلاف اور سجدۂ سہو کے قبل السلام اور بعد السلام میں اختلاف، تشہد کے کلمات وصیغوں میں اختلاف جس میں سبھی طریقے جائز ہیں تو ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہو اس میں اس طرح اختلاف کرنا کہ باہمی قتال ونزاع کی نوبت آجائے یہ حرام وناجائز

ہے۔ اختلاف تنوع کی قسموں میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ دونوں قول ایک دوسرے کے ہم معنی ہوں لیکن دونوں کی عبارتیں مختلف ہوں جیسے بہت سے لوگوں کی تعریفات کے الفاظ میں اور اسی طرح مسمیات کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے ایسی صورت میں ایک طبقہ کی تعریف اور دوسرے کی مذمت سراسر جہالت وناواقفیت پر مبنی ہوگا اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو دوسرے کے حق میں ظلم اور تعدی ہے۔ پھر شارح عقیدۃ الطحاوی اس کے بعد اختلاف تنوع کے سلسلے میں مزید لکھتے ہیں کہ ان دونوں اختلاف کرنے والی جماعتوں کی قرآن تعریف کررہا ہے بشرطیکہ ایک نے دوسرے پر ظلم وتعدی نہ کی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

" ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله "

جب کہ لوگوں کا کھجور کے درختوں کے کاٹنے میں اختلاف ہوا ایک جماعت نے کاٹا دوسرے نے نہیں کاٹا تو خدا نے دونوں فریق کو صحیح قرار دیا۔

اسی طرح " وداؤد وسليمان إذ يحكمان فى الحرث إذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شاهدين ففهمنا سليمان وكلا اتينا حكما وعلماً۔

اس واقعہ میں حضرت سلمان نے ایک فیصلہ دیا اور حضرت داؤد نے دوسرا فیصلہ دیا۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو فہم کے ساتھ متصف کیا مگر حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام دونوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ "وکلا آتینا حکما وعلما"

اسی طرح نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے غزوۂ بنی قریظہ جاتے ہوئے وقت کے اندر راستے میں نماز پڑھنے والوں اور جنہوں نے اس کو وقت سے موخر کیا اور بنو قریظہ جا کر نماز پڑھی دونوں میں سے کسی کو آپ نے زجر وتوبیخ نہیں کیا۔

اسی طرح آپ نے فرمایا:

" إذ اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران وإذا اجتهد و أخطأ فله أجر'

مذمت ان لوگوں کی ہے جو دوسرے پر ظلم اور تعدی کریں۔ جیسا کہ شارح عقیدۃ الطحاوی

''الا مارحم ربک'' کے تحت لکھتے ہیں:

فان رحمهم الله اقر بعضهم بعضاً ولم يبغ بعضهم على بعض كما كان الصحابة في خلافة عمر وعثمان يتنازعون في بعض مسائل الاجتهاد فيقر بعضهم بعضاولا يعتدي ولا يعتدى عليه وان لم يرحمهم وقع بينهم الاختلاف المذموم فبغي بعضهم على بعض اما بالقول مثل تكفيره وتفسيقه واما بالفعل مثل حبسه وضربه وقتله۔

اگر خدانے ان پر رحم کیا تو یہ اختلاف کرنے والے ایک دوسرے کے حق کا اعتراف کریں گے اور کوئی کسی ظلم وتعدی نہیں کرے گا جس طرح حضرت عمر وعثمان کے دور میں صحابہ کا اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوا تو کسی نے کسی پر ظلم وتعدی نہیں کی اور ہر ایک نے دوسرے کے حق کا اعتراف کیا اور اگر خدا کی طرف سے ان پر رحم نہیں ہوگا تو ایسی جماعت مذموم اختلاف میں پڑ جائے گی اور ایک دوسرے پر قولاً ظلم کرے گی جیسے کسی کی تکفیر یا تفسیق یا عملاً جیسے مارنا، قید کرنا، قتل کرنا۔

اصل مسئلہ کے بارے میں

اس تمہید کے بعد غور کریں کہ محدثین فقہاء متکلمین اور امام ابوحنیفہ کے درمیان اصل مسئلہ میں اتفاق ہے۔ تعبیر اور انداز بیان کا صرف فرق ہے جیسا کہ اس کو بہت تفصیل سے واضح کیا گیا، محدثین اور معتزلہ اور خوارج کی تعبیر میں لفظی مشابہت پائی جاتی ہے جس طرح خوارج ومعتزلہ اعمال کو اجزاء ایمانی سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح سے محدثین بھی اعمال کو اجزاء ایمانی سے تعبیر کررہے ہیں۔ مگر دونوں کے درمیان جز کے مفہوم میں زمین وآسمان کا تفاوت ہے۔ معتزلہ اور خوارج کے یہاں اس جز کے فوت ہونے سے ایمان ختم اور معدوم ہوجاتا ہے اور محدثین کے یہاں اس جز کے فوت ہونے سے اس کا ایمان زائل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایمان باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ خلود فی النار کا مستحق نہیں رہتا ہے۔ اگر اس لفظی مشابہت کی وجہ سے کوئی شخص محدثین کو فرقہ

معتزلہ اور خوارج میں شمار کرنے لگے اور ان کو معتزلی اور خارجی کہنے لگے تو کیا یہ سراسر خلاف حقیقت نہیں ہوگا اور جہالت پر مبنی نہیں ہوگا اور اگر اس فرق کو جانتے ہوئے ان حضرات کے بارے میں اس لفظ کا استعمال کرے گا تو سراسر خلاف حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر ظلم وتعدی بھی ہوگی اور الا ما رحم ربک سے خارج ہوگا جیسا کہ شارح عقیدۃ الطحاوی نے اس کو تفصیل سے بیان کیا، اسی طرح نفس مسئلہ میں جو کتاب وسنت سے ثابت ہے اس کو مانتے ہوئے اس کی تفصیل، تفسیر، انداز اور تعبیر کے اختلاف کی وجہ سے کوئی شخص اہل سنت ہونے سے خارج نہیں ہوگا جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے حجۃاللہ البالغہ میں اس کو بیان کیا اور ان کے اس بیان کو ہم نے ماقبل میں نقل بھی کر دیا ہے۔

اسی طرح فقہاء، متکلمین، امام ابوحنیفہ کی تعبیر اور مرجۂ ضالہ کی تعبیر میں بس اتنی سی مشابہت ہے کہ کہ یہ حضرات بھی اعمال کے جز ہونے کی نفی کرتے ہیں اور مرجۂ بھی نفی کرتے ہیں مگر آگے دونوں کے درمیان فرق عظیم ہے، کہ مرجۂ ضالہ اعمال کو کوئی حیثیت نہیں دیتے اس کی حاجت وضرورت کی نفی کرتے ہیں گناہوں کے ارتکاب کو ضرر رساں نہیں بتاتے، فقہاء متکلمین اور امام ابوحنیفہؒ اعمال کو حیثیت دیتے ہیں اس کی حاجت وضرورت کو ثابت کرتے ہیں گناہوں کے ضرر رساں ہونے کو بیان کرتے ہیں اب اگر کوئی اتنی سی مشابہت کی بنا پر ان حضرات کو فرقہ مرجۂ میں شمار کرنے لگے اور ان کو مرجی کہنے لگے تو اس کی یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہوگی اور کہنے والے کی جہالت کو ظاہر کرے گی اور جو جان بوجھ کر اس طرح کی بات کہے گا تو ان حضرات پر ظلم ہوگا، اور الا مارحم ربک سے خارج ہوگا اور ”مااختلف الذین أوتوا الکتاب إلا من بعد ما جاء ھم العلم بغیا بینھم“ کا مصداق ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت کے اسباب

اس صورت حال کے بعد ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کو کوئی مرجی نہ کہتا

فرقہ مرجئہ میں ان کو کوئی شمار نہ کرتا اسی لئے ابوزہرہ نے لکھا کہ امام ابوحنیفہ کو اسی صورت میں مرجی کہا جا سکتا ہے جب ان عقائد کے حامل سب لوگوں پر ارجاء کا فتوی صادر کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صرف امام ابوحنیفہؒ ہی مرجیہ سے نہیں ہوں گے بلکہ معتزلہ کو چھوڑ کر تمام محدثین وفقہاء اس زمرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ پر ارجاء کی تہمت لگائی گئی ان کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے ان پر اس کا افتراء کیا، اور ان کی وفات کے بعد بھی اپنی غرض فاسد کے لئے امام صاحب کی طرف ارجاء کو منسوب کیا، اس کی بنیادی وجہ تو امام صاحب کی عبقری شخصیت اور ان کے گونا گوں کمالات ہیں۔ ابوزہرہ لکھتے ہیں ”فقہ اسلامی کی تاریخ کسی ایسے شخص سے آشنا نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کی طرح جس کی مدح وقدح کرنے والے بڑے کثیر تعدا میں پائے جاتے ہوں، جہاں آپ کی تعریف کرنے والوں نے بڑی کثرت سے کتابیں لکھیں تو مذمت کرنے والوں نے بھی ہر طرح کی جرح وقدح کی جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ فکر ونظر میں ایک مستقل مسلک کے بانی تھے جس میں آپ نے بڑے غور وفکر سے کام لیا کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ کے ثناخوانوں کے ساتھ ایک گروہ مخالفین کا نہ ہوتا مگر آپ کے مخالف زیادہ تر وہ لوگ تھے جو فکر کے میدان میں آپ کا مقابلہ نہ کر سکے یا آپ کے افکار وآراء ان کے فہم وادراک سے بالا تھے یا پھر ایسے لوگ تھے جو ہر اس طریقہ کو بدعت اور خلاف حق قرار دیتے تھے جس میں صرف اقوال صحابہ پر اکتفانہ کیا جائے اور آپ کے بعض ناقدین تو آپ کے علم وفضل ورع اور تقویٰ وغیرہ سے ناواقف بھی تھے اس قسم کے لوگوں کا شور غل کتنا بھی زیادہ رہا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی منشا کے برخلاف تاریخ نے آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہونے والوں کے اقوال کو بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا۔ اور ثابت کر دیا کہ یہی شہادت سچی شہادت ہے۔ امام ابو حنیفہ پر نکتہ چینوں کی نکتہ چینی بس یہی رہ گئی ہے کہ کسی انسان کی قدر وقیمت کیسی بھی ہو اس کا فکر واخلاص کسی بھی درجہ کا ہو شک وشبہ سے اس کی ذات محفوظ نہیں رہ سکتی یہ اور بات ہے کہ اس سے اس کے وقار میں کمی نہیں آتی بلکہ وہ اور زیادہ قدر وقیمت کا حا

ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس تہمت لگانے کے خاص اسباب بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے پھر بھی مختصراً تین سبب کو ذکر کر رہا ہوں۔

نمبر (۱) اہل بدع نے آپ پر تہمت لگائی اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ابتداءً علم کلام ہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس علم میں مہارت حاصل کی اور اتنا ہی نہیں بلکہ علم کلام کے موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کیں اور کتابوں کے لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بہت سے فرقوں کے غلط عقائد کی تردید بھی کی، ان سے مباحثہ مناظرہ بھی کیا، آپ زیرک اور ہوشیار تھے حریف مقابل کو خاموش کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے اس کو خوب جانتے تھے۔ مباحثہ اور مناظرہ کرنے والوں کو لاجواب کر دیتے اپنی ذہانت، فطانت اور مہارت سے ایسے دلائل مہیا کرتے جو لوگوں کے ذہنوں سے قریب ہوں جس سے حق بات کا سمجھنا لوگوں کے لئے سہل و آسان ہو جاتا اور مخالفین کو رسوائی اٹھانی پڑتی جس کی وجہ سے ان لوگوں کو امام صاحب سے بڑی حد تک کد اور دشمنی ہو گئی تھی معتزلہ اور خوارج کی ویسے بھی عادت تھی کہ اپنے مخالفین کو مرجئہ کا لقب دے کر عام مومنین میں بدنام کریں مگر امام صاحب اس کا زیادہ نشانہ بنے، عبدالکریم شہرستانی نے گوناگوں وجوہ کی بنا پر لکھا ہے "والمعتزلة كانو يلقبون كل من خالفهم في القدر مرجئاً وكذلك الوعيدية من الخوارج" یعنی معتزلہ ہر کسی کو جو مسئلہ تقدیر میں ان کے مخالف ہو اس کو مرجی کہہ دیتے تھے یہی حال خوارج کا بھی تھا

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں

"اشتهر من مذهب المعتزلة أن صاحب الكبيرة بدون التوبة مخلد في النار وإن عاش على الإيمان والطاعة مأة سنة ولم يفرقه بين أن تكون الكبيرة واحدة أو كثيرة واقعة قبل الطاعات أو بعدها أو بينها، جعلوا عدم القطع بالعقاب وتفويض الامر الى الله يغفر إن شاء ويعذب إن شاء على ما هو مذهب بأهل الحق إرجاءً بمعنى أنه تاخير للأمر وعدم جزم بالعقاب والثواب وبهذا الاعتبار جعل أبو حنيفة وغيره من المرجئة"

معتزلہ کا مشہور مذہب ہے کہ مرتکب کبیرہ بغیر توبہ کے مرا تو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔ اس کے مقابل میں جو لوگ عذاب کا قطعی حکم نہیں لگاتے اور خدا کی مشیت کے حوالے کرتے کہ اللہ چاہے تو معاف کردے چاہے عذاب دے اس عقاب وثواب کے قطعی حکم نہ لگانے کو وہ لوگ ارجاء کہتے تھے۔ اور اسی اعتبار سے ابوحنیفہ وغیرہ کو مرجئہ قرار دیا گیا۔

اور خود امام ابوحنیفہ نے اپنے الزام ارجاء کے بارے میں عثمان بتی کے نام جو خط لکھا ہے اس میں بھی اس وجہ کو ذکر کیا ہے:

أما ما ذكرت من اسم المرجئة فما ذنب قوم تكلموا بعدل و سماهم أهل البدع بهذا الإسم ولكنهم اهل العدل والسنة وإنما هذا اسم سماهم به أهل شنان۔

رہی مرجئہ کی بات جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے تو ایسی جماعت کا کیا قصور ہے جنہوں نے ایک درست بات کہی اور اہل بدع نے انہی مرجئہ کا نام دے دیا۔ حالانکہ وہ لوگ اہل عدل واہل سنت ہیں۔

ان کو یہ نام بغض وعداوت رکھنے والوں نے دیا۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ کی مقبولیت اور ان کے متبعین کی کثرت کی وجہ سے مرجئہ ضالّہ کے ایک فرقے کا بانی غسان بن ابان الکوفی نامی لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اور اپنے مسلک کی اشاعت کے لئے امام اعظمؒ کے نام کو استعمال کرتا تھا اور اس غلط مذہب کو امام کی طرف منسوب کرتا تھا، چنانچہ شارح مواقف لکھتے ہیں:

”وكان غسان المرجى ينقل الارجاء عن ابى حنيفة ويعده من المرجية وهوافتراء عليه قصد به غسان ترويج مذهبه بنسبته الى هذاالامام الجليل“

”غسان مرجی کہتا تھا امام اعظم مرجی تھے اور مذہب ارجاء کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا جو سراسر جھوٹ اور افتراء ہے امام صاحب کی طرف

نسبت کرنے کا مقصد اپنے مذہب کی ترویج واشاعت تھی۔

اسی طرح کی بات عبدالکریم شہرستانی بھی نقل کرتے ہیں، امام صاحب کے ناقدین میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو آپ کے علم وفضل وغیرہ کی زیادہ معلومات نہیں رکھتے تھے وہ حضرات اس قسم کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہوگئے۔

(۳) حضرات محدثین کی ایک معتد بہ جماعت ایسی تھی جن کی پوری توجہ کا مرکز صرف علم حدیث کی روایت وسماع تھا بلکہ یہ حضرات حدیث کی روایت اور اس کی سند کے بیان ہی کو علم اور دین جانتے تھے اور اسکے مضمون میں غور وفکر اور مسائل کا استنباط اور اس کے مآخذ کو معلوم کرنا ایک طرح سے بدعت سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے اگر کسی فقیہ کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ کسی مسئلہ میں اجتہاد کر رہا ہے اور اس کے مآخذ ومدارک کو بیان کر رہا ہے تو اس پر برافروختہ، ہوجاتے اور اس پر اعتراض کرنے لگتے اور اس پر ایسی جرح وقدح کرتے جو ان حضرات کی معلومات کیمطابق اس پر منطبق ہوسکے، ان کا ذہن تنگ اور معلومات سطحی تھے جس کی وجہ سے اگر کوئی متکلم صفات باری تعالی میں بحث کر رہا ہو یا کوئی صوفی نفس کے احوال اور اسکی کیفیات کا تذکرہ کرتا حتی کہ اگر کوئی محدث تسلسل سے اشعار بھی پڑھتا تو اس پر بھی برافروختہ ہوجاتے تھے اور اس پر بھی جرح وقدح کرتے تھے۔ امام شافعیؒ کا ترجمہ لکھتے ہوئے یاقوت حموی نے مصعب زبیری سے نقل کیا ہے مصعب کہتے ہیں کہ میرے والد اور امام شافعیؒ دونوں ایک دوسرے کو اشعار سنا رہے تھے امام شافعی کو بے شمار اشعار یاد تھے امام شافعیؒ نے ہذیل کے تمام اشعار زبانی سنا دیے اس کے بعد میرے ابا سے کہنے لگے کہ کسی حدیث کی روایت کرنے والے کو میری یہ بات نہ بتادینا۔ اسلئے کہ ان لوگوں کے لئے یہ نا قابل برداشت عمل ہے۔

”لاتعلم بهذا احداً من اهل الحديث فانهم لايحتملون هذا۔

حماد بن اسامہ جو مشہور محدث ہیں جن کو الحافظ الحجہ کہا جاتا ہے ابونعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں انکا ایک قصہ نقل کیا ہے طرطوس میں عبداللہ بن مبارک کے یہاں گئے، انھوں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ آپ نے حدیث کی یہ کتاب لکھی

ہے اور اسمیں ابواب اور عنوان قائم کئے ہیں آپ کی یہ بات مجھے بالکل پسند نہیں، مشائخ کا یہ طریق نہیں تھا۔

فقلت یا اباعبد الرحمن انی لانکر ھذہ الابواب والتصنیف الذی وضعتموہ ماھکذ ادرکنا المشیخة ۔

اگرچہ صحابہ کے دور ہی سے دونوں طرح کے علماء دین کی خدمت کرتے رہے، ایک قسم حفاظ حدیث کی جن کا کام روایات کو یاد رکھنا جیسی سنی ویسی ہی دوسروں تک پہنچادینا ان حضرات نے امت کے لئے دین کو محفوظ رکھا، دوسری قسم فقہائے اسلام کی جن کا کام مسائل کا استنباط واستخراج تھا عبداللہ بن عباس حبر امت، قرآن کے ترجمان ہیں مگر ایسی احادیث جس میں ذاتی سماع کی تصریح ہو بیس پچیس سے زیادہ نہیں۔ حافظ ابن حزم کہتے ہیں کہ ابوبکر محمد بن موسی نے ابن عباس کے صرف فتاوی بیس جلدوں میں جمع کئے اور یہ ان کے دریائے فقاہت کا ایک چلو ہے، ان کے مقابلے میں حضرت ابوہریرہ حفظ روایت میں علی الاطلاق حافظ امت ہیں ان کے بارے میں ابن حزم کہتے ہیں کہ ان کے فتاوی کو ایک چھوٹے سے جزء میں جمع کیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں طرح کے علوم حاصل کرنیوالوں کے ذوق ومشرب میں اختلاف بڑھتا رہا جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر تنقید وتبصرہ سے آگے جرح وقدح تک کی نوبت آگئی، مصعب بن احمد امام مالک کے ان اہم شاگردوں میں سے ایک ہیں جن سے موطا امام مالک منقول ہے، بخاری ومسلم، ابوحاتم، ابوزرعہ، ذہلی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں بخاری ومسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت کو نقل کیا ہے ایسے شخص کے بارے میں قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر بن خیثمہ کہتے کہ جب میں نے ۲۱۹ھ میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ وہاں پر میں کن کن لوگوں سے حدیث کی روایات کو قلمبند کروں گا تو والد بزرگوار نے فرمایا کہ مصعب کے علاوہ جس کی روایت کو چاہو قلم بند کرو قاضی عیاض کہتے ہیں کہ خیثمہ اصحاب حدیث سے ہیں اور مصعب اصحاب الرائے سے، اور اصحاب حدیث کو اصحاب الرائے سے ایک طرح کی وحشت اور منافرت ہوتی تھی

جس کی وجہ سے مصعب کی روایت کو قلمبند کرنے سے منع کر دیا ورنہ مصعب کے ثقہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ والا وھو ثقة لانعلم احداً ذکرہ الابخیر

وہی قاضی عیاض امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم برابر اہل الرائے پر جرح وقدح کرتے تھے اور اہل الرائے ہم پر جرح وقدح کرتے تھے، امام شافعی نے آکر ہمارے درمیان موافقت پیدا کرائی۔

قال احمدبن حنبل :مازلنا نلعن اهل الرائی و یلعنوننا حتی جاء الشافعی فمزج بیننا ۔

قاضی عیاض اس جملے کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے صحیح احادیث کو لیا اور اس کو معمول بنایا اور ان حضرات کو دکھلایا اور بتلایا کہ ہر رائے اور قیاس غلط نہیں ہے بلکہ اسکی حاجت وضرورت ہے شریعت کے احکام کی وہ بنیاد ہے اور اسی سے ماخوذ ہے اور اس سے اخذ کرنے کی کیفیت انکو سمجھائی اور بیان کی۔

امام شافعیؒ نے اصحاب حدیث کو جو بات سمجھائی اور بتائی امام محمد جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ ہیں اس بات کو امام شافعی سے بہت پہلے سمجھا اور بتلا چکے ہیں۔ فخر الاسلام بزدوی اصول فقہ کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

قال محمد فی کتاب ادب القاضی لایستقیم الحدیث الا بالرائی ولا یستقیم الرای الا بالحدیث۔

قاضی شریک مرجیہ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے امام محمد نے کسی مسئلے میں ان کے یہاں گواہی دی تو قاضی نے ان کی گواہی کو رد کر دیا اور ان کی شہادت کو قبول نہیں کیا قاضی شریک سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان کی گواہی کو کیوں رد کر دیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس شخص کی گواہی کو قبول نہیں کرتا جو کہتا ہو کہ نماز ایمان کا جزء نہیں ہے یہ مسئلہ پہلے بہت تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرات محدثین جو اعمال کو ایمان کا جزء قرار دیتے ہیں اور فقہا اور متکلمین جزء کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں دونوں کے یہاں ایمان کے کمال کے لئے اعمال لازم ہیں فرق صرف انداز بیان اور تعبیر کا ہے۔ حضرات محدثین کا

خیال ہے کہ اس تعبیر کی وجہ سے اعمال کی اہمیت باقی نہیں رہ جائیگی لوگ اعمال کا اہتمام نہیں کریں گے جس کی وجہ سے فسق وفجور کا شیوع ہوگا جس سے یہ حضرات برافروختہ ہوئے اور مرجئہ سے اس صوری مشابہت کی وجہ سے ان کی طرف ارجاء کی نسبت کردی حالانکہ یہ حضرات محض ایمان کا مفہوم متعین کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ طاعات کو واجب ولازم بھی کہتے ہیں اس میں تساہل جائز نہیں سمجھتے تو اس سے اعمال کی اہمیت کس طرح کم ہوگی

ایک عالم دوسرے کے بارے میں جو جرح وقدح کرتا ہے تو اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) ان الفاظ کے استعمال سے اس پر حکم لگانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ انسان کی طبیعت کچھ اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب آدمی غصہ میں ہوتا ہے تو سب وشتم کرتا ہے، لعن وطعن کرتا ہے، غصہ کے ٹھنڈے ہونے کے بعد اگر پوچھا جائے تو معذرت کرنے لگتا ہے اور کبھی اسکا استعمال بطور مذمت کے ہوتا ہے اس پر حکم لگانا مقصود نہیں ہوتا ہے اور مقصود اسکی خیر خواہی ہوتی ہے کہ شاید اس کام سے باز آتے اور کبھی دوسرے لوگوں کی خیر خواہی ہوتی ہے کہ وہ لوگ اس امر شنیع میں نہ پڑیں،

(۲) اور کبھی یہ لعن طعن اس سے مقصد اس پر اس کا حکم لگانا ہی ہوتا ہے ایسی صورت میں اس حکم کے غلط ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ احکامات ان کی بنیاد ظن پر ہوتی ہے اور ظن کبھی غلط بھی ہوتا ہے انسان کی نفسیات کچھ اسی طرح کی واقع ہے کہ جب آدمی کے ذہن میں کوئی بات آتی ہے اگر چہ وہ کمزور درجہ میں ہو پھر اس کے بارے میں ایسی بات سے واقف ہوتا ہے جس میں اس سابق بات کے موافقت اور مخالفت دونوں کا احتمال ہوتا ہے جو پہلی بات کے موافق احتمال ہے اسی کو ترجیح دیتا ہے اس طرح وہ بات ہوتے ہوتے اس کے نفس میں قوی ہو جاتی ہے، اس لئے اگر کوئی عالم جس عالم سے ناراض ہو اس پر جرح وقدح کرتا ہے تو اس کے بارے میں اس بات کا قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر یہ ناراضگی نہ ہوتی تو یہ چیز خود اس کی نظر میں بھی موجب جرح نہ تھی۔

وعين الرضى عن كل عيب كليلة ☆ ولكن عين السخط تبدى المساويا

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی **یایها الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء للّٰه ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والا قربین ان یکن غنیا او فقیرا فا للّٰه اولٰی بهما ولا تتبعوا الهوی ان تعدلوا**” ۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا **”لایجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو ا اعدلوا هو اقرب للتقوی.“**

شدت بغض اسی طرح شدت محبت بسا اوقات تحقیق حال کے لئے زبردست رکاوٹ بن جاتی ہے، اور انسان اس شدت بغض کی وجہ سے اس کے تمام محاسن ومناقب سے آنکھ بند کرلیتا ہے اور اس کی برائیوں اور خرابیوں کے بیان کرنے کے سلسلے میں بہت تساہل کرتا ہے، حقیقت حال کی جستجو کی تکلیف نہیں اٹھاتا اسکے قول وعمل کا بہتر محمل ہوسکتا تھا مگر وہ اس پر محمول نہیں کرتا یہی حال شدت محبت کا بھی ہے اس میں بھی آدمی غلو اور اسراف کرتا ہے اور اس کا اعتدال باقی نہیں رہتا پس جن حضرات اکابر نے امام ابوحنیفہؒ کے احوال سے واقف ہونے کے باوجود ان پر جرح وطعن کی ان کے بارے میں بھی ہم حسن ظن رکھتے ہوئے یہی تاویل کریں گے کہ وہ مومن غیور تھے اپنی نیت میں سچے تھے انھیں امام ابوحنیفہ سے متعلق ایسی باتیں پہنچی ہوں گی جن کے بارے میں ان کا خیال ہوا کہ وہ بدعت ہے یا انہیں غلط فہمی ہوئی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کو رد کرتے ہیں جس سے ان کی غیرت ایمانی جوش میں آگئی اور للہ فی للہ ان سے غیظ وغضب ظہور ہوا اور ان سے امام اعظم کے بارے میں جرح وطعن کے الفاظ صادر ہوگئے اور اس جرح وطعن کے ذریعہ سے انکا یہ خیال اور گمان تھا کہ ہم شریعت اور دین کا دفاع کررہے ہیں اور اس خبر کی جیسی تحقیق کرنی چاہئے تحقیق نہیں کی حدیث معنعن کے صحیح اور متصل ہونے کے سلسلے میں راوی مروی عنہ کا باہم لقاء وسماع ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے امام بخاری کے نزدیک کم از کم ایک مرتبہ لقاء وسماع ضروری ہے امام مسلم اس کو ضروری نہیں قرار دیتے امام مسلم کو گمان ہوا کہ امام بخاری نے حدیث معنعن کے صحیح اور متصل ہونے کے لئے جو شرط

لگائی ہے اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو رد کرنا پڑیگا جسکی وجہ سے امام مسلم کو سخت غصہ آیا اور ان کے لئے حد درجہ قبیح لفظ ’’ بعض منتحلی الحدیث ‘‘ بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا حالانکہ زیادہ تر علماء نے اس مسئلے میں امام بخاری کے قول کو ترجیح دی ہے اور رہے وہ حضرات جنھوں نے حسد کی بنیاد پر جرح وقدح کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ تو ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے بجز اس کے کہ حاسدین کے شر سے اللہ کی پناہ حاصل کی جائے۔

ائمۂ مجتہدین کا مقام ومرتبہ

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے تبلیغ دو طرح کی ہے الفاظ نبوت کی تبلیغ اور معانی کی تبلیغ ، معانی کی تبلیغ کرنے والے فقہائے اسلام ہیں جن کو خدا کی طرف سے مسائل کے استخراج اور استنباط کی نعمت عطا کی گئی اور حلال وحرام کے ضابطے بنانے کے لئے متوجہ ہوئے فقہاء کا مقام زمین میں ایسا ہے جیسے ستارے آسمان میں ، انہیں کے ذریعہ تاریکیوں میں سرگرداں لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں ، لوگوں کو ان کی ضرورت کھانے اور پینے سے بھی زیادہ ہے ، ازروئے قرآن والدین سے بھی زیادہ ان کی اطاعت فرض ہے۔ (اعلام الموقعین)

ہر چند فقہائے اسلام اور مجتہدین بہت ہوئے ہیں لیکن جمہور امت کے درمیان چند اشخاص ہی مقبول ہوئے ، اس فن میں نبی کریم ﷺ سے مشابہت تامہ چند ہی حضرات کو نصیب ہوئی اور ان سب میں زیادہ مقبولیت امام اعظم کو حاصل ہے ، ان مخصوص ائمہ مجتہدین کا مجتہد ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہے ، شاہ اسماعیل شہیدؒ منصب امامت میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

احکام شرعیہ دو طریق پر حاصل ہوتے ہیں تحقیقاً اور تقلیداً ، اور انبیاء کا علم ، تقلیدی علم کے قبیل سے بالکل نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان کو علم حاصل ہوا ہے اس کا کل کا کل بطریق تحقیق حاصل ہوا ہے ، اور تحقیق کے دو طریقے ہیں پہلا اجتہاد بشرطیکہ معقول ذوی العقول

ہو، دوسرا الہام بشرطیکہ نفسانی مداخلت سے محفوظ ہو، پس انبیاء کے مشابہ علم احکام میں یا تو مجتہدین مقبولین ہوں گے یا ملہمین محفوظین ہیں، چونکہ کشف و الہام کی طرف احکام کی نسبت اوائل امت میں معروف ومشہور نہ تھی لہذا انبیاء کے مشابہ اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں لہذا انہیں کو ائمہ فن سمجھنا چاہئے جیسے ائمہ اربعہ، ہر چند کہ مجتہدین دین بہت گذرے ہیں لیکن جمہور امت کے درمیاں مقبول یہی چند حضرات ہیں، بس گویا کہ مشابہت تامہ اس فن میں انہیں کے نصیب میں آئی، لہذا ان حضرات ائمہ کی عدالت ثقاہت، امامت تواتر کے ساتھ ثابت ہے ان حضرات کے بارے میں کسی طرح کی جرح وقدح اور طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

لو كان كل من ادُّعي عليه مذهبٌ من المذاهب الردية، ثبت عليه ما ادعي به وسقطت عدالته ، وبطلت شهادته بذلك للزم ترك أكثر محدثي الأمصار ، لانه ما منهم إلا وقد نَصَبه قوم إلى ما يرغب به عنه ، ومن ثبت عدالته لم يقبل فيه الجرح ، وما تسقط العدالة بالظن "

جس کسی کی طرف کسی باطل اور غلط مذہب کی نسبت کردینے سے وہ اس کا مذہب مان لیا جائے اور اس کی عدالت ساقط ہوجائے اور اس سے اس کی شہادت باطل ہوجائے تو بیشتر محدثین ناقابل اعتبار ہوجائیں گے، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کی طرف کسی نہ کسی نے ناپسندیدہ بات منسوب کی ہے۔ لہذا جس کی عدالت ثابت ہوگئی اس کے بارے میں کسی کی جرح معتبر نہیں ہوگی اور ظن وگمان کی بنا پر عدالت ساقط نہیں ہوگی

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

" كل رجل ثبتت عدالته لم يقبل فيه تجريح أحد حتىٰ يُبين ذلك بأمر لا يحتمل غير جرحه "

جس کی عدالت ثابت ہوچکی ہو اس کے بارے میں کسی کا جرح

وطعن کرنا معتبر نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو اس طرح ثابت نہ کردے کہ اس میں جرح وطعن کے سوائے دوسرا کوئی احتمال نہ رہے۔ امام بخاری " جزء القراءت خلف الامام " میں تحریر کرتے ہیں۔

"لم ینج کثیر من الناس من کلام بعض الناس فیهم نحو ما یذکر عن ابراهیم من کلامه فی الشعبی، و کلام الشعبی فی عکرمة و کذلک من کان قبلهم، وتناول بعضهم فی العرض والنفس ولم یلتفت أهل العلم الی ذلک ولا سقطت عدالة أحدٍ ألا ببرهان ثابتٍ و حجةٍ.

بیشتر لوگ آپس میں ایک دوسرے کی جرح وقدح سے محفوظ نہیں رہتے اور جیسے ابراہیم نخعی کا کلام امام شعبی کے بارے، شعبی کا کلام عکرمہ کے بارے میں اسی طرح ان حضرات سے جو پہلے لوگ تھے ہر ایک نے دوسرے کے بارے میں جرح وقدح کی، مگر اہل علم نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، اور کسی کی عدالت ساقط نہیں ہوتی ہے بغیر واضح دلیل کے جو ثابت ہو۔

متقدمین علماء، جو امام اعظم کے ہم عصر رہے اور انہوں نے جرح وقدح کیا ان کے قول کی ایک طرح سے تاویل کی جا سکتی تھی، اور ان کے علم وفضل کے پیش نظر ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے ہم نے اس تاویل کو بیان کر دیا ہے، لیکن اب اس طرح کے جرح وطعن کی تردید اور تغلیط اس کثرت سے کی جا چکی ہے۔ جس سے ہر کس وناکس کو معلوم ہو گیا کہ یہ باتیں خلاف واقع اور غلط ہیں پھر امام اعظم کے بعد ان کی امامت ان کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے اور وہ اجماع تواتر سے ثابت ہو چکا ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی ان حضرات کی شان میں جرح وقدح اور طعن وتشنیع کرتا ہے اور ان غلط باتوں کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کے ساتھ حسن ظن کی اور اس کے قول کے تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس کا یہ قول وعمل اتباع ہوی پر مبنی ہوگا اور ایسا شخص "لعن آخر الامة اولہا " کا مصداق ہوگا۔

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کی غنیۃ الطالبین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں امت محمد یہ کے تہتر فرقوں میں منقسم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان تہتر فرقوں میں دس فرقے بنیادی ہیں۔ پھر ان بنیادی فرقوں میں مرجئہ کے تذکرہ میں تحریر کیا کہ یہ بارہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اس میں سے ایک حنفیہ ہے۔

"وأما الحنفية فهم أصحاب أبي حنيفة نعمان بن ثابت زعموا أن الإيمان هو المعرفة والإقراربالله ورسوله وبما جاء من عنده جملةً على ما ذكره "البرهوتي "في " كتاب الشجرة "

اس عبارت میں امام اعظم کو مرجی نہیں کہا گیا ہے اور بلکہ اسی غنیۃ الطالبین میں متعدد جگہ امام ابوحنیفہؒ کو لفظ امام سے ذکر کیا ہے اور ائمہ کے مذاہب بیان کرتے ہوئے امام اعظم کے مذہب کو بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً فجر کا وقت بیان کرتے ہوئے کہا۔

" قال الإمام ابو حنيفة الإسفار أفضل "

دوسری جگہ تارک نماز کا حکم ذکر کرتے ہوئے کہا:

" وقال الإمام ابو حنيفة لا يقتل ولكن يحبس حتى يصلي ويتوب أو يموت في الحبس "

حنفی تو اس کو کہا جاتا ہے جو فروعی مسائل میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتا ہو، عقائد کے باب میں ان کے موافق ہو یا نہ ہو بہت سے لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں مگر عقائد کے اعتبار سے معتزلی ہیں جیسے '' جاراللہ زمخشری مصنف کشاف یا جیسے '' القنيه '' کا مصنف '' الحاوی '' کا مصنف '' المجتبی '' کا مصنف اسی طرح عبدالجبار ابو ہاشم جبائی وغیرہ یہ سب حنفی، کے ساتھ معتزلی ہیں اسی طرح کچھ ایسے بھی حنفی ہو سکتے ہیں جو مرجی ہوں جس کا تذکرہ شیخ عبدالقادر نے کیا اس کا امام ابوحنیفہ سے کوئی تعلق نہیں " لا تزر وازرة وزر أخرى " الملل النحل پر کتابیں لکھنے والوں نے مرجیہ کے فرقوں میں غسانیہ کا

تذکرہ کیا ہے ان لوگوں نے حنفیہ کا ذکر نہیں کیا ہے اور "کتاب الشجرہ" نامی کتاب آج کہیں دستیاب نہیں ہے اسی طرح اس کا مصنف برہوتی ایک نامعلوم شخصیت ہے مگر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد تحقیق وتفتیش نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان فرقوں کے بارے میں لکھا اور کہا گیا ہے اس کو محض جمع کردینا ہے۔ اس لئے اس بات کی قطعاً کوئی حاجت وضرورت نہیں ہے کہ تاریخ سے ثابت کیا جائے کہ ایسے احناف کون کون ہیں جو ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ بہت سے احناف ایسے تھے جو معتزلی تھے بلکہ یہ بے معنی بات ہے اس لئے کہ شیخ کا یہ مقصد ہی نہیں ہے اور اسکے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ فرقہ ''غسانیہ'' اپنا باطل مذہب ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتا تھا اور اپنے کو حنفی کہتا تھا اس لئے ہوسکتا ہے اس سے وہی غسانی فرقہ مراد ہو۔

(واللہ اعلم بالصواب)

مقالہ نمبر ۶

کشف الغمۃ بسراج الامۃ

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور معترضین

امام اعظم ابو حنیفہ کی محدثیت پر کیے گئے اعتراضات کا مدلل جواب

از

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ
سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونشکرہٗ والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہٖ وصفیہٖ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واٰلہٖ وصحبہٖ واتباعہ اجمعین امابعد۔ احقر زمن سید مہدی حسن بن سید **محمد** کاظم حسن قادری حنفی شاہجہانپوری غفرلہ ولوالدیہ ولمشایخہٖ ارباب انصاف کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ یہ چند اوراق آپ کے پیش نظر ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی ہو اس کی اصلاح فرمائیں اور اگر صحیح ہوں دعائے مغفرت سے یاد فرمائیں۔ ایک رسالہ جس کا نام الجرح علی ابی حنیفہ ہے میرے دیکھنے میں آیا جس میں سوائے بدزبانی اور بدتہذیبی کے اور کوئی علمی تحقیق نہ دیکھی۔ گو باتیں وہی ہیں جن کا جواب بارہا ہو چکا ہے مگر ہر ایک کا طرز اور رنگ جدا ہے اس لئے اس کے چند اقوال مع جوابوں کے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس سے غیر مقلدین زمانہ کا تعصب اور ہٹ دھرمی اور امام ابوحنیفہ کے ساتھ جو ان کو قلبی عداوت ہے اس کا اندازہ ہوگا۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان کو سلف صالحین کے ساتھ کہاں تک محبت ہے۔ چونکہ میرے پاس چند روز تک رسالہ مذکورہ رہا اس لئے جتنے اقوال کے میں نے جواب لکھے ہیں ان کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں وما توفیقی الا باللّٰہ وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولٰی ونعم النصیر۔

اعتراض ۱ قولہ۔ آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام صاحبؒ کو من جہۃ الحفظ ضعیف کہا ہے۔ **اقول**۔ یہ قول محدثین پر محض افترا ہے۔ صرف عوام کو دھوکہ میں ڈالنا اور گمراہ کرنا مقصود ہے۔ مگر چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اپنے اوپر ہی وہ لوٹ کر آتی ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ تمام محدثین نے ان کو ضعیف کہا اور پھر ان ہی کی شاگردی بے واسطہ یا بواسطہ اختیار کی۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہوا جاتا ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف رسالہ کو اس کی خبر نہیں کہ تمام محدثین کے شیخ ابوحنیفہ ہی ہیں ورنہ یہ افترا پردازی سرزد نہ ہوتی۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ وکیع بن الجراح اُن کو کون نہیں جانتا کہ محدثین میں کس مرتبہ کے ہیں، صحاح ستہ میں ان کی روایات بکثرت موجود ہیں، امام احمد، ابن مدینی، عبداللہ ابن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابن معین، ابن ابی شیبہ، یحییٰ بن اکثم وغیرہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے، مگر خود وکیع بن الجراح امام ابوحنیفہؒ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ ابوحنیفہ سے حدیث پڑھی اور ان ہی کے قول پر فتوے دیتے تھے، چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی نے تصریح کی ہے۔ اب امام بخاریؒ کا سلسلہ حدیث بواسطہ احمد بن منیع عن وکیع امام ابوحنیفہؒ تک پہنچتا ہے کیونکہ امام بخاریؒ احمد بن منیعؒ کے شاگرد اور احمد بن منیع وکیع بن الجراحؒ کے شاگرد اور وکیع بن الجراح امام ابوحنیفہؒ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں لہٰذا ابوحنیفہ کے ضعیف ماننے سے یہ سلسلہ سند حدیث بھی ضعیف ہو گیا بلکہ یہ تینوں بھی ضعیف ہو گئے اور ان کی روایت قابل اعتبار نہیں رہی۔ دوسرا سلسلہ امام بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن المدینی وکیع بن الجراح کے شاگرد اور وکیع امام ابوحنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں، لہٰذا یہ سلسلہ بھی بوجہ ابوحنیفہؒ کے ضعیف ہونے کے ضعیف ہو گیا بلکہ یہ تینوں صاحب بھی ضعیف ہو گئے فافہم۔

تیسرا سلسلہ۔ امام بخاری اور امام مسلمؒ مکی بن ابراہیم کے شاگرد اور مکی بن ابراہیم امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ چوتھا سلسلہ سند، ابوداؤد اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد فضل بن دکین ابونعیم کے شاگرد اور حافظ ابونعیم فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ پانچواں سلسلہ امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری حافظ ذہلی کے شاگرد اور امام ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں چھٹا سلسلہ امام بیہقی دارقطنی اور حاکم صاحب مستدرک کے شاگرد اور حاکم اور دارقطنی ابواحمد حاکم کے شاگرد اور ابواحمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری حافظ ذہلی کے شاگرد اور حافظ ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن

دکین ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ ساتواں سلسلہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد اور امام محمد امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں اور خود امام ابو یوسف بھی ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں، آٹھواں سلسلہ طبرانی اور ابن عدی ابو عوانہ کے شاگرد اور ابو عوانہ مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہیں اور مکی بن ابراہیم جو بخاری و مسلم کے استاذ ہیں ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ نواں سلسلہ ابو یعلی موصلی صاحب مسند یحیٰی بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ دسواں سلسلہ۔ ابن خزیمہ صاحب صحیح اسحاق بن راھویہ کے شاگرد ہیں اور اسحاق بن راھویہ اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور امام احمد اور امام دارمی اور حافظ ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد ہیں اور فضل بن دکین امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔

ناظرین کے سامنے یہ دس سلسلے محدثین کی سند کے پیش کئے ہیں جن میں دنیا بھر کے تمام محدث جکڑے ہوتے ہیں۔ اگر امام ابو حنیفہ ضعیف ہیں تو یہ محدثین بھی سب ضعیف ہیں اور ان کے سلسلے روایت کے بھی ضعیف ہیں، موقع موقع سے اور بھی سلاسل پیش کروں گا جن سے معلوم ہو گا کہ سب ہی محدث امام ابو حنیفہؒ کے بے واسطہ یا بواسطہ شاگرد ہیں۔ اب چند اقوال محدثین کے امام ابو حنیفہ کے بارہ میں سن لیں کہ ان حضرات کا امام صاحب کے بارے میں کیا خیال تھا اور ان کو کس پایہ کا سمجھتے تھے۔

علامہ صفی الدین خزرجی خلاصہ تہذیب کے ص ۴۰۲ میں فرماتے ہیں۔ النعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفة امام العراق فقیہ الامة عن عطاء و نافع والاعرج وطائفة وعنہ ابنہ حماد و زفر و ابو یوسف ومحمد وطائفة وثقہ ابن معین الخ کہ نعمان بن ثابت فارسی الاصل ہیں ان کی کنیت ابو حنیفہ ہے عراق کے امام اور امت محمدیہ کے فقیہ ہیں۔ فن حدیث کو عطاء اور نافع اور اعرج اور ایک گروہ محدثین سے حاصل کیا ہے۔ اور ابو حنیفہ سے اُن کے صاحبزادہ امام

حماد اور امام زفر اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہیں، اور ان کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ اس عبارت سے چند باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اول امام ابوحنیفہ کی امامت فی العلم ثابت ہوتی جو علوم شرعیہ مختلفہ کو مستلزم ہے ورنہ بے علم امام فی الدین نہیں ہو سکتا۔ دوسرے فقاہت جس کو دین کی سمجھ کہا جاتا ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں لفظ اللھم فقھہ فی الدین دعا کی ہے۔ صاحب خلاصہ کہتے ہیں کہ امت کے فقیہ تھے یعنی امت میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ امام ابوحنیفہؒ کو تھی، جس کی وجہ سے فقیہ الامۃ کہلاتے اور بعد صحابہ کے فلیفقہ فی الدین کے فرد اکمل تھے۔ تیسرے آپ کے استاذ نافع اور عطاء۔ اور اعرج اور ایک گروہ محدثین کا تھا، یہاں سے وہ قول مؤلف رسالہ کا کہ ابوحنیفہ کے دو ہی استاذ حماد اور اعمش تھے بالکل صفحۂ ہستی سے مٹ گیا، چوتھے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی شاید مؤلف رسالہ کے نزدیک ابن معین محدث نہ ہوں گے، اسی بنا پر تو فرمایا کہ جس قدر محدث گزرے سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے ذرا تو گریبان میں سر ڈال کر شرمانا چاہیئے اور آخرت کو سنوارنا چاہیئے کیونکہ جھوٹ سے آخرت برباد ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن معین کا قول بروایت محمد بن سعد اور صالح بن محمد اسدی کے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے قال محمد بن سعد سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفۃ ثقۃ لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث انتھی کہ محمد بن سعد کہتے ہیں یحییٰ بن معین کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے، وہی حدیثیں بیان کرتے تھے جن کو وہ یاد رکھتے تھے اور جو احادیث یاد نہ ہوتیں انہیں بیان نہ کرتے تھے اور صالح بن محمد اسدی ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابن معین نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے، اس ابن معین کے قول سے

امام صاحب کے ورع اور احتیاط پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ غایت احتیاط و تقویٰ کی وجہ سے وہی احادیث بیان و روایت کیا کرتے تھے جو آپ کے اعلیٰ درجہ کی یاد ہوتی تھیں، اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تو اس کو نہ بیان کرتے تھے تاکہ حدیث رسول میں کذب کا شائبہ بھی نہ ہو اور وعید احد الکاذبین میں داخل نہ ہو جائیں۔ تدبّر

نقادِ فنِ رجال امام ذہبی نے "تذہیب التہذیب" میں یحییٰ بن معین کا قول ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔ قال صالح بن محمد جزرة وغیرہ سمعنا یحییٰ بن معین یقول ابوحنیفة ثقة فی الحدیث و روی احمد بن محمد بن محرز عن ابن معین لا باس به انتہٰی۔ صالح بن محمد جزرہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ ہیں اور احمد بن محمد بن محرز ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ابوحنیفہ لا باس بہ ہیں۔ اور کلمہ لا باس بہ ابن معین کی اصطلاح میں ثقہ کے معنے میں اور اس کے قائم مقام ہے، چنانچہ علامہ ابن معین نے اپنی مختصر میں اس کی تصریح کی ہے جس کی عبارت یہ ہے قال ابن معین اذا قلت لا باس به فهو ثقة اه ابن معین فرماتے ہیں کہ جب میں کسی کے بارے میں لا باس بہ کہوں تو اس کے معنے ثقہ کے ہیں۔ علامہ ابن حجر وغیرہ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امام صاحب کے بارے میں ابن معین کا قول لا باس بہ نقل کیا ہے۔ حافظ ابوالحجاج مزی جو فنِ رجال کے امام مسلم الثبوت ہیں۔ تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحیی بن معین یقول کان ابوحنیفة ثقة فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظه و لا یحدث بما لا یحفظه و قال صالح بن محمد الاسدی عنه کان ابوحنیفة ثقة فی الحدیث انتہٰی شاید یہ خیال ہو کہ ابن معین کے علاوہ اور کسی نے امام ابوحنیفہ کی توثیق نہ کی ہو تو اس کے متعلق سنیئے۔ حافظ ابن شافعی مکی اپنی کتاب خیرات الحسان کی اڑتیسویں فصل میں فرماتے ہیں۔ وقد قال الامام علی بن المدینی ابوحنیفة روی عنه الثوری

وابن المبارک وحماد بن زید وهشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا باس به انتهىٰ. علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ ابن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر بن عون نے حدیث کی روایت کی ہے وہ ثقہ لاباس بہ تھے، یہ ابن مدینی وہی بخاری کے استاذ ہیں جن کے بارے میں بخاری نے یہ فرمایا ہے کہ مااستصغرت نفسی الا عندہ میں نے اپنے آپ کو سوائے علی بن مدینی کے اور کسی کے سامنے چھوٹا نہیں سمجھا جس کو تقریب میں حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے وغیر ان ہی کے بارے میں تقریب میں یہ بھی ہے۔ ثقة ثبت امام اعلم اهل عصره بالحدیث وعلله اھ پس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ہی کی توثیق ایسی ہے گویا تمام محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کر دی کیونکہ یہ دونوں جرح وتعدیل کے امام ہیں، شاید مؤلف رسالہ کے نزدیک علی بن مدینی بھی محدث نہیں کیونکہ انہوں نے ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔ افسوس ہے اس تعصب وعداوت پر۔ یہاں اتنے ہی پر کفایت کرتا ہوں آگے چل کر اور نقول بھی انشاء اللہ پیش کروں گا جن سے مؤلف رسالہ کا جھوٹ معلوم ہوگا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔

اعتراض ۲ **قولہ** اور لطف یہ کہ امام صاحب ضعیف **اقول**۔ ناظرین نے ابھی معلوم کر لیا ہے کہ امام صاحب ثقہ فی الحدیث ہیں جس کو ابن معین اور ابن مدینی اور محمد بن سعد اور صالح بن محمد اسدی اور احمد بن محمد بن محرز اور ابوالحجاج مزی اور حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی اور حافظ ابن حجر مکی اور صفی الدین خزرجی نے تسلیم کر لیا ہے کیونکہ ان حضرات نے ابن معین، اور ابن مدینی کے قول کو نقل کر کے کسی قسم کی جرح نہیں کی اور اس پر سکوت کیا تو ضرور ہی ماننا پڑے گا کہ ان حضرات کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ثقہ ہونا مسلّم ہے۔ اور اگر امام ذہبی کی عبارت میں جو اوپر مذکور ہو چکی ہے لفظ غیرہ اور سمعنا پر نظر غائر ڈالی جاتے تو کم از کم دو فرد معدلین ابوحنیفہ میں اور بڑھ جائیں گے مؤلف رسالہ نے امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو مضعفین امام میں شمار کیا ہے

حالانکہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے متعلق کوئی ایسا لفظ نہیں بیان کیا جس سے وہم تضعیف بھی ہو اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں کوئی ایسا لفظ نہیں بیان کیا جس سے تضعیف ثابت ہوتی ہو حالانکہ تقریب وہ کتاب ہے جس میں اعدل قول نقل کرنے کا حافظ ابن حجر نے وعدہ کیا ہے۔ اگر امام صاحب ان کے نزدیک ضعیف ہوتے تو ضرور تضعیف کرتے لہذا ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی پر محض افترا ہے کہ انھوں نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے۔ امام صاحب اور ان کی تضعیف ثابت ہو۔ العیاذ باللہ دونہ خرط القتاد۔ ذرا تعصب کے پردہ کو اٹھا کر چشم بصیرت سے دیکھئے۔

اعتراض ۳ **قولہ** ان کے استاد ضعیف **اقول**۔ جب چیونٹی کے پر جمتے ہیں تو اس کی کم بختی آتی ہے۔ مولفِ رسالہ یہ فرمائیں کہ عطاء، نافع، اعرج وغیرہم جو امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں یہ ضعیف ہیں، اگر یہی انصاف اور حق ہے تو صحاح کی احادیث کی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھئے کیونکہ یہ صحاح کے راوی ہیں جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں یاد آیا استاد سے مؤلف رسالہ کی مراد حماد بن ابی سلیمان ہیں کیونکہ ان ہی کو امام صاحب کے استادوں میں مؤلف رسالہ نے شمار کیا ہے تو ان کے متعلق سنئے حماد بن ابی سلیمان اخرج له الائمة الستة ابو اسمعيل الاشعري الكوفي احد ائمة الفقهاء سمع انس بن مالك وتفقه بابراهيم النخعي روى عنه سفيان وابوحنيفة وخلق تكلموا فيه للارجاء ولولا ذكر ابن عدي له في كامله لما اوردته قال ابن عدي حماد كثير الرواية له غرائب وهو متماسك لا باس به وقال ابن معين وغيره ثقة اه مختصرا (میزان جلد اول صفحہ ۲۷۹) حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں ان کی احادیث کی تخریج ائمہ ستہ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ نے کی ہے۔ ان کی کنیت ابو اسماعیل اشعری کوفی ہے۔ ائمہ فقہاء میں سے ایک امام یہ بھی ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے اور فن فقہ ابراہیم نخعی

سے حاصل کیا ہے۔ سفیان ثوری اور شعبہ اور ابوحنیفہ اور ایک گروہ محدثین کا فن حدیث میں ان کا شاگرد ہے ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدیؒ اپنی کامل میں ان کو نہ ذکر کرتے تو میں بھی اپنی کتاب میزان میں ان کو نہ بیان کرتا کیونکہ ثقہ ہیں۔ (لما ذکرتہ انہ ثقۃ) ابن عدی کہتے ہیں کہ حماد کثیر الروایۃ ہیں۔ ہاں کچھ ان کے غرائب بھی ہیں۔ متماسک الحدیث اور لاباس بہ ہیں۔ اور ابن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا ہے متماسک اور لاباس بہ توثیق کے الفاظ ہیں۔ لاباس بہ صدوق کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ ذہبی نے مقدمہ میزان میں تصریح کی ہے۔ دیکھو میزان کے صفحہ ۳ کو۔ کہو جناب اب تو معلوم ہوا کہ حماد بن ابی سلیمان جو ابوحنیفہ کے شیخ ہیں ثقہ ہیں۔ اگر یہ نقول موجود نہ بھی ہوتیں تو بھی اُن کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ یہ بخاری مسلم کے راوی ہیں جو صحیحین کے نام سے مشہور ہیں خصوصاً غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو اہل حدیث اور محمدی کہتے ہیں دم زدن کا چارہ نہیں کیونکہ صحیحین کی روایات پر ان کا ایمان اور ان کی صحت ان کے نزدیک کالوحی المنزل من اللہ ہے۔ ناظرین یہ ہے ان کی دیانت داری اور یہ ہے اُن کا تعصب کہ ابوحنیفہ کی عداوت کی وجہ سے یہ خیال نہ رہا کہ اگر حماد کو ہم ضعیف کہیں گے تو بخاری مسلم کی روایات پر اس سے کیا اثر پڑے گا۔ یہ عجب نہیں تو اور کیا ہے۔ ارجا کے معنے کے متعلق کہیں آگے چل کر بحث کروں گا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس کے کیا معنے اور کتنی قسمیں ہیں۔

اعتراض ۱۲ **قولہ** ان کے استاذ الاستاذ ضعیف۔ **اقول**۔ حماد کے اعتبار سے جو صاحب میزان نے بیان کیا ہے۔ امام صاحب کے استاذ الاستاذ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں جو صحابی ہیں۔ ضعیف ہونے ہیں تو یہ ہرگز مراد نہیں ہوسکتے ورنہ ابھی قیامت قائم ہو جاتے گی کیونکہ صحابہ تمام عدول ہیں ان میں کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا لیکن مؤلف رسالہ کی اس سے مراد ابراہیم نخعی ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ یہ بھی ہیں چنانچہ عبارت میزان سے ظاہر ہے۔ ان کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ محدثین کا کیا خیال ہے۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال صفحہ ۳۱۱ میں فرماتے ہیں۔ قلت

واستقر الامر علی ان ابراهیم حجة اه میں کہتا ہوں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعی حجت ہیں یعنی ان کی روایات و احادیث کا اعتبار ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ بہت بسط کے ساتھ لکھا ہے اور بہت زور کے ساتھ ان کی توثیق ثابت کی ہے۔ اگر وہ نہ ملے تو تعلیق ممجد اور مسند امام اعظم ہی ملاحظہ فرمالیں۔ حقیقتِ حال روشن ہو جائے گی اور پھر شاید آپ اپنی دروغ بیانی سے رجوع فرما کر حق کے پابند ہو جائیں گے۔ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ابراهیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی ابو عمران الکوفی الفقیه ثقة الا انه یرسل کثیرا من الخامسة مات سنة ست وتسعین وهو ابن خمسین او نحوها اه کہ ابراہیم فقیہ اور ثقہ ہیں اکثر احادیث مرسل بیان کرتے ہیں۔ کہیے اب تضعیف ہونا ان کا باطل ہو گیا۔ تہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ مفتی اهل الکوفة کان رجلا صالحا فقیها قال الاعمش کان خیرا فی الحدیث وقال الشعبی ما ترك احدا اعلم منه وقال ابو سعید العلائی هو مکثر من الارسال وجماعة من الائمة صححوا مراسیله اه کہ ابراہیم نخعی اہل کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے۔ اعمش کہتے ہیں حدیث میں اچھے تھے۔ شعبی نے کہا کہ اپنے بعد انہوں نے اپنے آپ سے کسی کو زیادہ عالم نہیں چھوڑا۔ ائمہ کی ایک جماعت نے ان کے مراسیل کی تصحیح کی ہے۔ حضرت عائشہ سے لقا ثابت ہے حضرت زید بن ارقم وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ میزان اور تہذیب التہذیب وغیرہ میں مصرح ہے پس تابعی ہونے میں بھی کوئی شک نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم ثقہ۔ صالح۔ خیر فی الحدیث حجت ہیں۔ صحاح کے راوی ہیں۔ اگر ضعیف ہوں بزعم مؤلف تو صحاح ستہ کی روایات سے امان اٹھ جائے گا۔ خصوصا صحیح بخاری سے جس پر تقریبا ایمان وایقان ہے۔

اعتراض ۵ **قولہ**۔ ان کے بیٹے ضعیف ان کے پوتے ضعیف۔ **اقول**۔ ناظرین نے امام ابوحنیفہ اور حماد بن ابی سلیمان اور ابراہیم بن یزید النخعی کے بارے میں تو توثیق معلوم کر لی اور

مؤلف رسالہ کا تعصب معلوم کر لیا کہ کہاں تک سچائی سے کام لیا ہے۔ اب امام صاحب کے بیٹے اور پوتے کے متعلق سنیئے۔ حافظ ذہبی نے میزان میں ابن عدی کے قول کو نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل کیا ہے جس کی یہ عبارت ہے۔ قال الخطیب حدث عن عمر بن ذر ومالك بن مغول وابن ابی ذیب وطائفة وعنه سهل بن عثمان العسكری وعبد المومن بن علی الرازی وجماعة ولی قضاء الرصافة وهو من كبار الفقهاء قال محمد بن عبد اللّٰہ الانصاری ما ولی القضاء من لدن عمر الی الیوم اعلم من اسماعیل بن حماد قیل ولا الحسن البصری قال ولا الحسن اھ صفحہ ۱۰۵۔ خطیب کہتے ہیں کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے فن حدیث کو عمر بن ذر اور مالک بن مغول اور ابن ابی ذئب اور ایک جماعت محدثین سے حاصل کیا ہے اور ان سے سہل بن عثمان عسکری اور عبد المومن بن علی رازی اور ایک جماعت محدثین نے روایت حدیث کی ہے، شہر رصافہ کے قاضی اور فقہائے کبار میں سے ایک بڑے فقیہ تھے اور محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ عمر کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی قاضی نہیں ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ حسن بصری بھی ویسے نہیں تھے؟ تو جواب دیا کہ حسن بصری بھی ان کے علم کو نہیں پہنچتے تھے اور ان کے برابر کے علم میں نہ تھے۔ یہ تو پوتے کی حالت تھی اب بیٹے کو سنیئے۔ وبعض المتعصبین ضعفوا حمادا من قبل حفظه كما ضعفوا اباه الامام لكن الصواب هو التوثيق لا يعرف له وجه فی قلة الضبط والحفظ وطعن المتعصب غیر مقبول (تنسیق النظام ص۱۳) اور بعض متعصبین نے حفظ کے اعتبار سے حماد بن ابی حنیفہ کو ضعیف کہا ہے جس طرح امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے مگر سچی اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ ثقہ تھے اور قلت ضبط و حافظہ کا کوئی سبب ان میں نہیں پایا جاتا تھا اور متعصب شخص کی جرح اور اس کا طعن مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔ آگے چل کر ان کے متعلق اور بھی بیان آتے گا یہاں صرف اتنا بتلانا مقصود ہے کہ محض تعصب کی بنا۔ پر جو شخص بھی امام ابوحنیفہ سے

تعلق رکھتا ہے اس کو ضعیف اور مجروح کہا جاتا ہے۔ کون سا ایسا محدث ہے جس میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری اور امام مالک اور امام شافعی وغیرہ بھی نہیں بچے۔ اگر یہ لوگ ضعیف ہیں تو پھر ابو حنیفہ اور ان کے بیٹے اور پوتے اور استاد اور استاذ الاستاذ کا ضعیف ہونا بجا و درست ہے ورنہ جو جواب وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ وجہ فرق ضروری ہے۔ یہ علمی میدان ہے علمی تحقیق ہونی چاہیئے۔ بکواس اور بد تہذیبی سے قابلیت اور لیاقت نہیں ثابت ہوتی مگر اصل بات یہ ہے کہ ؎

نہ خنجر اٹھے ہے نہ تلوار اُن سے یہ بازو مرے آزماتے ہوئے ہیں

جس نے الجرح علی اصول الفقہ کا جواب الصارم المسلول دیکھا ہوگا وہ میرے اس قول کی تصدیق اچھی طرح کر سکتا ہے۔

اعتراض ۶ **قولہ**۔ ان کے شاگرد ابو یوسف و امام محمد ضعیف الی قولہ پھر کیا الیسوں کو حدیث کا علم ہوگا۔ **اقول** بے شک سچ ہے۔ ؎ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی تم سے سیکھ جائے۔

ابتداء میں، میں عرض کر چکا ہوں کہ محدثین کا سلسلہ حدیث امام ابو حنیفہ تک پہنچتا ہے اور سب اسی سلسلہ میں جکڑے ہوتے ہیں اس سے نکل نہیں سکتے۔ اگر یہ سب ضعیف ہیں تو جملہ محدثین ضعیف اور ان کا سلسلہ حدیث ضعیف ہے۔ ظاہر ہے کہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد کے شاگرد۔ اور امام محمد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، لہذا امام احمد اور امام شافعی بھی ضعیف ہیں کیونکہ بقول مؤلف رسالہ امام محمد اور امام ابو یوسف ضعیف ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اور تعجب تر یہ امر ہے کہ امام احمد بن حنبل خود امام ابو یوسفؒ کے شاگرد بلا واسطہ بھی ہیں اور ان کی شرط یہ ہے کہ سوائے ثقہ راوی کے اور کسی سے روایت ہی نہیں کرتے اور جب امام ابو یوسف ضعیف ہیں تو امام احمد کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ امام ابو یوسف جو ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے اور جن کے شاگرد یحییٰ بن معین اور امام احمد اور علی بن الجعد اور بشر بن الولید اور امام محمد وغیرہ ہیں۔ ان حضرات نے فن حدیث امام ابو یوسف سے حاصل کیا چنانچہ ماہرین

فن رجال سے مخفی نہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے بارے میں یحیٰی بن معین فرماتے ہیں ابو یوسف صاحب حدیث اور حامل سنّت ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں ابو یوسف منصف تھے۔ یحییٰ بن معین کا ایک اور قول ہے کہ اصحاب الرائے میں امام ابو یوسف سے زیادہ کوئی دوسرا حدیث بیان کرنے والا نہیں۔ حماۃ الاسلام میں ہے کہ امام ابو یوسف کو بیس ہزار منسوخ حدیثیں یاد تھیں۔ ناسخ احادیث کا کیا ذکر ہے۔ مگر ہائے ابو حنیفہ کی شاگردی کہ اس کی وجہ سے امام ابو یوسف جیسا حافظ حدیث اور استاذوں کا استاذ بھی ضعیف ہونے سے نہ بچا بلکہ سب کو ضعیف بنا دیا۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھنے تو دے ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

حافظ ابو نعیم اور ابو یعلی اور ابو القاسم بغوی شاگرد فن حدیث میں بشر بن الولید کے ہیں اور بشر بن الولید امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، چنانچہ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ دوسرا سلسلہ امام ترمذی اور ابن خزیمہ امام مسلم کے شاگرد۔ اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد اسد بن عمرو قاضی کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ثقہ تھے خود امام احمد نے فرمایا صدوق صالح الحدیث تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں اَرْجُو اَنَّہٗ لَا بَاْسَ بِہٖ کنوی کہتے ہیں کہ اُن کے ثقہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ان سے روایت کی ہے لہذا یہی دلیل امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے کی ہے کیونکہ جس طرح امام احمد امام ابو یوسف کے شاگرد کے شاگرد ہیں اسی طرح امام ابو یوسف کے بھی شاگرد ہیں ع ہاتھ لا اے یار کیوں کیسی کہی۔

تیسرا سلسلہ امام ترمذی بخاری کے شاگرد اور امام بخاری احمد بن منیع بغوی کے شاگرد۔ اور احمد بن منیع اسد بن عمرو کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں لہذا تینوں سلسلے بقول مؤلف رسالہ ضعیف ہوتے ع میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

چوتھا سلسلہ امام بیہقی دار قطنی اور ابو عبد اللہ حاکم کے شاگرد ہیں۔ اور یہ دونوں ابو احمد

حاکم کے شاگرد اور ابو احمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن ابی الازہر کے شاگرد اور بشر قاضی امام ابو یوسف کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ پانچواں سلسلہ دار قطنی بغوی کے شاگرد اور بغوی علی بن مدینی کے اور علی بن مدینی بشر کے اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ چھٹا سلسلہ حاکم ابن حبان کے شاگرد اور ابن حبان ابو یعلی کے شاگرد اور ابو یعلی علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن الازہر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ ساتواں سلسلہ ابو داؤد صاحب سُنن علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر کے اور بشر امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ آٹھواں سلسلہ حدیث امام بخاری اور امام ترمذی اور ابو داؤد اور ابن خزیمہ اور ابو زرعہ یہ پانچوں حافظ ذہلی کے شاگرد اور ذہلی بشر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ نواں سلسلہ حدیث امام بخاری شاگرد علی بن الجعد کے ہیں اور علی بن الجعد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں دسواں سلسلہ ابن مردویہ ابو محمد عبداللہ کے شاگرد اور ابو محمد ابو یعلی کے شاگرد ابو یعلی موصلی یحیٰی بن معین کے شاگرد ہیں اور یحیٰی بن معین اور امام بخاری اور ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ اور ابو زرعہ اور ابن ابی الدنیا اور ابو القاسم بغوی اور خود ابو یعلی موصلی علی بن الجعد کے شاگرد اور علی بن الجعد قاضی امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ یہ نمونہ کے طور پر دس سلسلے ہدیہ ناظرین کئے ہیں۔ تاکہ مؤلف رسالہ کی ہرزہ سرائی ظاہر ہو جائے کہ ان کو علم حدیث کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر قاضی ابو یوسف علم حدیث سے واقف ہی نہ تھے تو یہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں کیوں ان کے شاگرد ہوئے اور کیوں ایسوں سے علم حدیث حاصل کیا جن کو کچھ بھی نہ آتا تھا اور پھر خود ضعیف بھی تھے۔ اسی کو کہا جاتا ہے کہ جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔ الحمد للہ کہ ابھی اتنی قدرت ہے کہ اور بھی سلسلے بیان کر سکتا ہوں اور جہاں پر ضرورت ہوگی بیان کروں گا مگر یہاں پر اتنے پر کفایت کریئے اور اب امام محمد کی طرف رجوع کریئے اور غور فرمائیے کہ ان کو بھی حدیث کا علم تھا یا نہیں۔ اگرچہ وہ شخص جس نے امام محمد صاحب کی تصنیفات دیکھی ہوں جو تقریباً نو سو ننانوے چھوٹی بڑی

حدیث وفقہ، سیر وغیرہ میں ہیں۔ امام محمد کے تبحر علمی اور حدیث دانی سے اچھی طرح واقف ہوگا لیکن مؤلف رسالہ جیسے حضرات کی بصیرت کے واسطے یہاں پر ذکر کرتا ہوں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہوکر حق ظاہر ہو جائے۔ ان کے حدیث میں معتبر ہونے کے واسطے یہاں پر صرف ایک قول علی بن مدینی کا نقل کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں عبداللہ بن علی بن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ میرے والد علی بن مدینی فرماتے تھے کہ محمد بن الحسن الشیبانی حدیث میں صدوق تھے۔ یہ علی بن مدینی وہی شخص ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ اور کتب رجال میں تصریح ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے لہذا یہ کہنا کہ امام محمد ضعیف ہیں غلط ہو گیا۔

اب سنئے امام محمدؒ کی پیدائش ۱۳۵ھ میں ہوئی اور ۱۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ امام محمدؒ نے فن حدیث امام ابو یوسف اور امام مالک اور امام اوزاعی، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، عمرو بن دینار، مالک بن مغول، ربیعہ بن صالح اور بکیر وغیرہ محدثین سے حاصل کیا خاص امام مالکؒ سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنیں اور یاد کیں۔ تقریباً تین سال امام مالک کی خدمت میں رہے۔ اپنے زمانہ میں بغداد میں حدیث کا درس دیتے تھے امام محمد صاحب سے امام شافعی اور ابو سلیمان جوزجانی، ہشام الرازی، علی بن مسلم الطوسی ابو عبیدہ قاسم بن سلام، خلف بن ایوب، ابو حفص کبیر، یحییٰ بن اکثم، موسیٰ بن نصیر رازی، محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، ابراہیم بن رستم، عیسیٰ بن ابان، محمد بن مقاتل، شداد بن حکیم، علی بن معبد وغیرہ محدثین نے حدیث پڑھی۔ اگر امام محمدؒ کو فن حدیث میں بقول مؤلف رسالہ کچھ قابلیت نہ تھی تو یہ محدث کیوں ان کے شاگرد ہوتے اور کیوں ان سے احادیث روایت کیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی علم حدیث سے واقف نہ تھے جبھی تو ایک ضعیف غیر عالم حدیث امام محمد سے حدیث کو پڑھا اور ان کے حلقہ درس حدیث میں داخل ہو کر ان کی شاگردی کی وجہ سے اپنے آپ کو بٹہ لگایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نقول اس کے متعلق آگے آرہی ہیں ناظرین منتظر رہیں۔ یہاں پر چند سلسلوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ سلسلہ اول

امام بخاری۔ امام مسلم۔ ابوداؤد۔ ابوزرعہ۔ ابن ابی الدنیا یہ پانچوں امام احمد کے شاگرد اور امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی روایت حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں دوسرا سلسلہ علی بن مدینی اور بخاری دونوں معلی بن منصور کے شاگرد اور معلی بن منصور امام محمد کے شاگرد ہیں۔ تیسرا سلسلہ ابن مردویہ ابوالقاسم طبرانی کے شاگرد اور طبرانی امام طحاوی کے شاگرد اور امام طحاوی یونس بن عبد الاعلیٰ کے شاگرد اور یونس علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد فن حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔ چوتھا سلسلہ ابوعوانہ ابن عدی کے شاگرد اور ابن عدی ابویعلی کے شاگرد اور ابویعلی یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔ پانچواں سلسلہ ابن مردویہ اور حافظ ابونعیم ابوالشیخ اصفہانی کے شاگرد اور اصفہانی اور ابن حبان ابویعلی کے شاگرد اور ابویعلی یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں۔ چھٹا سلسلہ ابوحاتم علی بن معبد کے شاگرد اور علی محمد کے شاگرد ہیں۔ ساتواں سلسلہ قاسم بن سلام علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد بن الحسن کے شاگرد ہیں۔ آٹھواں سلسلہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔ نواں سلسلہ اسحاق بن بن منصور علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں۔ دسواں سلسلہ امام بخاری اور امام ترمذی شاگرد یحییٰ بن اکثم کے اور یحییٰ امام محمد صاحب کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ یہ دس سلسلے نمونۃً ہدیہ ناظرین ہیں۔ غرض اس سلسلہ سے کوئی محدث بچ نہیں سکتا۔ اگر امام محمد ضعیف ہیں تو یہ سب بھی ضعیف ہیں۔ نیز علم حدیث سے یہ حضرات واقف نہیں۔ العظمۃ للہ۔ پس ثابت ہوا کہ امام محمد نہ تو ضعیف ہیں اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ ان کو حدیث کا علم نہیں تھا ورنہ یہ بڑے بڑے محدث ان کے قیامت تک شاگرد نہ ہوتے مؤلف رسالہ چشم بصیرت کھول کر غور سے دیکھیں کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے۔ گو مضمون طویل ہو گیا ہے مگر فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ طرز جدید اور نئی بات ہے جس کی اہل علم اور اہل انصاف ضرور داد دیں گے۔

قولہ۔ پہلے ایک کلام مجمل سنو۔ قیام اللیل صفحہ ۱۲۴ میں ہے کہ حدثنی علی بن

سعید النسوی قال سمعت احمد بن حنبل یقول هٰؤلاء اصحاب ابی حنیفة لیس لهم بصر بشیٔ من الحدیث ما هو الا الجرأة انتهی

اقول۔ اولاً بہت ہی تعجب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ تو امام صاحب کے احوال میں لکھا ہے اور امام احمد کے قول کو شاگردان ابوحنیفہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ ان کو حدیث دانی میں کچھ دخل نہیں، سبحان اللہ کیا اچھا کسی نے کہا ہے ؎

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا الا یا ایها الساقی ادر کاساً وناولها

بالفرض اگر اس قول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو امام ابوحنیفہؒ کی ذات پر اس سے کیا اثر پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے شاید یہ آیت کریمہ نہیں پڑھی لا تزر وازرة وزر اخریٰ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی فن حدیث میں بصارت نہیں رکھتے تھے۔ امام ابوحنیفہ کا قول رواۃ کی جرح اور تعدیل میں اعتبار کیا جاتا تھا۔ اگر ابوحنیفہ کو علم حدیث میں بصارت نہیں اور فن رجال حدیث سے واقف نہیں تو ان کے قول کا اعتبار جرحاً و تعدیلاً کیوں کیا جاتا تھا۔ دیکھو عقود الجواہر المنیفہ کی جلد ثانی کے صفحہ ۲۸ کو اس میں یہ عبارت حافظ ابن عبدالبر کی کتاب العلم سے منقول ہے ثم ان تضعیف زید نقل عن الامام قال المنذری ما علمت احدًا ضعفهٗ الا ان ابن الجوزی نقل عن ابی حنیفة انه مجهول وکذا قال ابن حزم اه قلت یدل علی جهالته ان الحاکم لما اخرج هذا الحدیث من طریق یحیی بن ابی کثیر عن عبد الله بن یزید عن زید بن ابی عیاش عن سعد ثم قال لم یخرجه الشیخان لما خشیا من جهالة زید وقال الطبری فی تهذیب الآثار علل الخبر بان زیدًا تفرد به وهو غیر معروف فی نقلة العلم فهذا ابن جریر والحاکم یدل کلامهما علی جهالته فکیف یقول المنذری ما علمت احدًا ضعف زیدًا الا ما ذکره ابن الجوزی الی آخره ولو سلم انفراد الامام فی تجهیله او تضعیفه کفانا ذلک فان کلامه مقبول فی الجرح والتعدیل اذا قالت حذام وقد عقد ابن عبد البر فی کتاب جامع العلم بابًا فی ان کلام الامام یقبل فی الجرح والتعدیل

فراجعہ اہ پھر زید کی تضعیف امام ابوحنیفہ سے منقول ہے۔ منذری کہتے ہیں مجھ کو علم نہیں کہ کسی نے زید کو ضعیف کہا بجز اس قول کے کہ ابن جوزی نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ زید مجہول ہیں اور اسی طرح ابن حزم نے کہا ہے۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ زید کے مجہول ہونے پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حاکم نے یحییٰ بن ابی کثیر کے طریق سے تخریج کی جو عبداللہ بن یزید سے اور زید ابی عیاش سے اور زید سعد سے روایت کرتے ہیں تو حاکم نے کہا شیخان نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی کیونکہ ان دونوں نے جہالت زید کا خوف کیا اور امام طبری نے تہذیب الآثار میں فرمایا کہ یہ حدیث تفرد زید کی وجہ سے معلول ہے اور ناقلین علم میں وہ غیر معروف ہیں۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں پس ابن جریر اور حاکم کا کلام زید کے مجہول ہونے پر دال ہے لہٰذا منذری کس طرح کہتے ہیں کہ سوائے ابوحنیفہ کے اور کسی نے زید کو ضعیف نہیں کہا اور اگر زید کی تجہیل و تضعیف میں امام ابوحنیفہ کو متفرد ہی تسلیم کر لیا جائے، جب بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ ان کا قول رواۃ کے جرح و تعدیل میں مقبول ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع العلم میں اس امر کا ایک مستقل باب باندھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول جرح و تعدیل میں معتبر ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ لہٰذا اگر امام ابوحنیفہ کو بصارت فی علم الحدیث نہ ہوتی تو کیوں ان کا قول جرح و تعدیل میں مقبول ہوتا۔ امام ترمذی نے خود کتاب العلل میں امام صاحب کا قول جرح و تعدیل کے بارے میں نقل کیا ہے چنانچہ جامع ترمذی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۳۲ میں یہ عبارت موجود ہے۔ حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو یحیی الحمانی قال سمعت ابا حنیفۃ یقول ما رأیت اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباج انتہی۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو یحییٰ حمانی نے بیان کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطا بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اہ امام ترمذی نے جابر کی جرح میں اس قول کو نقل کیا ہے اس سے ہر منصف اس امر کو اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ فن رجال میں کس پایہ کے محدث تھے، حافظ ابن حجر نے تقریب

میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت ترمذی اور نسائی میں ہے۔ لیکن غضب یہ ہوا ہے کہ معاندین نے عداوت امام کی وجہ سے کتابوں میں سے ہی اڑا دیا۔ اللہ تیری شان کے قربان۔

دوسری عرض یہ ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں کی ہی کیا خصوصیت ہے اور ائمہ کے شاگرد بھی ایسے نکلیں گے کہ جن کو علم حدیث میں کچھ بھی بصارت نہیں۔ چنانچہ کتب رجال کے دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ان کو گنانا تطویل لاطائل ہے۔

اعتراض تیسرے اگر امام احمد کے قول سے کلیہ مراد ہے تو قطعًا غلط ہے کیونکہ سیکڑوں شاگرد امام صاحب کے فن حدیث کے امام اور شیوخ تسلیم کئے گئے ہیں۔ نمونۃً چند ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں ان سے اندازہ فرماسکتے ہیں کہ یہ قول امام احمد کا کہاں تک صحیح ہے۔ اول وکیع بن الجراح جو امام محدث حافظ عراق کوفی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ص۲۸ میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ انھوں نے حدیث ابوحنیفہ سے پڑھی اور امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے ویفتی بقول ابی حنیفۃ اھ ان کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وکیع سے بڑھ کر میں نے قوی الحافظہ اور جامع علم کسی کو نہیں دیکھا۔ وکیع جیسا شخص میری نظر سے نہیں گزرا کہ وہ حدیث کے بھی حافظ تھے اور فقیہ بھی تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وکیع سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا وہ رات بھر نماز پڑھا کرتے اور دن کو روزہ رکھا کرتے تھے اور ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے ان کے شاگرد امام احمد۔ عبداللہ بن مبارک۔ علی بن المدینی۔ یحییٰ بن اکثم۔ اسحاق بن راہویہ۔ ابن ابی شیبہ ابن معین۔ احمد بن منیع وغیرہ محدث ہیں۔ یہ وہی وکیع ہیں جو ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ کیا ان کو فن حدیث میں بصارت نہیں تھی اور تعجب تر یہ ہے کہ باوجود بصارت نہ ہونے کے پھر امام احمد شاگرد ان کے ہوگئے۔ مؤلف رسالہ امام احمد کی طرف سے جواب دیں۔ دوسرے یزید بن ہارون حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے حافظ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں انہوں نے فن حدیث عاصم احول اور امام ابوحنیفہ اور یحییٰ بن سعید اور سلیمان تیمی سے حاصل کیا۔ اور امام احمد اور علی بن المدینی اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید وغیرہ نے

ان سے حدیث حاصل کی ہے۔ ابن مدینی کہتے ہیں میں نے یزید سے بڑھ کر کسی کو قوی الحافظ نہیں دیکھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یزید پکے حافظ حدیث تھے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ یزید ثقہ امام تھے۔ لہٰذا اب یہ مؤلف رسالہ سے دریافت کرنا ہے کہ یزید کو فن حدیث میں بصیرت تھی یا نہیں اور یہ اصحاب ابی حنیفہ میں داخل ہیں یا نہیں۔ تیسرے فضل بن دکین کوفی جن کی کنیت ابونعیم ہے حدیث کے حافظ ہیں، تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابن معین ذہلی، امام بخاری، دارمی، ابن مبارک وغیرہ محدثین نے حدیث کی روایت کی ہے۔ مؤلف رسالہ فرمائیں کہ یہ اصحاب ابی حنیفہ میں داخل ہیں یا نہیں اور ان کو فن حدیث میں کمال حاصل تھا یا نہیں۔ چوتھے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ عمری کوفی مقری ہیں، تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ اور شعبہ بن حجاج سے حدیث حاصل کی، یہ امام بخاری کے استاذ ہیں، امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے، اگر علم حدیث میں ان کو بصیرت نہیں تو امام بخاری جیسے شخص نے اُن سے کیوں حدیث کی روایت کی اور کیوں ان کی شاگردی میں داخل ہوتے۔ مؤلف رسالہ سے جواب طلب ہے کیا ابوحنیفہ کے حدیث میں یہ شاگرد نہیں تھے۔ پانچویں عبدالرزاق بن ہمام حمیری صنعانی حافظ کبیر ہیں انہوں نے بکثرت احادیث امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہیں امام صاحب کے حالات میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں وحدث عنہ وکیع ویزید بن ھارون وسعد بن الصلت وابو عاصم وعبدالرزاق وعبید بن موسیٰ وابونعیم وابوعبدالرحمٰن المقری ولبشر کثیر اھ اب مؤلف رسالہ فرمائیں کہ عبدالرزاق جو امام صاحب کے شاگرد ہیں محدث تھے یا نہیں۔ چھٹے امام ابویوسف القاضی شاگرد رشید امام ابوحنیفہ کے ہیں، حافظ ذہبی نے ان کو تذکرۃ الحفاظ میں حافظین حدیث کی فہرست میں شمار کیا ہے خود امام احمد حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ سب سے پہلے ان ہی کی شاگردی حدیث میں اختیار کی۔ ان کے بارے میں امام احمد کا قول ہے کہ ابویوسف حدیث میں منصف تھے۔ ابن معین فرماتے ہیں صاحب حدیث اور عامل سنت تھے، ان سے علاوہ امام احمد

کے ان محدثین نے حدیث پڑھی ہے۔ یحییٰ بن معین۔ علی بن الجعد۔ بشر بن الولید۔ امام محمد وغیرہ۔ اگر ان کو حدیث میں کچھ دخل نہ تھا تو ان حضرات نے کیوں ان سے حدیث حاصل کی۔ ساتویں مکی بن ابراہیم خراسانی حافظ حدیث ہیں انھوں نے بھی علاوہ امام جعفر، اور بہز بن حکیم، ابن جریج وغیرہ کے ابوحنیفہ سے حدیث پڑھی ہے یہ بھی اصحاب ابی حنیفہ میں داخل ہیں۔ ان کے بارے میں ابن سعد کہتے ہیں ثقہ ثبت، دارقطنی نے کہا ثقہ مامون۔ ان سے امام احمد، امام بخاری، یحییٰ بن معین وغیرہ نے حدیث حاصل کی۔ تعجب خیز امر یہ ہے کہ جب اصحاب امام کو حدیث میں بصارت نہیں تو مکی بن ابراہیم کو ان حضرات نے اپنا شیخ کیوں بنایا اور وہ بھی حدیث میں، مؤلف رسالہ اس کا جواب دیں۔ آٹھویں امام زفر بن الہذیل العنبری حافظ ذہبی میزان میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ فقہاء میں سے ایک فقیہ اور عابدوں میں سے ایک عابد صدوق تھے۔ ابن معین اور بہت سے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ احد الفقہاء والعباد وثقہ غیر واحد وابن معین اھ یہ وہی زفر ہیں جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ہیں، پھر ان کی اتنی تعریف امام ذہبی کیوں کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبی اور یحییٰ بن معین وغیرہ کو اس کی خبر نہیں تھی کہ یہ ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں ان کو فن حدیث میں کچھ مہارت نہیں ورنہ صدوق اور ثقہ نہ کہتے، مؤلف رسالہ جواب مرحمت فرمائیں کہ اس کا حل کس طرح ہے۔ دسویں شعبہ۔ سفیان بن عیینہ۔ لیث بن سلیم۔ نضر بن شمیل۔ عبداللہ بن مبارک۔ فضیل بن عیاض۔ ابوداؤد الطیالسی حفص بن غیاث۔ یحییٰ بن ابی زائدہ۔ اسد بن عمرو۔ یحییٰ بن زکریا وغیرہ محدثین علم حدیث میں کچھ دخل رکھتے تھے یا نہیں کیونکہ یہ سب امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور اُن کے اصحاب کہلاتے ہیں اگر انکار کیا جاوے گا تو قیامت قائم ہوجائے گی۔ مؤلف رسالہ سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ ناظرین کی وسعت معلومات کے واسطے ان حضرات کا شمار کرنا پڑا نیز امام احمد کے قول کی جانچ بھی اس سے ہوجائے گی کہ کہاں تک صحیح ہے۔ چوتھے یہ قول خود امام احمد کے اُس قول کے منافی ہے جس میں انھوں نے امام ابویوسف کی تعریف کی ہے جو ابھی گزر چکا ہے۔ پانچویں یہ قول امام احمد کا یحییٰ بن معین کے قول کے منافی ہے جس

کو حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع العلم میں نقل کیا ہے اور وہاں سے عقود الجواہر المنیفہ کے مقدمہ میں نقل کیا گیا ہے جس میں یہ ہے کہ ہمارے اصحاب امام صاحب اور ان کے شاگردوں کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں اور حد سے بڑھ جاتے ہیں کسی نے یحییٰ سے پوچھا کہ ابو حنیفہ کیا جھوٹ بولتے تھے انہوں نے جواب دیا نہیں۔ فقد روی عباس بن محمد الدوری قال سمعت یحیی بن معین یقول اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان ابو حنیفۃ یکذب قال کان انبل من ذلك اھ (عقود الجواہر ص۸) اس قول سے معلوم ہوا کہ اصحاب ابی حنیفہ کو جو برا کہا جاتا ہے یہ زیادتی ہے وہ ایسے نہیں ہیں۔ لہذا امام احمد کا قول معتبر نہیں چھٹے بعض معاصر کی جرح بعض دوسرے معاصر کے حق میں مقبول نہیں ہوتی۔ پس امام احمد کی یہ جرح مقبول نہیں کیونکہ امام احمد اصحاب ابی حنیفہ کے معاصر ہیں۔ امام ابو یوسف اور اسد بن عمرو بن عامر الکوفی وغیرہ سے حدیث پڑھی ہے چنانچہ گزر چکا۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں قاضی ابو یوسف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ سمع ہشام بن عروۃ و ابا اسحق الشیبانی وعطاء بن السائب وطبقتہم وعنہ محمد بن الحسن الفقیہ واحمد بن حنبل الخ اسد بن عمرو کے متعلق طبقات حنفیہ میں تصریح ہے پس ثابت ہوا کہ امام احمد اصحاب ابی حنیفہ کے معاصر ہیں اور جب معاصر ہوئے ان کا قول ان کی جرح میں معتبر نہیں۔ معلوم ان مجرد قول الخصم فی خصمہ لا یوجب القدح فی واحد منہما فہذا کلام احد المتشاجرین فی الآخر اھ (منہاج السنۃ) قول الاقران بعضہم فی بعض غیر مقبول وقد صرح الحافظان الذہبی وابن حجر بذلك قال ولا سیما اذا لاح انہ لعداوۃ او لمذہب او لحسد لا ینجو منہ الا من عصمہ اللہ قال الذہبی وما علمت ان عصرا سلم اہلہ من ذلك الا عصر النبیین والصدیقین اھ (خیرات الحسان) حافظ ابن حجر مکی خیرات حسان میں فرماتے ہیں۔ اقران کا کلام اپنے ہم عصروں کے بارے میں معتبر نہیں اور حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تصریح کی ہے خصوصا

اس وقت تو بالکل ہی معتبر نہیں جب کہ ظاہر ہو جاتے کہ یہ کلام کسی عداوت یا اختلاف مذہب یا حسد کی وجہ سے ہے کیونکہ حسد یہ ایک ایسی بلا اور بیماری ہے کہ اس سے جس کو خدا بچاتے وہی بچ سکتا ہے ورنہ نہیں، ذہبی فرماتے ہیں میرے علم میں سواتے انبیا اور صدیقین کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جس کے اہل اس حسد سے بچے ہوتے اور محفوظ ہوں۔ پس یہاں اختلافِ مذہب اور حسد و عداوت کی صورت ممکن ہے۔ لہٰذا اس قول امام احمد سے استدلال صحیح نہیں اور اصحاب ابی حنیفہ پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ساتویں یہ قول امام احمد کا خود اُن کے قاعدے اور اصل کے معارض ہے صرح ابن تیمیة والتقی السبکی والسخاوی ان الامام لا یروی الا عن ثقة اھ (تنسیق النظام) ابن تیمیہ اور سبکی اور سخاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ امام احمد ثقہ کے سوا اور کسی سے روایت ہی نہیں کرتے۔ لہٰذا امام ابو یوسف اور اسد بن عمرو وغیرہما سے امام احمد کا حدیث کی روایت کرنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ اصحاب ابی حنیفہ ان کے نزدیک ثقہ اور اصحاب حدیث ہیں، پس جرحی قول کا اعتبار نہیں، آٹھویں حقیقت میں یہ قول اُن کا جرح ہی نہیں تاکہ ضعف ثابت ہو جس کے درپے مصنف رسالہ ہے، ومن ادعیٰ فعلیه البرهان بالبیان نویں اگر بالفرض جرح بھی ہو مجمل و مبہم ہے جو مقبول نہیں کیونکہ لیس لھو بصر" لبشیٔ من الحدیث قائم مقام لیس بعدل وغیرہ کے ہے اما الطعن من ائمة الحدیث فلا یقبل مجملا ای مبهما بان قیل هذا الحدیث غیر ثابت او منکرا و فلان متروك الحدیث او ذاهب الحدیث او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یذکر سبب الطعن وهو مذهب عامة المحدثین والفقهاء۔ اھ (کشف اصول البزدوی) ائمہ حدیث کا کسی حدیث یا راوی میں مبہم طعن کرنا معتبر نہیں اور حدیث کو درجہ اعتبار سے گراتا نہیں۔ مثلاً کوئی محدث یوں کہے کہ فلاں حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے۔ یا فلاں راوی متروک الحدیث یا ذاہب الحدیث یا مجروح یا غیر عادل ہے تو یہ جرح مبہم مقبول نہیں جب تک سبب طعن و جرح کو ذکر نہ کرے، عامہ محدثین اور فقہا کا یہی مذہب ہے لہٰذا

صورت مذکورہ اور حالت موجودہ میں اصحاب ابی حنیفہ پر امام احمد کے قول مذکور سے کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ دسویں اس قول کا عداوت اور اختلاف مذہب پر مبنی ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ محمد بن نصر المروزی اس قول کو تین رکعت وتر کے بیان میں لاتے ہیں اور چونکہ تین رکعت مذہب جو ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کا ہے محمد بن نصر المروزی کے خلاف ہے اور اسی خلاف مذہب کی وجہ سے امام صاحب کے بارے میں جو الفاظ انھوں نے استعمال کئے ہیں وہ محمد بن نصر مروزی کی شان میں عیب پیدا کرتے ہیں ص۱۲۳ کے طرز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن نصر مروزی کو امام صاحب پر بہت طیش آرہا ہے۔ اسی بناء پر فرماتے ہیں وزعم النعمان ان الوتر ثلاث وزعم انه ليس للمسافر ان يوتر على دابته وزعم انه من نسى الوتر فذكره فى صلوة الغداة بطلت صلوته وقوله هذا خلاف للاخبار الثابتة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه وخلاف لما اجمع عليه وانما اتى من قلة معرفته بالاخبار وقلة مجالسته للعلماء اھ یہ عبارت ان کی باعلیٰ ندا پکار رہی ہے کہ محمد بن نصر غصہ میں بھرے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے سختی سے کلام کر رہے ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ان کے خلاف ہے وہ اپنے زعم فاسد میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ تین رکعت وتر کا نصوص حدیثیہ سے کہیں ثبوت نہیں۔ نیز وجوب کو بمعنی فرض قطعی سمجھ بیٹھے و نیز وتر کو وہ محض نفل نماز سمجھ گئے اس لئے ابوحنیفہ پر آنکھیں نکال رہے ہیں اور امام کے قول کو زعم سے تعبیر کر کے احادیث اور صحابہ اور اجماع اہل علم کے خلاف بتاتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ خود انہوں نے اسی باب، میں صحابہ اور تابعین اور دیگر علماء سے تین رکعت وتر ہونا نقل کیا ہے پھر صحابہ کے خلاف اور اجماع اہل علم کے مخالف امام کا مذہب کیوں ہو گیا یہ صرف مخالفت مذہب کا غصہ ہے اور کچھ نہیں ان کو تو اسی پر بس کرنا چاہیے کہ کسی حنفی نے ان میں کلام نہیں کیا ورنہ وہ ان کے قول کا ایسا ہی سخت جواب دیتا جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی شان میں سوء ادبی کی ہے کہ اخبار کا چونکہ ان کو علم کم اور علماء کی صحبت

میں بیٹھنے کا بہت کم اتفاق ہوا۔ اس لئے احادیث اور صحابہ اور اجماع کے خلاف کی نوبت آئی۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے کہ محمد بن نصر مروزی ابوحنیفہ کے تلامیذ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اس پر یہ طرہ ہے کہ اگر اخبار و احادیث کا علم کم ہوتا تو امام ذہبی حفاظ اسلام میں ابوحنیفہ کو ذکر نہ کرتے اور فضائل و مناقب کو ذکر نہ کرتے اور مجالس علما میں شرکت کی حالت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ چار ہزار علما۔ اُن کے شیوخ میں داخل ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ علما کی صحبت کم ہوئی اس لئے اس کے خلاف کی نوبت پہنچی عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس عبارت کے بعد جو انہوں نے امام احمد کا قول نقل کیا ہے عداوت اور اختلافِ مذہب کی بین دلیل ہے جو عبارات بالا کے اعتبار سے قابل قبول نہیں۔ اس قول کی وجہ سے وہ خود مستحق جرح ہو گئے۔

اعتراض ۸ **قولہ**۔ اجی اصحاب ابی حنیفہ کو ابھی رہنے دیجئے۔ کل کے کل کوفہ والے ایسے ہی تھے چنانچہ تدریب الراوی صفحہ ۱۳ میں ہے کہ کوفہ والوں کی حدیثوں میں کدورت ہے اور خطیب بغدادی نے کہا کہ کوفہ والوں کی روایتوں میں بہت کدورت ہے الخ۔ **اقول** ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ لو چلو فیصلہ ہی ہو گیا۔ اب تو ناظرین علم حدیث ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ نہیں بلکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ حدیث کی کتابوں کو بھی اب معتبر نہ سمجھئے۔ کیونکہ اہل کوفہ ضعیف اور ان کی تمام روایتیں ضعیف اور کدورت والی ہیں اور قسمت سے صحاح ستہ میں کوفی راوی بہت سے ہیں، خصوصاً شیخین پر سے اب ایمان کو دور کر دیجئے۔ اگر کوفی روات سب کے سب بقولِ مؤلف رسالہ قوی الحافظہ، عادل، حافظ، ضابط، ثقہ نہیں تھے تو ان حضرات نے کیوں کوفیوں سے روایات نقل کیں، نمونہ کے طور پر چند کوفی محدث ناظرین اور مؤلف رسالہ کے اطمینان قلب کے واسطے پیش کرتا ہوں ملاحظہ کے بعد مؤلف رسالہ کو داد دیں اور ان کی عقل خام پر چار آنسو بہا دیں۔ علقمة بن قیس نخعی کوفی ثقة ثبت فقیه عابد روى له الستة (تقریب) قاسم بن مخیمرة ابو عروة همدانی کوفی ثقة فاضل روى له البخاری ومسلم والاربعة اھ (تقریب) عبدالرحمٰن

بن لیلی الانصاری کوفی ثقۃ روی لہ الستۃ (تقریب) صلۃ بن زفر عبدی کوفی ثقۃ جلیل روی لہ الستۃ (تقریب) شفیق بن سلمۃ الاسدی کوفی ثقۃ مخضرم روی لہ الستۃ (تقریب) شریح بن ھانیٔ حارثی کوفی مخضرم ثقۃ (تقریب) شریح بن النعمان صائدی کوفی (ترمذی) شریح بن الحارثی کندی کوفی قاضی وشریح بن ھانی کوفی (ترمذی) سعید بن جبیر اسدی کوفی ثقۃ ثبت فقیہ روی لہ الستۃ (تقریب) سالم بن ابی الجعد غطفانی اشجعی کوفی ثقہ روی لہ الستۃ (تقریب) سائب بن مالک والد عطاء کوفی ثقۃ (تقریب) سفیان بن عیینہ ثقۃ حافظ فقیہ امام حجۃ روی لہ الستۃ (تقریب) *اصل پیدائش کوفہ کی ہے (ضیاء الساری)* حبیب بن ابی ثابت اسدی کوفی ثقۃ فقیہ جلیل روی لہ الستۃ (تقریب) محمد بن المنتشر ھمدانی کوفی ثقۃ (تقریب) مسعر بن کدام ھلالی کوفی ثقۃ ثبت فاضل روی لہ الستۃ (تقریب) مسلم بن صبیح ابو الضحیٰ عطاء ھمدانی کوفی ثقۃ فاضل (تقریب) موسی بن ابی عائشۃ ھمدانی کوفی ثقۃ عابد روی لہ الستۃ (تقریب) منصور بن المعتمر سلمی کوفی ثقہ ثبت روی لہ الستۃ (تقریب) *یہ اثبت اہل کوفہ ہیں (ترمذی)* محارب بن دثار سدوسی کوفی قاضی ثقۃ امام زاھد روی لہ الستۃ (تقریب) عثمان بن عاصم بن حصین اسدی کوفی ثقہ ثبت سنی روی لہ الستۃ (تقریب) *ان کی نظیر صحیحین کے رواۃ میں نہیں ہے (نووی شرح مسلم) یہ کوفہ کے بیس محدثوں کے نام میں نے پیش کئے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کے حافظ ثقاہت، عدالت ضبط حدیث۔ فقاہت۔ اتقان کے جملہ محدثین قائل ہیں۔ یہ وہ ائمہ ہیں کہ جن سے بخاری مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ وہ رواۃ حدیث ہیں جن میں کسی قسم کی خرابی کوئی متنفس ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ وہ محدثین ہیں جن کی حدیثیں اور راویوں کے اعتبار سے زیادہ مستند*

ہیں۔ یہ وہ راوی ہیں کہ کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ کا مدار ان ہی جیسے حضرات پر ہے۔ پس منہ اٹھا کر یہ کہہ دینا کہ تمام کوفہ والوں کی حدیث میں کدورت ہے غلط اور بالکل غلط ہے اور نہ خطیب اور صاحب تدریب کی یہ مراد ہے ورنہ یہ قول ان کا نقلاً عقلاً دونوں طرح غلط ہے جس کی طرف ادنےٰ عقل والا توجہ نہیں کر سکتا۔ نیز یہ جرح مبہم ہے جو مقبول نہیں چنانچہ گزر چکا۔ عوام کو دھوکہ میں ڈالنا مقصود ہے ورنہ اظہار حق اس کا نام نہیں ہوتا کہ ابوحنیفہ کی عداوت میں جو جی میں آیا بک دیا اور اس کا خیال نہ فرمایا کہ لکل فرعون موسیٰ مگر آپ کیا کریں۔

نیش عقرب نہ از پے کین ست
مقتضائے طبیعتش این ست

ناظرین! یہ ہے ان حضرات کا علمی سرمایہ اسی پر اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور ظاہری ایمان یہ ہے ع ما اہل حدیثیم و دغا را نہ شناسیم۔

اعتراض 9 **قولہ** ۔ پس جب سب کے سب ایک ہی لاٹھی کے ہانکے ہیں تو امام ابوحنیفہ کیسے قوی الحافظہ ہو سکتے ہیں اھ اقول۔ ناظرین ابھی آپ کو دودھ اور پانی علیحدہ ہو کر معلوم ہو چکا ہے جس پر مؤلف کو بہت فخر ہے اس کی حقیقت سے پردہ اٹھ چکا ہے کہ یہ صرف دھوکہ ہے جس کرتوت پر ناز تھا اس کا تار تار علیحدہ علیحدہ ہو گیا ہے کوفہ والے اور عراق والے قوی حافظہ اور امام ابوحنیفہ بھی قوی حافظہ ہیں جبھی تو حافظ ذہبی شافعی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر کیا اور بہت ثنا و صفت کی ہے مگر ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب ست
گل ست سعدی در چشم دشمناں خار ست

ثانیاً اگر بفرض محال یہی تسلیم کر لیا جائے کہ کوفہ اور عراق والے ضعیف اور کمزور حافظہ والے تھے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ابوحنیفہ بھی ایسے ہی تھے، حضرت من اس میں لزوم عادی بھی نہیں عقلی تو کجا۔ ان دونوں میں ملازمت ثابت کرنا آپ کے ذمہ ہے ورنہ اثبات مدعا سے آپ کوسوں دُور ہیں و دونہ خرط القتاد۔ ثالثاً یہ دونوں قول جو آپ نے تدریب سے نقل کئے ہیں قضیہ مہملہ ہے جو قوت جزئیہ میں ہے۔ پس ثبوت مدعا میں ناکافی ہیں اور اگر کلیہ مراد ہے تو بالکل غلط ہے جو ابھی بیان کر چکا ہوں اور ایک مختصر سی

فہرست ناموں کی گنا چکا ہوں۔ اس خرابی کے ابطال پر دلیل قائم کرنا چاہیئے مگر ؎

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

یہ وہ گڑ نہیں ہے جو چیونٹے کھا جائیں۔ بلکہ یہ مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص ابوجہل اور ابولہب کی عداوت میں مکہ کے تمام صحابہ وغیرہ کو بُرا کہنے لگے یا ایک مسلمان کوئی بُرا کام کرے تو اس کی وجہ سے تمام بُرے ہو جائیں یا ایک نے کوئی حق بات کہی تو سب سے عداوت رکھنی ضروری ہے۔ یہ عجب منطق ہے جس کو اہل حدیث زمانہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اعتراض عـ۱۰ **قولہ**۔ اب ابوحنیفہ کی بابت خاص قول سنو۔ تخریج ہدایہ ابن حجر فاروقی فی حاشیۃ صفحہ ۹۳ میں ہے۔ قال صاحب المنتظم عن عبداللہ بن علی بن المدینی قال سالت ابی عن ابی حنیفۃ فضعفہ جدا انتہی یعنی علی بن مدینی کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ علی بن مدینی سے ابوحنیفہ کا حال پوچھا تو انہوں نے نہایت ضعیف بتلایا اھ **اقول** ؎

ہوشیار اے چرخ ظالم ہوشیار
دیکھ ہم نے آہ آتشبار کی

ناظرین یہ وہ عبارت ہے جس پر مؤلف رسالہ کو ناز ہے اسی عبارت کی وجہ سے حافظ ابن حجر کو مضعفین امام ابوحنیفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر کی کتاب تقریب التہذیب وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اقرب الی الصواب اور اعدل اور صحیح قول لکھنے کی شرط کی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہ کا ترجمہ لکھا ہے لیکن کوئی لفظ اس عبارت میں ایسا نہیں ہے جس سے امام ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کا وہم بھی ہو۔ وہ فرماتے ہیں۔ النعمان بن ثابت الکوفی ابوحنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس ویقال مولی بنی تیم فقیہ مشہور من السادسۃ مات سنۃ خمسین ومائۃ علی الصحیح ولہ سبعون سنۃ روی لہ الترمذی والنسائی اھ اگر امام ابوحنیفہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک ضعیف ہوتے یا ان کو ان کی تضعیف کا علم صحیح طریق سے ہوتا تو ضرور تقریب میں اپنی شرط کے مطابق لکھتے معلوم

ہوتا ہے کہ یاروں کی گڑھی ہوئی بات ہے ع یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے حافظ ابن حجر پر بہتان باندھا ہے۔ نہ معلوم آپ کس جون میں تھے جس وقت رسالہ تصنیف فرمایا غالبًا کوئی کتاب اٹھا کر نہیں دیکھی ورنہ کبھی اس قسم کی بکواس سرزد نہ ہوتی دوسرے حافظ ابن حجر نے خود تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ کی توثیق نقل کی ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے۔ قال محمد بن سعد سمعت یحیی بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظه وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث اھ اس عبارت نے میدان صاف کر دیا ورنہ ضرور اس کو رد کرتے اور تضعیف ثابت کرتے بلکہ انہوں نے جرح کو رد کر دیا ہے جو بعض متعصبوں نے امام صاحب پر کی ہے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں جس کا نام الہدی الساری ہے فرماتے ہیں۔ ومن ثم لم یقبل جرح الجارحین فی الامام ابی حنیفة حیث جرحه بعضهم بکثرة القیاس وبعضهم بقلة معرفة العربیة وبعضهم بقلة ررایة الحدیث فان هذا کله جرح بما لا یجرح الراوی اھ (مقدمہ) اور اسی سبب سے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے حق میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً بعض نے کثرتِ قیاس کی وجہ سے اور بعض نے قلت عربیت کی وجہ سے اور بعض نے قلت روایت حدیث کی وجہ سے ان پر جرح کی ہے لیکن یہ ایسی جرح ہے جس سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا لہٰذا مقبول نہیں مردود ہے۔ حافظ کے اس قول نے تو ستم ڈھا دیا کہ امام ابوحنیفہ کو بالکل ہی بری کر دیا کہ جن لوگوں نے جرح کی ہے وہ مردود ہے اگر حافظ ابن حجر کے نزدیک قابل اعتبار ہوتی تو اس کی اور تائید کرتے نہ یہ کہ اس جرح کو مردود کر دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح وضعیف نہیں ان کو مضعفین امام میں شمار کرنا ان پر افترا اور بہتان باندھنا ہے ؎

یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا چھاچھ کو اپنی بتاتا نہیں کوئی کھٹا

زر کو جس وقت کسوٹی پہ کسا جائے گا حال کھل جائے گا سب اس کے کھرے کھوٹے کا
لاکھ تانبے پہ ملمع کو چڑھائے کوئی

اعتراض ۱۱ ناظرین نے حافظ ابن حجر کی تصریحات سے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ امام ابوحنیفہ اُن کے نزدیک ثقہ ہیں ضعیف نہیں۔ اسی طرح یحییٰ بن معین اور محمد بن سعد اور صالح بن محمد اسدی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ لہٰذا مؤلف رسالہ کا یہ قول بالکل غلط ہو گیا کہ آج تک جتنے محدث گزرے ہیں سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے کیونکہ یہ چار تو اس میں سے کم ہو گئے۔ تیسری عرض یہ ہے کہ یہ قول جو مؤلف رسالہ نے نقل ہے یہ حافظ ابن حجر کی کتاب درایہ میں جس کو تخریج احادیث ہدایہ سے تعبیر کیا ہے نہیں ہے بلکہ اس کے حاشیہ پر ہے۔ چنانچہ عبارت صاحب رسالہ سے ظاہر ہے۔ پس اس کو حافظ ابن حجر کی طرف منسوب کر کے ان کو مضعفین امام میں شمار کرنا یہ ایک اور جھوٹ اور افترا اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے ع ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی۔ اگر حافظ ابن حجر کی عبارت ہوتی تو درایہ میں بیان کرتے ہوتے ان کو کون مانع تھا۔ افسوس ہے ایسی جہالت اور نادانی پر کہ عداوت کی وجہ سے کچھ بھی خیال نہ رہا کہ میں کیا کرتا ہوں اور وہم منہیہ کا بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام کتاب میں کہیں پر بھی نہیں لکھا اور نہ سلف کی یہ عادت تھی کہ منہیات لکھیں، حاشیہ پر عبارت کا ہونا پکار کر بتلا رہا ہے کہ یہ کسی متعصب کی کرتوت ہے لہٰذا اس سے امام کے دامن ثقاہت پر کوئی داغ نہیں پڑ سکتا۔ چوتھے صاحب المنتظم اور علی بن مدینی کے بیٹے عبداللہ کے درمیان بہت فاصلہ ہے زمانہ دراز کا بُعد ہے سند میں انقطاع ہے یہ قول انھوں نے کس سے سُنا اور کہاں سے نقل کیا جب تک بطریق سند صحیح متصل ثابت نہ ہو قابل اعتبار اور لائق وثوق نہیں اور اس منقطع سند سے امام صاحب کے دامن عدالت پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی۔ پانچویں یہ قول منقطع السند علی بن مدینی کے دوسرے قول کے منافی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ روایت حدیث میں ان کے شاگرد سفیان ثوری اور ابن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر

بن عون ہیں ۔ اگر نقل کی ضرورت ہو تو ملاحظہ فرمایئے ۔ حافظ ابن حجر مکی شافعی خیرات حسان کے اڑتیسویں فصل میں فرماتے ہیں ۔ وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری و ابن المبارک وحماد بن زید وھشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ لا باس بہ انتہی اب تو ابن حجر مکی اور علی بن مدینی کے نزدیک بھی امام ابو حنیفہ ثقہ ثابت ہو گئے پہلے چار محدثوں میں ان دو کو شمار کر کے چھ تسلیم کر لیں تاکہ جملہ محدثین سے کچھ اور کمی ہو جائے اس قول کو عقود الجواہر المنیفہ کے مقدمہ کے صفحہ ۸ میں بھی نقل کیا ہے ۔ اب مؤلف رسالہ یا تو اس قول کو تسلیم کریں اس کی وجہ ترک بیان کریں یا اس کو قبول کریں اور اس کو چھوڑ دیں اور یا بقاعدۂ تعارض دونوں کو چھوڑ دیں اور یحییٰ بن معین ، شعبہ وغیرہ کے قول پر عمل کریں کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے ۔ چھٹے صاحب منتظم جو ابن جوزی ہیں تساہل میں ضرب المثل ہیں ۔ دیکھو امام سیوطی کی تدریب الراوی جس کا آپ بہت حوالہ دیا کرتے ہیں لہذا جب تک پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جاتے اس وقت تک اس قول کا اعتبار نہیں ۔ قال ابن حجر فیہ ای فی کتاب ابن الجوزی من الضرر ان یظن مالیس بموضوع موضوعا وعکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحا قال وتعیین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکتابین بتساھلھما اعدم الانتفاع بھما الا للعالم بالفن لانہ ما من حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیہ التساھل اہ تدریب (السعی المشکور) ادہر امام ابن الجوزی تشدد فی الجرح میں بھی مشہور ہیں ۔ ایک معمولی امر کی وجہ سے بھی راوی کو مجروح کر دیتے ہیں لہذا ان کے قول کا اعتبار نہیں ، خصوصاً امام صاحب کے بارے میں جب کہ ان کی توثیق کرنے والے ان سے بڑھ کر ہیں ، ساتویں یہ قول عبداللہ کا جس کو صاحب منتظم نے نقل کیا ہے یحییٰ بن معین کے اس قول کے بالکل خلاف ہے جس کو ابن حجر مکی نے خیرات حسان میں نقل کیا ہے وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ ماسمعت احدا ضعفہ اہ ابن معین سے کسی نے امام صاحب کے بارے میں

دریافت کیا تو انہوں نے کہا ثقہ ہیں، میں نے کسی کو نہیں سُنا کہ اس نے ابو حنیفہؒ کی تضعیف کی ہو۔ کیا یحییٰ بن معین اور ابو حنیفہ کے درمیان قرنوں اور صدیوں کا فاصلہ ہے کہ ابن مدینی کی تضعیف کی ان کو خبر نہ ہوتی اور ابن جوزی کو خبر ہو گئی تعجب ہے۔ اس قول کو خوب ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ ابن معین کے نزدیک کسی کی تضعیف ثابت نہیں اور نہ اس بارے میں کوئی قول انھوں نے سُنا یہ کلیہ ہے کیونکہ نکرہ نفی کے تحت میں داخل ہو رہا ہے لہٰذا اصلاً ضعف ثابت نہیں اور جس کسی نے تضعیف کی ہے اس کے قول کا اعتبار نہیں۔ اس کی بعینہٖ مثال قرآن شریف کے عدم ریب کی نفی کی سی ہے۔ خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں لاریب فیہ۔ اس قرآن میں شک ہے ہی نہیں۔ حالانکہ بہت سے کفار موجود تھے جو شک کرتے تھے لیکن ان کے شک وریب کا خدا تعالےٰ نے اعتبار نہ کیا اور بالکلیہ اس کی نفی کر دی۔ اسی طرح یحییٰ بن معین کے قول کا حال ہے کہ گو بعض نے ضعیف کہا ہو لیکن وہ ایسے نہیں جن کا قول امام ابو حنیفہ جیسے شخص کے بارہ میں مقبول ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ کسی نے تضعیف ہی نہیں کی اور میں نے تو کسی معتبر شخص کو ان کی تضعیف کرتے سُنا ہی نہیں۔ فافھم وتدبر فانہ دقیق۔ صفی الدین خزرجی خلاصہ تہذیب میں فرماتے ہیں، النعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفۃ امام العراق وفقیہ الامۃ عن عطاء ونافع والاعرج وطائفۃ وعنہ ابنہ حماد وزفر و ابو یوسف ومحمد وجماعۃ وثقہ ابن معین الخ صفحہ ۴۰۲۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ثقہ ہیں یہ ساتویں محدث ہیں۔ حافظ ابو الحجاج مزی یوں رقمطراز ہیں۔ قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ وقال صالح بن محمد الاسدی عنہ کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث اھ (تہذیب الکمال)، یہ آٹھویں محدث ہیں جو تسلیم کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ ثقہ ہیں، حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ قال صالح بن محمد جزرۃ وغیرہ سمعنا یحیی بن معین یقول ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث وروی احمد بن محمد بن محرز

عن ابن معین لا باس بہ انتھی (تذھیب التھذیب) یہ نویں محدث ہیں جو ثقاہت ابو حنیفہ کے قائل ہیں اور صالح بن محمد جزرہ دسویں اور احمد بن محمد بن محرز گیارہویں محدث ہیں جو توثیق کو نقل کرتے ہیں اور کم از کم ذہبی کے لفظ غیرہ اور صالح کے لفظ سمعنا سے ایک تو اور سمجھنا چاہیئے تو بارہ محدث ہو جاتے ہیں جو ثقاہت ابو حنیفہ کے قائل ہیں۔ آٹھویں چونکہ امام ابو حنیفہ کے بہت سے حاسد تھے۔ اس لئے ان کی طرف بہت سی ایسی باتیں منسوب کر دیا کرتے تھے جو عیوب کی صورت میں ہوتی تھیں۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ علی بن المدینی کے سامنے کسی حاسد نے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو جس کی وجہ سے یہ قول اُن سے صادر ہوا اور جب تحقیق ہوئی تو فرمایا کہ ابو حنیفہ ثقۃ لا باس بہ ہیں۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ علی بن المدینی کے استاذ الاستاذ ہیں اور شیخ الشیخ ہیں۔ اس بنا پر اور بھی تحقیق کی اُن کو ضرورت ہوئی ہوگی۔ ولا شک ایضا ان الامام ابا حنیفۃ کان لہ حساد کثیرون فی حیوتہ وبعد مماتہ الخ (خیرات حسان) تو جو لوگ آپ سے بغض و حسد رکھتے ہیں اُن کا قول امام کے بارے میں ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا۔ دارقطنی، بیہقی۔ ابن عدی وغیرہ کو خاص تعصب امام سے تھا اسی وجہ سے سختی کے الفاظ اُن سے شان امام میں سرزد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور مغفرت کرے آمین۔ اسی طرح حافظ ابن عبد البر نے بھی جامع العلم میں بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے حاسد کثرت سے تھے جو امام پر افترا پردازی کیا کرتے تھے وکان ایضا مع ھذا یحسد وینسب الیہ مالیس فیہ ویختلق علیہ مالا یلیق بہ اھ (عقود الجواہر صفحہ ۱۰ و خیرات حسان) یہی وجہ تھی کہ نقادان فن حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی ابو الحجاج مزی۔ صفی الدین خزرجی۔ ابن حجر مکی۔ ابن عبد البر مغربی وغیرہم نے اُن جروح کی طرف قطعاً التفات نہیں کیا بلکہ ان کے جوابات شافیہ دے کر ان کو رد کر دیا اور امام کی توثیق و امامت وغیرہ کے قائل ہو گئے۔ حافظ ابن عبد البر تیرہویں شخص ہیں جو امام ابو حنیفہ کی ثقاہت کے قائل ہیں۔ علامہ محمد طاہر نے آپ کا ترجمہ بسط کے ساتھ لکھا ہے اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے امام ابو حنیفہ کا ضعیف ہونا ثابت

ہوتا ہو فرماتے ہیں۔ ولو ذهبنا الى شرح مناقبه لاطلنا الخطب ولم نصل الى الغرض فانه كان عالما عاملاً عابدًا ورعًا تقيًا امامًا فى علوم الشريعة وقد نسب اليه من الاقاويل ما يجل قدره عنها من خلق القرآن والقدر والارجاء وغير ذلك ولا حاجة الى ذكر قائلها والظاهر انه كان منزهًا عنها ويدل عليه ما يسر الله له من الذكر المنتشر فى الآفاق وعلمه الطبق الارض والاخذ بمذهبه وفقهه فلو لم يكن لله سر خفى فيه لما جمع له شطر الاسلام او ما يقاربه على تقليده حتى عُبِدَ الله بفقهه وعمل برايه الى يومنا ما يقارب اربعمائة وخمسين سنة وفيه اول دليل على صحته وقد جمع ابو جعفر الطحاوى وهو من اكبر الآخذين بمذهبه كتابا سماه عقيدة ابى حنيفة وهى عقيدة اهل السنة وليس فيه شئ مما نسب اليه واصحابه واخبر بحاله وقد ذكر ايضا سبب قول مَنْ قال عنه ولا حاجة لنا الى ذكره فان مثل ابى حنيفة ومحله فى الاسلام لا يحتاج للاعتذار اھ مختصراً۔ جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اگر امام صاحب کے مناقب ہم بیان کرنا شروع کریں تو دفتر سیاہ ہو جائیں مگر اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ ابوحنیفہ عالم، عامل، عابد، پرہیزگار، متقی، علوم شریعت کے امام تھے۔ بعض امور کی اُن کی طرف نسبت کی گئی لیکن ان کی شان اور مرتبہ ان سے پاکدامنی میں بالاتر ہے۔ ان امور کے قائلین کے ذکر کرنے کی ہم کو حاجت نہیں یہ بات ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا دامن ان باتوں سے پاک و منزہ تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے ذکر خیر کو اطراف عالم میں پھیلا دیا۔ اور ان کے علم نے دنیا کو گھیر لیا۔ اطراف عالم میں ان کے مذہب و فقہ پر عمل ہو رہا ہے اگر خداوند تعالیٰ کو ان کے ساتھ کوئی تعلق رحمۃً وفضلاً نہ ہوتا جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے تو آج نصف اہل اسلام یا اس کے قریب ان کی تقلید نہ کرتے حتیٰ کہ ان کے فقہ کے سبب سے خدا کی عبادت کی جانے لگی اور ہمارے زمانہ تک ان کے اقوال پر عمل ہو رہا ہے جو تقریباً ساڑھے چار سو سال ہوتے ہیں۔ ان کے حق پر ہونے کی یہ پہلی

دلیل ہے امام طحاوی نے جو اُن کے مذہب کے پیروکاروں میں بڑے متبع ہیں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام عقیدہ ابی حنیفہ رکھا ہے۔ اس میں امام اور ان کے شاگردوں کے عقائد واقوال وافعال بیان کئے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو امام صاحب اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کی جاتی ہے ونیز اقوال کے وجوہ بھی بیان کئے ہیں جو امام کی طرف جھوٹے نسبت کئے گئے ہیں ہم کو اس جگہ ان کے ذکر کی ضرورت نہیں اس لئے کہ امام ابوحنیفہ جیسے شخص کا جو مرتبہ اسلام میں ہے اُس کو عذر کرنے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں اس عبارت سے تمام امور کا جواب ہو گیا۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ علامہ محمد طاہر چودہویں شخص ہیں جو امام ابوحنیفہ کی تعریف کرتے اور ان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ جو یہ خیال کرے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا یا کسی قسم کی جرح کی ہے تو اس کا قول غلط اور بالکل غلط ہے۔ نویں چونکہ علی بن مدینی نے قول مذکور میں کوئی ضعف کی وجہ نہیں بیان کی اور نہ اُن کے صاحبزادے اور صاحب المنتظم نے کوئی سبب ضعف بیان کیا اس لئے یہ جرح مبہم ومجمل ہے جو چنداں قابل اعتبار واعتماد نہیں۔ جرح مقبول اور راوی میں عیب پیدا کرنے والی وہی ہوتی ہے جو مفسر ہو۔ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں۔ بعد ان یوثق الراوی من جهة المزكين قد يكون مبهمًا غير مفسر ومقتضى قواعد الاصول عند اهله انه لا يقبل الجرح الا مفسرًا اھ (شرح الامام باحاديث الاحكام) لا يقبل الجرح الا مفسرًا مبين السبب اھ (نووی شرح مسلم) پس اس قول کا اعتبار نہیں۔ دسویں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے روایت وتوثیق کرنے والے اور ثناخواں اُن حضرات سے زیادہ ہوں جو جرح کرنے والے ہیں تو جرح کرنے والے کا قول حد اعتبار سے خارج ہے۔ قال ابو عمر و یوسف بن عبد البر الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه والذین تکلموا فیه من اهل الحدیث اکثر ما عابوا علیه الاغراق فی الرای والقیاس ای وقد مرّ ان ذلك لیس بعیب اھ (عقود الجواہر صفحہ ۰ او خیرات حسان،

فصل اڑتیسویں) اسی طرح امام ابو حنیفہ ہیں کہ ان سے روایت حدیث کرنے والے اور ان کے ثنا خواں اور توثیق کے قائل جارحین سے زیادہ ہیں لہٰذا ان کے مقابلہ میں بعض کے قول کا اعتبار ہی نہیں، نیز اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حافظ ابن عبد البر کے نزدیک بھی امام صاحب کی توثیق کے جو محدث قائل ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا مؤلف رسالہ کا یہ قول کہ آج تک جتنے محدث گزرے ہیں سب نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے سراسر کذب و افترا ہے اور نقش بر آب ہے۔ ناظرین یہاں تک تو قول علی بن مدینی کے متعلق گفتگو تھی۔ اس جملہ تقریر سے تقریباً تمام رسالہ کی باتوں کا جواب ہو گیا۔ ہر ایک قول کو لے کر علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی اپنے نئے مہمان اور فخر زمانہ مؤلف رسالہ کی قابلیت کو طشت از بام کرنے کے واسطے اقوال نقل کر کے جوابات پیش کرتا ہوں۔ مثل ہے کہ جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا دینا چاہیئے تاکہ مؤلف کے دل میں کوئی ہوس باقی نہ رہے۔

قولہ: ایسے بہت سے اقوال ہیں ہم بالتصریح ان کو کہاں تک لکھیں **اقول** صرف دو قول آپ نے پیش کئے۔ جن کی حقیقت یہاں تک معلوم ہوئی۔ کاش کہ آپ اور بھی اقوال نقل کر دیتے تو دنیا کو معلوم تو ہو جاتا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں اور آپ کی حقانیت عالم پر روشن ہو جاتی۔ لیکن ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست۔

قولہ: صرف ہم ان محدثین کے نام مع حوالہ کتب جنھوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے لکھ دیتے ہیں لو سنو اور گنو الخ **اقول** ؎

قاضی ار با ما نشیند برفشاند دست را   محتسب گر مے خورد معذور دارد مست را

اعتراض ۱۳ ناظرین: مؤلف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام گنائے ہیں جن پر اُن کو بڑا فخر ہے کہ ان حضرات نے ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے خیر ایں ہم غنیمت ست۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ابو حنیفہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ہزاروں لاکھوں محدثین و علماء ہر قرن میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف ایک سو گیارہ ایسے ہیں جنھوں نے امام ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہے اور باقی سب ان کی امامت اور ثقاہت عدالت

وغیرہ کے قائل ہیں۔ لہٰذا اگر ان حضرات کی جرح امام کے حق میں بالفرض ثابت ہو جاتے تو اُن ہزاروں کے مقابلہ میں جو ثقاہت کے قائل ہیں کوئی وقعت نہیں رکھتی اور اس سے امام صاحب کے دامن علوِ مرتبت پر کسی قسم کا دھبہ نہیں آسکتا۔ دوسرے مجھے عجب پر عجب اس لئے اور پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں مگر جھوٹ بولنے پر ان کو اتنی جرأت کیوں ہو جاتی ہے۔ اسوۂ رسول کا تو یہ اثر ہے ہی نہیں کہ کوئی شخص عامل بالحدیث ہو کر کذب وافترا پر کمر باندھے اور اس کو دنیا کی لاج اور عاقبت کے انجام کی پروا نہ ہو حاشا وکلا۔ تو پھر مؤلف رسالہ نے ایسا کیوں کیا اور روز روشن میں عالم کی آنکھوں میں کیوں خاک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا اس کو خبر نہیں لکل فرعونِ موسیٰ ع۔ تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ مگر پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مخلوق خدا میں سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ دنیا کی ترکیب اسی پر واقع ہے ورنہ نظام عالم میں خرابی پیدا ہو ؎ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے۔ اس لئے ایسے حضرات کی بھی ضرورت ہے کہ جھوٹ بول کر عوام کو بہکائیں مگر ہم خوش ہمارا خدا خوش ؎

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　کلامِ تلخ مے زیبد لبِ لعلِ شکر خارا

اس لئے ہم تو مؤلف رسالہ کو دعا ہی دیتے رہیں گے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ چاند پر تھوکنے سے اپنے منہ پر تھوک پڑتا ہے جس کو دنیا جانتی ہے۔ تیسرے ناظرین مؤلف رسالہ نے اپنے رسالہ میں یہ قاعدہ برتا ہے کہ جس کسی نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ کا نام بھی لے لیا خواہ کہیں پر بھی ذکر کیا ہو بس وہ امام کی تضعیف کرنے والوں میں سے ہے۔ یہی سمجھ کر مؤلف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام شمار کئے ہیں۔ ایسی کرتوتیں صرف مؤلف رسالہ سے ہی سرزد نہیں ہوئیں بلکہ اُن کے ہم نوا اور دوسرے بھی ایسے ہی کیا کرتے ہیں تو الولد سر لابیہ سے ہونا ہی چاہیئے والشجرۃ تنبئ عن الثمرۃ کا مصداق بننا ہی ضروری ہے مگر ؎

نہ خنجر اٹھے ہے نہ تلوار اُن سے　　یہ بازو مرے آزماتے ہوتے ہیں

جو امور آپ کے پہلوں کو نہ معلوم ہوتے وہ آپ نے پورے کئے ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ اب میں ناظرین کی ضیافت طبع کے واسطے نام ان حضرات کے جن کو مؤلف نے جارحین میں شمار کیا ہے پیش کرتا ہوں۔ جن سے مؤلف رسالہ کی دیانت داری اور علمیت معلوم ہو جائے گی اور حقانیت و سچائی کا روز روشن کی طرح اظہار ہو جائے گا۔

ایک ابوداؤد سجستانی صاحب سنن ہیں جن کو سخت ضعیف کہنے والوں میں سے مؤلف نے شمار کیا ہے مگر اس کی تغلیط حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کر دی ہے ابوداؤد کا قول امام صاحب کے بارے میں یہ نقل کیا ہے وقال ابو داؤد ان ابا حنیفۃ کان اماماً اھ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ شریعت کے امام تھے۔ اب ناظرین پر انصاف ہے کہ وہ تو امام کی تعریف کر رہے ہیں اور مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ انہوں نے سخت ضعیف کہا ہے ؎

چراغِ مردہ کجا نورِ آفتاب کجا ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

کہئے کون سچا ہے ذہبی یا مؤلف رسالہ۔ ابوداؤد کے اس قول کو حافظ ابن عبدالبر مالکی نے بھی اپنی کتاب العلم میں نقل کیا ہے اور وہ بھی سند کے ساتھ فرماتے ہیں حدثنی عبد اللہ بن محمد بن یوسف حدثنا ابن رحمون قال سمعت محمد بن بکر بن داسۃ یقول سمعت ابا داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی یقول رحمہ اللہ مالکا کان اماما رحمہ اللہ الشافعی کان اماما رحمہ اللہ ابا حنیفۃ کان اماما (عقود الجواہر ص۹) اگر امام ہونے کے معنے ضعیف ہونے کے ہیں تو بے شک مؤلف کا قول صحیح ہے ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ مؤلف کا قول غلط ہے۔ دوسرے حافظ ابن حجر ہیں ان کے متعلق ما سبق میں، میں بیان کر چکا ہوں کہ حافظ نے تہذیب التہذیب اور تقریب میں کہیں بھی امام کی تضعیف نہیں کی بلکہ مقدمہ میں تردید کر چکے ہیں اور ان کے نزدیک امام ابوحنیفہ مسلم الثبوت ثقہ ہیں۔ چنانچہ تینوں کتابوں کی عبارت میں نقل کر چکا ہوں۔ تیسرے علی بن المدینی ہیں جن کے قول کے متعلق مفصل بحث گزر چکی ہے اور ابن حجر مکی شافعی کی خیرات حسان اڑتیسویں فصل سے نقل کر چکا

ہوں کہ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے ان میں کوئی عیب نہیں۔ چوتھے حافظ ابن عبدالبر ہیں ان کے اقوال بھی مختلف مقامات میں امام صاحب کے بارے میں منقول ہوچکے ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ ان کے نزدیک امام ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ کتاب العلم میں خاص ایک باب اسی مبحث میں انھوں نے لکھا ہے اور معترضین کے جوابات دے کر امام کی ثقاہت و عدالت، تقویٰ و پرہیزگاری، علم و فضل کو علیٰ وجہ الکمال ثابت کیا ہے۔ اور اس کا ملخص صاحب عقود الجواہر نے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔ وہاں مطالعہ کرنا چاہیے۔ پانچویں یحییٰ بن معین ہیں ان کا قول ماتقدم میں مختلف کتابوں سے نقل کرچکا ہوں کہ اُن کے نزدیک امام صاحب حدیث میں ثقہ تھے۔ چھٹے ابن حجر مکی ہیں۔ انھوں نے ایک مستقل کتاب امام صاحب کے مناقب میں لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں اور معترضین کے اعتراضات کا بالکلیہ استیصال کردیا۔ اُن کی کتاب خیرات حسان سے میں چند عبارتیں نقل کرچکا ہوں۔ ساتویں شعبہ ہیں جن کے بارے میں خیرات حسان میں یہ قول نقل کیا ہے کہ شعبہ کا اچھا خیال امام صاحب کے بارے میں تھا۔ قال الحسین بن علی الحلوانی قال لی شبابۃ بن سوار کان شعبۃ حسن الرائی فی ابی حنیفۃ اھ (عقود الجواہر ص۸) حافظ ابن حجر مکی نے خیرات حسان میں ابن عبدالبر، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین اور شعبہ کا قول نقل کیا ہے جس کی یہ عبارت ہے۔ قال ابوعمر و یوسف بن عبد البر الذین رووا عن ابی حنیفۃ ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ من اہل الحدیث اکثر ما عابوا علیہ الاغراق فی الرأی والقیاس ای وقد مر ان ذلك لیس بعیب وقد قال الامام علی بن المدینی ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارك وحماد بن زید وہشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وجعفر بن العوام وہو ثقۃ لا باس بہ وکان شعبۃ حسن الرائی فیہ وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا اھ۔ اسی طرح صاحب عقود الجواہر نے یہ اقوال نقل کئے ہیں۔ پس مؤلف رسالہ کا یہ کہنا کہ ان حضرات نے ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے غلط اور بالکل غلط

ہے، آٹھویں تاج الدین سُبکی ہیں جنہوں نے ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے یعنی توثیق کے قائل ہیں۔ چنانچہ اپنے طبقات میں تصریح کی ہے اور جن لوگوں نے جرح کی ہے اُن کے قول کو رد کر دیا بایں وجہ کہ جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو جاتے، اور اس کی طاعات معاصی پر غالب ہوں اس کے مدح کرنے والے مذمت کرنے والوں پر زیادہ ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں کسی کی جرح گو وہ مفسر ہی کیوں نہ ہو مقبول نہیں خصوصًا ایسی حالت میں جب کہ کوئی قرینہ ایسا بھی اُس جگہ موجود ہو کہ یہ جرح کسی تعصب مذہبی اور مناقشہ دنیوی پر مبنی ہے۔ اس وجہ سے امام ابوحنیفہ کے متعلق سفیان ثوری کے قول کا اور امام مالک کے متعلق ابن ابی ذیب وغیرہ کا کلام اور امام شافعی کے متعلق ابن معین کے قول کا اعتبار نہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے۔ و فی طبقات شیخ الاسلام التاج السبکی الحذر، کل الحذر، ان تفهموا ان قاعدتهم الجرح مقدم علی التعدیل علی اطلاقها بل الصواب ان من ثبتت امامته وعدالته وکثر مادحوه وندر جارحه وکانت هناك قرینة دالة علی سبب جرحه من تعصب مذهبی او غیره لم یلتفت الی جرحه ثم قال ای التاج السبکی بعد کلام طویل قد عرفناك ان الجارح لا یقبل جرحه فی حق من غلبت طاعاته علی معاصیه ومادحوه علی ذامیه ومزکوه علی جارحیه اذا کانت هناك قرینة تشهد بان مثلها حامل علی الوقیعة فیه من تعصب مذهبی او مناقشة دنیویة وحینئذ فلا یلتفت بکلام الثوری فی ابی حنیفة وابن ابی ذیب وغیره فی مالك وابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد بن صالح ونحوه قال ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون وهلك فیه هالکون اه (الخیرات الحسان) ناظرین ملاحظہ فرمائیں ع الفضل ما شہدت به الاعداء۔ کمال یہ ہے کہ مخالف بھی تسلیم کر لیں کہ یہ بزرگی وفضیلت ہے۔ اب اتنے علماء کو ان ایک سو گیارہ میں سے خارج کر دیں اور مؤلف رسالہ کو ان کی کوتاہ نظری اور افترا پردازی کی داد دیں۔ ایک حافظ

ذہبی ہیں جن کے بارہ میں یہ زعم ہے کہ انھوں نے بھی سخت ضعیف کہا ہے اور میزان الاعتدال کا حوالہ دیا ہے۔ میزان کی عبارت کے متعلق تو بعد میں عرض کروں گا کہ اس کی امام ذہبی کی طرف نسبت کرنا صحیح بھی ہے یا نہیں یا ان پر یوں ہی یار لوگوں نے ہاتھ صاف کر کے افترا کیا ہے۔ اول میں حافظ ذہبی کی وہ عبارت جو انھوں نے امام صاحب کے مناقب میں تذکرۃ الحفاظ میں پیش کی ہے نقل کرتا ہوں اس عبارت کے ملاحظہ کے بعد فوراً ہی ہر انصاف پسند اور ادنیٰ عقل والا پکار اٹھے گا کہ میزان کی عبارت کی نسبت حافظ ذہبی کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ابوحنیفة الامام الاعظم فقیہ العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی الکوفی مولده سنة ثمانین رائی انس بن مالك غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة رواه ابن سعد عن سیف بن جابر عن ابی حنیفة انه کان یقول وحدث عن عطاء ونافع وعبد الرحمٰن بن هرمز الاعرج وسلمة بن کهیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادة وعمرو بن دینار وابی اسحٰق وخلق کثیر تفقه به زفر بن هذیل وداؤد الطائی والقاضی ابویوسف ومحمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد ونوح الجامع وابومطیع البلخی وعدة وکان تفقه بحماد بن ابی سلیمان وغیره وحدث عنه وکیع ویزید بن هارون وسعد بن الصلت وابوعاصم وعبد الرزاق وعبید الله بن موسیٰ وبشر کثیر وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب قال ابن المبارك ابوحنیفة افقه الناس وقال الشافعی الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة و روی احمد بن محمد بن القاسم عن یحییٰ بن معین قال لا باس به ولم یکن متهما ولقد ضربه یزید بن هبیرة علی القضاء فابی ان یکون قاضیا وقال ابوداؤد ان اباحنیفة کان اماما وقال بشر بن الولید عن ابی یوسف قال کنت امشی مع ابی حنیفة فقال رجل لآخر هذا ابوحنیفة

ينام الليل فقال والله لا يتحدث الناس عني بما لم افعل فكان يحيى الليل صلوة ودعاء وتضرعا قلت ومناقب هذا الامام قد افردتها في جزء اه كلامه فيها۔ اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے تعریف نہ ثابت ہوتی ہو۔ اس عبارت سے کوئی متنفس، ہٹ دھرم، ضدی بھی اپنے مطلب کے موافق کھینچ تان کر بھی نہیں نکال سکتا۔ فرماتے ہیں امام اعظم جن کو فقیہ عراق کا لقب ملا ہوا ہے جن کا نام نعمان بن ثابت تیمی کوفی ہے جن کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں کئی مرتبہ دیکھا۔ جس کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں، امام نے حدیث کی روایت عطاء، نافع عبدالرحمن اعرج۔ سلمۃ بن کہیل۔ ابی جعفر محمد بن علی، قتادہ۔ عمرو بن دینار۔ ابو اسحاق اور ایک جماعت محدثین سے کی ہے۔ فن فقہ کو ابوحنیفہ سے زفر بن ہذیل۔ داؤد طائی قاضی ابو یوسف۔ محمد بن الحسن۔ اسد بن عمرو۔ حسن بن زیاد۔ نوح جامع۔ ابو مطیع بلخی اور ایک جماعت نے حاصل کیا ہے۔ اور خود امام ابوحنیفہ نے فقہ کو حماد بن ابی سلیمان وغیرہ سے حاصل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت وکیع۔ یزید بن ہارون۔ سعد بن الصلت۔ ابو عاصم، عبدالرزاق، عبیداللہ بن موسیٰ اور بہت سے محدثین نے کی ہے۔ ابوحنیفہ امام، متقی۔ پرہیزگار، عالم، عامل، عبادت گزار، رفیع شان والے تھے، بادشاہوں کے ہدایا قبول نہیں کرتے خود تجارت اور کسب کرتے تھے اسی سے اپنی معیشت دنیوی کا انتظام کیا کرتے تھے، عبداللہ بن مبارک (جو محدثین کے استاذ اور ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ فقہا میں فقیہ تر تھے۔ امام شافعی (جو امام محمد کے شاگرد اور صاحب مذہب مجتہد مطلق ہیں) فرماتے ہیں کہ فن تفقہ میں تمام فقہا ابوحنیفہ کی عیال اور خوشہ چین ہیں۔ احمد بن محمد بن القاسم یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ لا باس بہ اور غیر متہم ہیں (ابن معین کی اصطلاح میں کلمہ لا باس بہ ثقہ کے معنے اور مرتبہ میں ہے چنانچہ ماتقدم میں گزر چکا ہے) یزید بن ہبیرہ والی نے آپ کو قضاء کے قبول کرنے پر کوڑے بھی مارے لیکن قاضی ہونے سے انکار کر دیا۔ ابوداؤد سجستانی کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ

شریعت کے امام تھے۔ بشر بن الولید امام ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام کی ہمرکابی میں ایک روز چل رہا تھا کہ اتفاق سے سرِ راہ دو شخص آپس میں گفتگو کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے ابو حنیفہ کو دیکھ کر دوسرے سے کہا کہ بھئی یہی وہ ابو حنیفہ ہیں جو شب بھر سوتے ہی نہیں۔ جس وقت امام کے کان میں یہ آواز پہنچی اسی وقت قسم کھا کر فرمایا کہ میری طرف لوگ ایسے امور کی نسبت کرتے ہیں جن کو میں نے کیا ہی نہیں۔ بخدا آج سے شب کو سونے کا ہی نہیں۔ اس روز سے امام صاحب تمام شب نماز۔ دعا۔ زاری میں گزار دیتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کے مناقب ایک مستقل کتاب میں بیان کئے ہیں، اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام ذہبی، امام شافعی، ابن مبارک، احمد بن محمد بن قاسم، یحییٰ بن معین، ابو داؤد، بشر بن الولید، ابو یوسف، ابن سعد، سیف بن جعفر بھی امام ابو حنیفہ کے ثنا خواں اور مداح ہیں یہیں سے وہ قول مؤلف رسالہ کا صفحۂ ہستی سے مٹ گیا جس میں یہ فرماتے ہیں کہ آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام ؒ ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔ ناظرین ضعیفوں کی یہ تعریف نہیں ہوا کرتی جو ائمہ مذکورین نے کی ہے۔ علامہ ابن اثیر جزری جامع الاصول میں فرماتے ہیں۔ ولو ذهبنا الى شرح مناقبه وفضائله لاطلنا الخطب ولم نصل الى الغرض منها فانه كان عالماً عاملاً زاهداً عابداً ورعاً تقياً اماماً في علوم الشريعة مرضياً اھ۔ ناظرین ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیں جو علامہ نے امام والاشان کے بارے میں استعمال کئے ہیں۔ اب اس سے زبردست اور ارفع تعریف میں اور کیا لفظ ہو سکتے ہیں جن میں جملہ اوصاف کو ذکر کر دیا ہے جس کے بعد معاند کو بھی دم زدن کی مجال باقی نہیں رہتی۔ ایک ان ناموں میں سے سفیان ثوری کا بھی نام ہے اس کے دو جواب ہیں ایک وہ جو سبکی نے طبقات میں دیا جو ابھی گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر مکی شافعی خیرات حسان میں سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں کان ثقة صدوقاً في الحديث والفقه اھ۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ حدیث و فقہ میں ثقہ اور سچے تھے، اللہ کے دین پر مامون

تھے۔ کہیئے اب سفیان کی تضعیف کہاں گئی۔ اب خیال تو فرمایئے کہ ایک سو گیارہ میں سے کتنے علما۔ ضعیف کہنے والوں سے کم ہو گئے ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست ناظرین یہاں پر اتنا اور معلوم کریں کہ لفظ ثقہ تعدیل کی اعلیٰ قسم میں سے شمار کیا جاتا ہے چنانچہ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ کے صفحہ ۵۵ میں تصریح کی ہے۔ اما الفاظ التعدیل فعلی مراتب الاولیٰ قال ابن ابی حاتم اذا قیل للواحد انہ ثقۃ او متقن فھو ممن یحتج بحدیثہ وقال الخطیب ابوبکر ارفع العبارات فی احوال الرواۃ ان یقال حجۃ او ثقۃ اھ ملتقطا۔ ونیز میزان الاعتدال میں حافظ ذہبی نے اسی طرح تصریح کی ہے۔ ایک نام جارحین میں یحییٰ بن سعید القطان کا ہے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے۔ ناظرین امام صاحب کے بارہ میں یحییٰ یہ فرماتے ہیں بخدا ہم نے ابوحنیفہ سے اچھا قول کسی کا سُنا ہی نہیں اور ہم تو ان کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ عن ابن معین قال سمعت یحیی بن سعید القطان یقول لا نکذب علی اللہ ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ ولقد اخذنا باکثر اقوالہ (تہذیب الکمال وتذھیب التھذیب) اور عقود الجواہر صفحہ ۹ میں اس طرح نقل کیا ہے۔ وقال یحیٰی بن سعید ربما استحسنا الشیٔ من قول ابی حنیفۃ فناخذ بہ قال یحییٰ وقد سمعت من ابی یوسف الجامع الصغیر ذکرہ الازدی حدثنا محمد بن حرب سمعت علی بن المدینی فذکرہ من اولہ الیٰ اٰخرہ حرفا بحرف انتھیٰ۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یحییٰ بن سعید امام ابویوسف کے شاگرد بھی ہیں، غرض ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید نے تعریف کی ہے نہ بُرائی۔ اگر کوئی مدعی ہے تو اس کو کسی معتبر کتاب سے یحییٰ بن سعید کا یہ قول نقل کرنا چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ سخت ضعیف ہیں، صرف نام ذکر کر لے سے کام نہیں چل سکتا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے صفحہ ۲۸۰ میں یہ بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے وکان یحیی القطان یفتی بقول ابی حنیفۃ ایضا اھ اسی طرح وکیع بن الجراح بھی امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے چنانچہ محمد بن الحسین الموصلی

نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ قال یحییٰ بن معین ما رأیت احدا اقدمه علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفة وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا اھ (عقود الجواھر ص۸) ناظرین آپ کے خیال میں کیا یہ بات آسکتی ہے کہ ایک شخص کی بُرائی بھی کی جاتے اور پھر بُرا کہنے والا اُسی کے اقوال پر عمل بھی کرے اور اس کے قول کو مفتی بہ بھی سمجھے۔ یہ عجب بات ہے کہ بزعم مؤلف رسالہ امام ابوحنیفہ کو یحییٰ بن سعید بُرا بھی کہتے جاتے ہیں اور یہی ابوحنیفہ کے اقوال کو اچھا بھی سمجھتے اور وقت فتوے ان ہی کی طرف رجوع کرتے اور ان ہی کے تلمیذ کے شاگرد بھی بن جاتے ہیں ع اللہ تیری شان کے قربان جایئے۔ مؤلف رسالہ کو چاہیئے کہ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دے مگر ع ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کان ابوحنیفة فقیها معروفا مشهورا بالورع معروفا بالافضال علی الناس صبورا علی تعلیم العلم باللیل والنهار کثیر الصمت قلیل الکلام حتی ترد علیه مسئلة اھ (تبییض الصحیفة) امام صاحب مشہور فقیہ تھے ان کی پرہیزگاری اور تقوے کا شہرہ تھا۔ ان کی بخشش لوگوں پر عام تھی۔ روز و شب لوگوں پر تعلیم اَن کا مذاق تھا اپنے نفس کو اسی کا عادی کر دیا تھا۔ زیادہ تر خاموشی اُن کا شعار تھا۔ جب تک کوئی سوال اُن سے نہ کیا جاتے کلام نہیں کرتے تھے۔ عن ابراهیم بن عکرمة ما رایت فی عصری کله عالما اورع ولا ازهد ولا اعبد ولا اعلم من ابی حنیفة۔ ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے تمام عمر کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہ سے زیادہ پرہیزگار، زاہد، عابد، عالم ہو۔ وعن علی بن عاصم قال لو وزن عقل ابی حنیفة بعقل اهل الارض لرجح بهم۔ علی بن عاصم کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کی عقل کا موازنہ دنیا والوں کی عقل سے کیا جاتے تو امام ابوحنیفہ کی عقل ان پر راجح ہو جاتے گی اور وہ باعتبار عقل ان پر غالب رہیں گے۔ وعن وکیع قال کان ابوحنیفة عظیم الامانة وکان یوثر رضاء الله علی کل شئ ولو اخذته السیوف فی الله لاحتملها۔ وکیع بن الجراح کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ عظیم الامانت،

تھے وہ ہر شے پر خداوند تعالٰے کی رضامندی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان پر تلواریں بھی چلنے لگیں تو اُن کے زخموں کی برداشت کر لیتے۔ کیوں نہ ہو آپ لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق تھے۔ وعن ابن داؤد قال اذا اردت الآثار فسفیان و اذا اردت تلک الدقائق فابو حنیفۃ۔ ابن داؤد کا قول ہے اگر تم کو آثار و روایات کی ضرورت ہو تو سفیان کا دامن پکڑ لو اور فن حدیث و تفسیر کے دقائق و نکات معلوم کرنا ہوں تو امام ابوحنیفہ کی صحبت اختیار کرو۔ وعن عبد اللہ بن المبارک قال لولا ان اللہ اعاننی بابی حنیفۃ وسفیان الثوری لکنت کسائر الناس۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالٰے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ سے میری مدد نہ کرتا تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا کچھ نہ آتا۔ وعن محمد بن بشر قال کنت اختلف الی ابی حنیفۃ و سفیان فاتی اباحنیفۃ فیقول لی من این جئت فاقول من عند سفیان فیقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمۃ والاسود حضر لاحتاجا مثلہ واتی سفیان فیقول من این جئت فاقول من عند ابی حنیفۃ فیقول لقد جئت من عند افقہ اھل الارض۔ محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ جس وقت امام صاحب کے پاس میں آؤں تو وہ مجھ سے دریافت فرماتے کہاں سے آرہے ہو تو میں جواب دیتا کہ سفیان ثوری کے پاس سے آرہا ہوں اس وقت امام فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ اگر اس زمانہ میں علقمہ اور اسود موجود ہوتے تو اس جیسے شخص کے محتاج ہوتے۔ اور جب سفیان کے پاس جاتا تو وہ دریافت کرتے کہاں سے آرہے ہو تو میں کہتا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے آرہا ہوں تو سفیان فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آتے ہو جو روئے زمین کے لوگوں میں افقہ ہے وعن یزید بن ہارون قال ادرکت الناس فما رأیت احدا اعقل ولا اورع من ابی حنیفۃ۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا لیکن امام ابوحنیفہ سے زیادہ عقل مند اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا وعن اسماعیل بن محمد

الفارسی قال سمعت مکی بن ابراھیم ذکر ابا حنیفة فقال کان اعلم اھل الارض فی زمانہ۔ اسماعیل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم کو کہتے ہوئے سُنا کہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے علماء میں سب سے زیادہ علم والے تھے محمد بن حفص عن الحسن عن سلیمان انہ قال لا یقوم الساعة حتی یظھر قال علم ابی حنیفة۔ محمد بن حفص حسن سے روایت کرتے ہیں اور حسن سلیمان سے ناقل ہیں کہ سلیمان نے کہا جب تک ابوحنیفہ کا علم ظاہر نہ ہو قیامت نہ آئے گی۔ حتیٰ یظھر کے فاعل کی تفسیر انہوں نے علم ابوحنیفہ سے کی کہ اس سے امام ابوحنیفہ ہی کا علم مراد ہے۔ عن محمد بن احمد البلخی قال سمعت شداد بن حکیم یقول ما رأیت اعلم من ابی حنیفة، شداد بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ اما ابوحنیفة رحمة اللہ علیہ فلقد کان ایضا عابدًا زاھدًا عارفا باللہ خائفًا منہ مریدا وجہ اللہ بعلمہ الخ (احیاء العلوم) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ بھی عابد زاہد اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اللہ سے ڈرنے والے اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی اور رضامندی طلب کرنے والے تھے۔ ناظرین مؤلف رسالہ نے جارحین امام ابوحنیفہ میں امام غزالی کو بھی شمار کیا ہے، احیاء العلوم میں تو انھوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف کی اور ثنا و صفت اور ان کا علم۔ زہد۔ تقویٰ وغیرہ اوصاف جمیلہ بیان کئے ہیں لیکن مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ امام غزالی نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے، عجب پر عجب ہے۔ وقال احمد بن حنبل فی حقہ انہ من العلم والورع والزھد وایثار الدار الآخرة بمحل لا یدرکہ احدٌ (خیرات حسان) امام صاحب کے بارہ میں امام احمد فرماتے ہیں کہ علم، پرہیزگاری، زہد اور ایثار آخرت کے ایسے مرتبہ پر امام ابوحنیفہ تھے جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکا۔ ناظرین یہ وہی امام احمد ہیں جو بقول مؤلف رسالہ برا کہنے والوں میں شمار ہیں۔ کان عالمًا عاملًا زاھدًا ورعًا تقیًا کثیر الخشوع دائم التضرع الی اللہ الخ (تاریخ ابن خلکان) امام ابوحنیفہ عالم۔ عامل۔ زاہد۔ متقی۔ پرہیزگار۔ کثیر الخشوع۔ دائم التضرع تھے۔ مولانا

فرماتے ہیں ؎

باتضرع باش تا شاداں شوی گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

قال یحییٰ بن معین القرأۃ قرأۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ علیٰ ہذا ادرکت الناس (تاریخ ابن خلدون جلد ثالث) ابن معین فرماتے ہیں کہ اصل قرأت تو حمزہ کی اور اصل فقہ ابوحنیفہ کی ہے اسی پر میں نے لوگوں کو عامل دیکھا اور اسی راہ مستقیم پر چل رہی ہیں قال ابو عاصم ھو واللہ عندی افقہ من ابن جریج ما رأت عینی رجلا اشد اقتدارا علی الفقہ منہ (خیرات حسان) ابوعاصم کہتے ہیں بخدا ابوحنیفہ ابن جریج سے افقہ ہیں۔ میری آنکھوں نے فقہ پر اتنی قدرت رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا ہذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ بابی حنیفۃ والفضیلۃ التامۃ (تبییض الصحیفۃ) یہ حدیث اصل صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اس میں امام کے لئے فضیلت کامل اور بشارت تام ہے۔ امام سیوطی اس حدیث کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جو مسلم شریف کے صفحہ ۳۱۲ میں ہے لوکان الدین عند الثریا الحدیث کہ اگر دین ثریا پر ہوگا تو ایک شخص اہل فارس کا اس کو حاصل کرلے گا۔ چونکہ امام ابوحنیفہ فارسی النسل ہیں اور آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا اس مرتبہ کا نہیں تھا۔ اس لئے علماء نے اس حدیث کا مصداق ابوحنیفہ کو ہی قرار دیا کہ امام کے واسطے اس حدیث میں اعلیٰ درجہ کی خوشخبری اور بشارت ہے اور یہ حدیث امام پر منطبق ہے۔ علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی شاگرد امام جلال الدین سیوطیؒ کے حاشیہ علی المواہب میں فرماتے ہیں۔ وما جزم بہ شیخنا من ان ابا حنیفۃ ھو المراد من ہذا الحدیث ظاہر لا شک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ احد اھ۔ کہ جو اعتقاد ہمارے شیخ کا ہے کہ اس حدیث سے ابوحنیفہ ہی مراد ہیں اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اہل فارس میں سے سوائے امام ابوحنیفہ کے اور کوئی بھی علم کے اس مرتبہ کو نہیں پہنچا لہٰذا امام ابوحنیفہ پر ہی یہ حدیث منطبق ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری وطبرانی وغیرہما نے بھی

بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے امام صاحب کے مناقب میں تبییض الصحیفہ تصنیف کی ہے۔ اس میں کوئی لفظ سیوطی کا ایسا نہیں ہے جس سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہو۔ مؤلف رسالہ کا سیوطی پر اتہام ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے اگر کوئی مرد میدان ہے تو ثابت کر دکھائے ع ہیں گو ہے یہی میدان ہے آئے کوئی۔ علامہ ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ شافعی نے اکمال فی اسماء رجال المشکوٰۃ میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفة اه جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابوحنیفہ کی عیال ہے روی البرقانی قال اخبرنا ابوالعباس بن حمدون لفظا قال حدثنا محمد بن الصباح قال سمعت الشافعی محمد بن ادریس یقول قیل لمالك هل رأیت ابا حنیفة قال نعم رأیت رجلا لو کلمك فی هذه الساریة ان یجعلها ذهبا لقام بحجته وفی روایة اخری ماذا اقول فی رجل لو ناظرنی فی ان نصف هذا العمود من ذهب ونصف من فضة لقام بحجته اه (عقود الجواهر ص۹ واکمال رجال المشکوٰۃ) ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ امام مالک نے امام صاحب کی قوت استدلال اور تبحر علمی کو کس شد و مد سے بیان فرمایا ہے۔ اگر کسی کی ہمت ہو تو امام مالک اور امام شافعیؒ کا وہ قول جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے مع سند صحیح کے کتب معتبرہ سے نقل کرے ورنہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔ قال الحکم بن هشام حدثت بالشام عن ابی حنیفة انه کان من اعظم الناس امانة واراده السلطان علی ان یتولی مفاتیح خزائنه او یضرب ظهره فاختار عذابهم علی عذاب الله اه (اکمال) حکم بن ہشام فرماتے ہیں کہ شام میں مجھ سے بیان کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ لوگوں میں بہت بڑے امانت دار ہیں بادشاہ وقت نے ارادہ کیا کہ اپنے خزانہ کی کنجیاں ان کے سپرد کر دے اگر وہ قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ اُن کو مار کر یہ کام کرنا چاہیئے تو امام صاحب نے آخرت کے عذاب پر دنیا کے عذاب کو ترجیح دی اور تکلیف برداشت کی لیکن بادشاہ کے خزانچی نہ ہوتے اور

خدا کے عذاب سے اس طرح سے بچے۔ والغرض بایراد ذکرہ فی ھذا الکتاب وان لم نرو منہ حدیثا فی المشکوٰۃ للتبرک بہٖ لعلو مرتبتہٖ وفور علمہ اہ ذا کمال) ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ اپنی کتاب میں ہم نے امام ابو حنیفہ کا جو ذکر کیا ہے مقصد صرف اُن کے ذکر سے برکت حاصل کرنا ہے گو مشکوٰۃ میں امام ابو حنیفہ سے کوئی روایت نہیں کی گئی لیکن چونکہ وہ بڑے مرتبہ والے اور زیادہ علم والے ہیں اس لئے تبرکاً ان کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ حاسدین اس قول کو دیکھیں اور آتش حسد میں جل کر خاک ہو جائیں۔ وقد سالہ الاوزاعی عن مسائل واراد البحث معہ بوسائل فاجاب علی وجہ الصواب فقال لہ الاوزاعی من این ھذا الجواب فقال من الاحادیث التی رویتموھا ومن الاخبار والاثار التی نقلتموھا وبین لہ وجہ دلالتھا وطرق استنباطھا فانصف الاوزاعی ولم یتعسف فقال نحن العطارون وانتم الاطباء (مرقات صہ ۲۴) ایک مرتبہ امام اوزاعی نے مباحثہ کے قصد سے امام ابو حنیفہ سے چند مسائل دریافت کئے۔ امام صاحب نے ان کے شافی وصحیح جواب دیئے امام اوزاعی نے فرمایا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میں نے ان ہی احادیث و روایات اور اخبار و آثار سے استنباط کیا ہے جو تم نے روایت کی ہیں۔ اس کے بعد امام صاحب نے ان نصوص کے وجوہ دلالت اور اُن سے استنباط کے طریقوں کو بیان کیا جس کو سن کر امام اوزاعی کو اقرار کرنا پڑا کہ بے شک ہم عطار اور آپ لوگ اطبا ہیں۔ اس کو انصاف کہا جاتا ہے کہ جو واقعی بات ہو اس کو تسلیم کر لیا اور راہ تعسف اختیار نہ کی۔ ایک مرتبہ میافارقین میں بھی امام اوزاعی نے امام صاحب سے رفع یدین فی الصلوٰۃ کے بارے میں مناظرہ کیا تھا جس کا جواب امام صاحب نے ایسا دیا تھا کہ امام اوزاعی خاموش ہو گئے جس کو حافظ ابن ہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے۔ وقال جعفر بن الربیع اقمت علی ابی حنیفۃ خمس سنین فما رأیت اطول صمتا منہ فاذا سئل عن شئ من الفقہ سال کالوادی اہ (مرقات شرح مشکوٰۃ صہ ۲۶) جعفر بن ربیع کہتے ہیں میں پانچ سال تک ابو حنیفہ کی خدمت میں رہا میں

نے اُن سے زیادہ خاموش رہنے والا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ لیکن جس وقت اُن سے کسی فقہی مسئلہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو وادی کی طرح بہ پڑتے تھے قال یحییٰ بن ایوب الوازی کان ابو حنیفۃ لا ینام فی اللیل اھ (مرقات) یحییٰ بن ایوب کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ شب بھر سوتے نہ تھے۔ وقال نضر بن شمیل کان الناس نیاما عن الفقہ حتی ایقظھم ابو حنیفۃ بما فتقہ وبینہ اھ (مرقات) نضر بن شمیل کہتے ہیں تمام لوگ فقہ سے غافل اور خواب میں تھے امام ابو حنیفہ نے ان کو بیدار کر دیا وقال ابن عیینۃ ما قدم مکۃ فی وقتنا رجل اکثر صلوٰۃ منہ اھ (مرقات) ابن عیینہ کہتے ہیں ہمارے مکہ کے قیام کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص مکہ میں نہیں آیا جو ابو حنیفہ سے زیادہ نماز پڑھتا ہو۔ وقد تقول بعض المتعصبین ان منھم من کان قلیل البضاعۃ فی الحدیث ولا سبیل الی ھذا المعتقد فی کبار الائمۃ لان الشریعۃ انما توخذ من الکتاب والسنۃ (الی ان قال)، والامام ابو حنیفۃ انما قلت روایتہ لما شدد فی شروط الروایۃ والتحمل وضعف روایۃ الحدیث الیقینی اذا عارضھا الفعل النفسی وقلت من اجل ذلک روایتہ فقل حدیثہ لا انہ ترک روایۃ الحدیث عمدا فحاشاہ من ذلک و یدل علی انہ من کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذھبہ فیما بینھم والتعویل علیہ واعتبارہ ردا وقبولا الخ (تاریخ ابن خلدون) بعض متعصبین نے یہ بکواس کی ہے کہ بعض ان ائمہ میں سے حدیث میں کم پونجی والے تھے لیکن یہ خیال کبار ائمہ کے بارے میں بالکل غلط ہے کیونکہ شریعت کا مدار قرآن وحدیث پر ہے (الی ان قال)، اور امام ابو حنیفہ کی روایات کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے شروطِ روایات اور تحمل روایات اور ضعفِ روایات حدیثیہ میں بہت سختی سے کام لیا اور اس کی صحت میں بہت ہی سخت شرطیں لگائی ہیں اس بنا پر ان کی روایت حدیث کم ہے یہ بات نہیں ہے کہ انہوں نے قصداً روایتِ حدیث ترک کر دی حاشا وکلا۔ ان کے کبار مجتہدین فی الحدیث ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ علماء میں اُن کے مذہب

کا اعتبار و اعتماد ردًا قبولاً ہوتا ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ روایاتِ حدیثیہ میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے اور سخت شرطیں لگا رکھی تھیں جو تقویٰ اور ورع کی ظاہر دلیل ہے وہ تو مجتہدین فی الحدیث سے کبار مجتہدین میں داخل تھے اسی وجہ سے حافظین حدیث میں مخالفین نے بھی اُن کو شمار کیا ہے۔ چنانچہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ سے ظاہر ہے گو متعصبین اور معاندین نے اس سے اپنی ظاہری آنکھ بھی بند کر لی ہے۔ لیکن حق ہمیشہ ظاہر ہی ہو کر رہتا ہے۔ اور اگر قلتِ روایت عیب شمار کیا جانے لگے تو پھر سب سے پہلے ابوبکر صدیق پر طعن کرنا چاہیے کہ ان کی روایات حدیث باعتبار باقی صحابہ کے بہت ہی کم ہیں۔ چنانچہ ناظرینِ کتبِ احادیث پر مخفی نہیں۔ تاریخ ابن خلدون کے بعض نسخوں میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی تھیں اور اس قول کو نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب حطہ میں نقل کیا اور وہیں سے اور غیر مقلدین نقل کر کے امام صاحب پر طعن کرتے ہیں۔ لیکن یہ قول کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اول اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ واقعہ میں ابن خلدون سے اس میں غلطی نہیں ہوئی تو ضرور یہ غلطی چھاپے خانے اور مطبع والوں اور کاتبینِ کتاب تاریخ کی ہے کیونکہ یہ قول علمائے ثقات کے اقوال کے صریح مخالف ہے جنھوں نے امام صاحب کی روایات کی تعداد بیان کی ہے جو اس سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے۔ امام زرقانی وغیرہ نے چند اقوال امام صاحب کی روایات میں نقل کیے ہیں ان میں یہ قول مذکور نہیں ہے ورنہ ضرور ذکر کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول غلط ہے۔ دوسرے ابنؒ خلدون علوم تاریخیہ میں کمال رکھتے تھے اور ان کو امور شرعیہ میں اتنی دستگاہ نہ تھی چنانچہ سخاوی وغیرہ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے لہٰذا ایسے امور میں ابن خلدون کا قول معتبر نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کا قول ائمہ اثبات کے اقوال کے مخالف ہو۔ کیونکہ جس شخص کو امور شرعیہ میں مہارت نہ ہو وہ ائمہ کبار کے مراتب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ تیسرے ابن خلدون نے اس قول کو کلمہ یُقَال سے تعبیر کیا ہے جو ضعف اور عدم تیقن پر دال ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ خود مورخ کو ہی جزم نہیں تو دوسرا کیا جزم کر

سکتا ہے چوتھے امور تاریخیہ اور حکایات منقولہ کی جانچ پڑتال کرنی ضروری ہے جو امور اور حکایات دلائلِ عقلیہ و نقلیہ کے قطعی مخالف ہوں وہ اہل عقل اور ارباب علم کے نزدیک یقیناً مردود ہیں کبھی ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ پس یہ قول کہ روایات امام سترہ ہیں دلائلِ قطعیہ اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے جس نے امام محمد صاحب اور امام ابو یوسف صاحب وغیرہ کی تصانیف دیکھی ہیں وہ کبھی بھی اس قول کو باور نہیں کر سکتا کہ امام ابو حنیفہ کی سترہ روایتیں ہیں۔ موطا امام محمد، کتاب آثار، کتاب الحجج، سیر کبیر، کتاب الخراج امام ابو یوسف کی یہ ایسی کتابیں ہیں جو آج مطبوع ہیں۔ ان میں سینکڑوں روایتیں امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں۔ پھر یہ قول کہ ان کی سترہ حدیثیں ہیں قطعاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں جس نے مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، تصانیف دار قطنی، تصانیف حاکم تصانیف بیہقی اور تصانیف امام طحاوی کو آنکھیں کھول کر دیکھا ہو گا وہ قول مذکور کو یقینی غلط اور باطل سمجھے گا۔ پھر ستم یہ ہے کہ مخالف و موافق سب ہی امام ابو حنیفہ کو کبار مجتہدین میں سے سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مجتہد کے واسطے سترہ حدیثیں کسی طرح بھی کفایت نہیں کر سکتی ہیں تو لامحالہ قول مذکور باطل و مردود ہے پس نواب صدیق حسن خاں نے جو قول نقل کیا ہے غلط ہے۔ تعجب تر یہ ہے کہ ایک شخص عالم ہو کر ایسے اقوال مردودہ اپنی کتابوں میں نقل کرے اور ان پر کسی قسم کی جرح و قدح نہ کرے اور خاموش چلا جائے اس کی شان سے بسا بعید ہے۔ جہاں جہاں نواب صاحب نے امام صاحب کے حالات اپنی کتابوں میں بیان کیے ہیں، مثلاً حطہ فی اصول الصحاح الستہ، اتحاف النبلاء، التاج المکلل، ابجد العلوم وغیرہ سب میں اسی روش کو اختیار کیا ہوا ہے۔ بلکہ ان کتابوں کو نظر غور سے دیکھا جائے تو امام صاحب کے تراجم میں ان کے اقوال متضاد اور متعارض نظر آئیں گے۔ لہٰذا ایسی کتابوں کی علماء کو تنقید کرنی ضروری ہے تاکہ عوام گمراہی کے گڑھے میں نہ گر پڑیں، ابن جوزی کے متعلق ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ تساہل اور تشدد فی الجرح میں ضرب المثل ہیں۔ لہٰذا ان کی جرح خصوصاً امام صاحب کے بارے میں مردود ہے اسی بناء پر سبط ابن الجوزی نے ان پر استعجاب ظاہر کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ لیس العجب من الخطیب بانہ یطعن

في جماعة من العلماء وانما العجب من المجد كيف سلك اسلوبه وجاء بما هو اعظم منه اه (مرآة الزمان) خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں آتا کیونکہ علماء پر طعن کرنے کی ان کی عادت ہے۔ زیادہ تر تعجب تو نانا جان سے ہے کہ انہوں نے خطیب کا کیوں طریقہ اختیار کیا۔ بلکہ طعن کرنے میں اُن سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطیب اور ابن جوزی نے جو جرح کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں اسی بنا۔ پر بعض علماء نے السهم المصيب في كبد الخطيب کتاب لکھی جس میں خطیب کی تمام جروح کا جواب دیا ہے۔ نیز ائمہ نے تصریح کی ہے کہ خطیب کی روایات جو امام کی جرح میں نقل کی ہیں باعتبار سند ثابت نہیں غیر معتبر ہیں۔ چنانچہ خیرات حسان میں مصرح ہے۔ علاوہ ازیں خطیب بغدادی کو امام احمد اور امام ابو حنیفہ سے خاص بغض تھا اس وجہ سے اور بھی ایسے امور زبردستی جمع کرتے تھے جو محل طعن ہوں گو واقع میں کوئی ان کی حقیقت و وقعت نہ ہوتی تھی۔ لیکن عوام کو دھوکہ میں ڈالنے سے اُن کو کام تھا۔ ابن جوزی کی طرح صنعانی۔ جوزقانی۔ مجد الدین فیروز آبادی۔ ابن تیمیہ۔ ابو الحسن بن القطان وغیرہ بھی تشدد فی الجرح میں مشہور ہیں۔ لہذا بغیر تحقیق کئے ہوئے اُن کے اقوال مقبول نہیں ہو سکتے۔ خطیب کے بعد جتنے بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے سب نے ہی خطیب کی تقلید کی اور کسی نے بھی تنقید و تحقیق سے کام نہ لیا اور مکھی پر مکھی مارتے رہے۔ دارقطنی وغیرہ متعصبین میں معدود ہیں ان کی جرح کا بھی اعتبار نہیں۔ حافظ عینی نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری اور ہدایہ کی شرح بنایہ میں دارقطنی اور ابن القطان کی جرح کا جواب دیا ہے

من اين له تضعيف ابي حنيفة وهو مستحق التضعيف فانه روى في مسنده احاديث سقيمة ومعلولة ومنكرة غريبة وموضوعة اه (بنایہ شرح ہدایہ) کہ امام ابو حنیفہ کی تضعیف کا دارقطنی کو حق ہی کیا ہے بلکہ وہ خود تضعیف کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے سنن میں منکر معلول، سقیم، موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔ قلت لو تأدب الدارقطني واستحيى لما تلفظ بهذه اللفظة في حق ابي حنيفة فانه امام طبق علمه الشرق والغرب ولما سئل ابن معين

عنہ فقال ثقة مامون ما سمعت احدا ضعفه هذا شعبة بن الحجاج يكتب اليه ان يحدث وشعبة شعبة وقال ايضا كان ابوحنيفة ثقة من اهل الدين والصدق ولم يتهم بالكذب وكان مامونا على دين الله صدوقا فى الحديث واثنى عليه جماعة من الائمة الكبار مثل عبد الله بن المبارك ويعد من اصحابه وسفيان بن عيينة وسفيان الثورى و حماد بن زيد وعبد الرزاق ووكيع وكان يفتى برايه والائمة الثلاثة مالك والشافعى واحمد واخرون كثيرون وقد ظهر لك من هذا تحامل الدارقطنى عليه وتعصبه الفاسد وليس له مقدار بالنسبة الى هؤلاء حتى يتكلم فى امام متقدم على هؤلاء فى الدين والتقوى والعلم وبتضعيفه اياه يستحق هو التضعيف افلا يرضى بسكوت اصحابه عنه وقد روى فى سننه احاديث سقيمة ومعلولة ومنكرة و غريبة وموضوعة ولقد روى احاديث ضعيفة فى كتابه الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه بذلك حتى ان بعضهم استحلفه على ذلك فقال ليس فيه حديث صحيح ولقد صدق القائل حسدوا الفتى اذ لم ينالوا سعيه۔ والقوم اعداء له وخصوم (عمدة القارى جلد ثالث ص۴۷) اگر دارقطنی کو کچھ حیا اور ادب ہوتا تو امام ابوحنیفہ کی شان میں اپنی زبان سے اس لفظ کو نہ نکالتے کیونکہ ابوحنیفہ ایسے امام ہیں جن کا علم مشرق و مغرب کو محیط ہو رہا ہے، جس وقت ابن معین سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا ثقہ اور مامون ہیں میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہو۔ یہ شعبۃ بن الحجاج ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو فرمائش کیا کرتے تھے کہ حدیث بیان کریں اور اُن سے روایت کرتے تھے اور شعبہ جیسے کچھ زبردست محدث ہیں ان کو کون نہیں جانتا اور یہی انھیں کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ اور اہلِ دین اور اہلِ صدق میں سے ہیں کذب کے ساتھ متہم نہیں ہیں دین پر مامون ہیں حدیث میں صادق ہیں۔ اور بڑے بڑے ائمہ نے ان کی تعریف اور

ثنا و سفت کی ہے جیسے عبداللہ بن مبارک کہ یہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں بھی شمار ہیں۔ سفیان بن عیینہ۔ سفیان ثوری۔ حماد بن زید۔ عبدالرزاق۔ وکیع، جو امام صاحب کے قول پر فتویٰ بھی دیتے تھے۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد اور بہت سے بڑے بڑے ائمہ نے بھی امام صاحب کی مدح کی ہے۔ اسی سے دار قطنی کا تعصب فاسد اور تحامل کاسد ظاہر ہوگیا۔ ان کی کوئی ہستی ان ائمہ کبار کے مقابلہ میں نہیں۔ جنھوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف کی ہے تاکہ ایسے امام کی شان میں کلام کرے جو ان ائمہ پر دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے مقدم ہے۔ امام ابوحنیفہ کی تضعیف کرنے کی وجہ سے خود دار قطنی تضعیف کے مستحق ہیں۔ کیا امام صاحب کے اصحاب کے سکوت پر راضی نہیں اور پھر خود اپنے سنن میں سقیم حدیثیں اور معلول۔ منکر، غریب۔ موضوع روایات روایت کی ہیں و نیز کتاب الجہر بالبسملہ میں احادیث ضعیفہ باوجودیکہ اُن کو علم اُن کے ضعیف ہونے کا تھا روایت کیں اور اپنے مذہب پر اُن سے استدلال کیا حتیٰ کہ بعض علما نے قسم کھلائی تو اقرار کیا کہ اس کتاب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ ناظرین یہ حال جرح کرنے والوں کا ہے۔ واما قول ابن القطان وعلتہ ضعف ابی حنیفۃ فاساءۃ ادب وقلۃ حیاء منہ فان مثل الامام الثوری وابن المبارک واضرابھما وثقوہ واثنوا علیہ خیرا فما مقدار من یضعفہ عند ھولاء الاعلام اھ (بنایہ شرح ہدایہ بحث اجارۃ ارض مکہ) لیکن ابن القطان کا قول کہ یہ حدیث ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے معلول ہے بے ادبی اور بیحیائی ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کی توثیق اور مدح امام ثوری اور ابن المبارک جیسے ائمہ نے کی ہے لہٰذا ان کی کوئی وقعت ان اعلام کے مقابلہ میں نہیں ہے تاکہ تضعیف میں ابن القطان کا قول معتبر ہو۔ وبعض الجروح صدر من المتاخرین المتعصبین کالدار قطنی و ابن عدی وغیرھما۔ ممن یشھد القرائن الجلیۃ بانہ فی ھذا الجرح من المتعسفین والتعصب امر لا یخلو منہ البشر الا من حفظہ خالق القوی والقدر، وقد تقرر ان مثل ذلک غیر مقبول عن قائلہ بل ھو موجب لجرح نفسہ اھ (التعلیق الممجد ص۳۳) بعض جروح متاخرین متعصبین سے صادر ہوتی ہیں

جیسے دار قطنی۔ ابن عدی وغیرہ جن پر قرائن جلیہ شاہد ہیں کہ یہ لوگ اس جرح پر تعسف و تعصب کے پابند ہیں اور بات بھی یہ ہے کہ تعصب سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو خدا محفوظ رکھے ورنہ کوئی انسان اس سے خالی نہیں ہے اور یہ اپنے محل پر محقق ہو چکا ہے کہ متعصب کی جرح مقبول نہیں بلکہ اس جیسی جرح سے وہ خود مجروح ہو جاتا ہے لہذا دار قطنی۔ ابن عدی۔ ابن جوزی۔ خطیب وغیرہ سب کے سب خود مجروح ہیں، ان کی جرح امام صاحب کے بارے میں ہرگز مقبول نہیں ولا عبرة لکلام بعض المتعصبین فی حق الامام ولا بقولهم انه من جملة اهل الرای بل کلام من یطعن فی هذا الامام عند المحققین یشبه الهذیانات اه (میزان کبری للشعرانی ص۶۱) امام ابوحنیفہ کے حق میں بعض متعصبین کے کلام کا اعتبار نہیں اور نہ اُن کے اس قول کا اعتبار ہے کہ وہ اہل رائے میں سے تھے بلکہ جو شخص امام ابوحنیفہ پر طعن کرتا ہے، محققین کے نزدیک اس کا کلام بکواس کے مشابہ ہے اس کی کوئی وقعت نہیں، ناظرین خیال کریں کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی مذہب کے شافعی ہیں وہ امام صاحب کی تعریف کر رہے ہیں اور جو لوگ امام صاحب میں کلام کرتے ہیں بے ہودہ بکواس فرماتے ہیں، بے شک فضیلت وہی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں، فانه لا اعتداد بقول المتعصب کما قدح الدارقطنی فی الامام ابی حنیفة بانه ضعیف فی الحدیث اه (شرح مسلم الثبوت) متعصب کے قول کا اعتبار نہیں، چنانچہ دار قطنی نے امام ابوحنیفہ میں قدح کیا اور یوں کہہ دیا کہ وہ حدیث میں ضعیف تھے۔ کیونکہ یہ متعصب ہیں لہذا ان کے بارہ میں ان کا قول معتبر نہیں۔ ومن ثمه لم یقبل جرح الجارحین فی الامام ابی حنیفة حیث جرحه بعضهم بکثرة القیاس وبعضهم بقلة معرفة العربیة وبعضهم بقلة روایة الحدیث فانه هذا کله جرح بما لا یجرح الراوی اه (مقدمہ فتح الباری) ناظرین یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے جو پہلے بھی ایک مقام پر منقول ہو چکی ہے جو شاہد عادل ہے کہ حافظ کے نزدیک امام صاحب مجروح نہیں بلکہ ثقہ ہیں، اسی بناء پر جن لوگوں نے جرح کی ان کے قول کو ابن حجر نے رد کر دیا چنانچہ عبارت بالا شاہد ہے۔ درایہ

کے حاشیہ پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے جس کو مؤلف رسالہ نے نقل کیا ہے جو ابتدا میں گزر چکی ہے۔ وہ کسی متعصب کی لکھی ہوئی ہے۔ جو مؤلف رسالہ ہی کے بھائی بند ہوں گے جو اپنے آپ کو ابوالمکارم سے تعبیر کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے درایہ میں حدیث من کان لہ امام کے تحت میں صرف دار قطنی کا قول نقل کیا ہے جو انھوں نے حسن بن عمارہ اور امام ابوحنیفہ کے بارہ میں کہا تھا۔ خود حافظ ابن حجر نے کہیں بھی ضعیف نہیں کہا۔ کوئی عبارت ان کی اس کے ثبوت میں کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ حافظ ابن حجر کے قلم سے یہاں پر لغزش ہو گئی اور خاموش چلے گئے اور یہ اسی بنا پر خاموشی کی نسبت میں ان کی طرف کر رہا ہوں کہ ان کی دوسری تصانیف اور ان کے اقوال اس کی تردید کرتے ہیں۔ پس اس سے کوئی عاقل کبھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ابوالمکارم نے حاشیہ پر صاحب المنتظم کا جو قول نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ حافظ نہیں، مضطرب الحدیث ذاہب الحدیث ہیں۔ اول اس کو یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی اور سفیان ثوری اور شعبہ بن الحجاج اور عبداللہ ابن المبارک اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہ ائمہ کا قول رد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ان کے ثقہ۔ صدوق مامون حافظ الحدیث ہونے کے قائل ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ابوحفص بن عمرو بن علی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں دوسرے اس قول کو حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کی عبارت رد کرتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے امام صاحب کو حافظ الحدیث کہا ہے۔ اگر ذاہب الحدیث یا مضطرب الحدیث ہوتے اور حافظ حدیث نہ ہوتے تو امام ذہبی جیسا شخص جو شافعی مذہب کے ہیں امام ابوحنیفہ کو حافظ الحدیث نہ کہتے۔ تیسرے یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ ابوحنیفہ جن کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث کہا جاتا ہے وہی ابوحنیفہ ہیں جن کا نام نامی نعمان بن ثابت الکوفی ہے جو صاحب مذہب ہیں جن کی طرف حنفیہ منسوب ہوتے ہیں جو سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے جو تابعی ہیں۔ کیونکہ ابوحنیفہ بہت سے لوگوں کی کنیت ہے اور ان میں بعض مجروح ہیں۔ امام صاحب اس سے مراد نہیں۔ چنانچہ منصف اور حق پسند حضرات پر پوشیدہ نہیں۔ ناظرین کے اطمینان قلب کے واسطے چند علماء کے

نام ذکر کرتا ہوں جن کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ اول احمد المصدق ابن محمد نیشاپوری ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے جن کو ابن نجار نے ذکر کیا ہے۔ دوسرے جعفر بن احمد ہیں ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ تیسرے محمد بن عبید اللہ بن علی خطیبی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چوتھے محمد بن یوسف کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ پانچویں عبد المومن کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چھٹے محمد بن عبد اللہ الہندوانی کی کنیت ابوحنیفہ ہے، ساتویں علی بن نصر کی کنیت ابوحنیفہ ہے آٹھویں عبید اللہ ابن ابراہیم بن عبد الملک کی کنیت ابوحنیفہ ہے نویں محمد بن حنیفہ بن ماہان قصبی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ دسویں قیس بن احرام کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ گیارہویں ابو الفتح محمد بن ابی حنیفہ کی کنیت ابوحنیفہ ہے، بارہویں بجر بن محمد بن علی بن فضل کی کنیت ابوحنیفہ ہے، تیرہویں عبد الکریم ذبلی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چودہویں امام طحاوی کے استاذ کے استاذ الاستاذ خوارزمی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ پندرہویں نعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور بن احمد بن حیوان کی کنیت ابوحنیفہ ہے، سولہویں احمد بن داؤد دینوری کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ سترہویں وہ ابوحنیفہ ہیں جو سلمان بن مرو کے شاگرد ہیں اور ان سے ان کے بیٹے عبد الاکرم روایت کرتے ہیں، اٹھارویں وہ ابوحنیفہ ہیں جو جبیر بن مطعم کے جنازہ میں شریک ہوتے تھے اور ان سے مغیرۃ بن مقسم روایت کرتے ہیں جو مجہول ہیں۔ ان دونوں کو ذہبی نے باب الکنیٰ میں میزان الاعتدال کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ غرض یہ اٹھارہ شخص امام صاحب کے علاوہ ہیں جن کی کنیت ابوحنیفہ ہے پس کیسے بغیر دلیل کے یہ کہا جاتا ہے کہ جس ابوحنیفہ کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث غیر حافظ کہا جاتا ہے۔ وہ امام صاحب ہیں جن کی توثیق ائمہ ثلاثہ امام مالک امام شافعی امام احمد، یحیٰ بن معین، سفیان ثوری، علی بن المدینی، شعبہ بن الحجاج، عبد اللہ بن المبارک، وکیع وغیرہم کرتے ہیں، لہذا ثابت ہوا کہ وہ قول یا تو غلط ہے یا کسی دوسرے ابوحنیفہ کے بارے میں ہے۔ حافظ ابن عبد البر کی کتاب جامع العلم سے علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی نے اپنی کتاب تنویر الصحیفہ میں نقل کیا ہے لا تتکلم فی ابی حنیفۃ بسوء ولا تصدقن احدا یسیئ القول فیہ فانی واللہ ما رأیت افضل ولا اورع ولا افقہ

منه ثم قال ولا يغتر احد بكلام الخطيب فان عنده العصبية الزائدة على جماعة من العلماء كابى حنيفة والامام احمد وبعض اصحابه وتحامل عليهم بكل وجه وصنف فيه بعضهم السهم المصيب فى كبد الخطيب واما ابن الجوزى فانه تابع الخطيب وقد عجب منه سبط ابن الجوزى حيث قال فى مرأة الزمان وليس العجب من الخطيب فانه طعن فى جماعة من العلماء وانما العجب من الجد كيف سلك اسلوبه وجاء بما هو اعظم قال ومن المتعصبين على ابى حنيفة الدارقطنى وابونعيم فانه لم يذكره فى الحلية وذكر من دونه فى العلم والزهد انتهى (ردالمحتار ص۳۸ جلد اول) امام ابوحنیفہ کے بارے میں کسی بُرائی سے کلام مت کر تو اور جو امام صاحب کے بارے میں بُرا خیال رکھتا ہو اس کی بھی ہرگز تصدیق نہ کر۔ میں نے بخدا اُن سے زیادہ افضل اور پرہیزگار اور فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر کہا کہ دیکھو کوئی خطیب کے کلام سے دھوکہ نہ کھائے کیونکہ خطیب حد سے زیادہ علماء پر تعصب کی نظر رکھتے ہیں۔ جیسے امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر پوری طرح سے خطیب نے حملے کئے ہیں لہذا ان کا اعتبار نہیں اور خطیب کے جوابات میں علماء نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام السهم المصيب فى كبد الخطيب رکھا ہے۔ لیکن ابن جوزی۔ پس یہ تو خطیب کے ہی مقلد محض ہیں۔ سبط ابن الجوزی نے تعجب ظاہر کیا ہے۔ مرآۃ الزمان میں فرماتے ہیں کہ خطیب سے ایسے امور کا ظاہر ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کیونکہ علماء پر طعن کرنا ان کی تو عادت قدیمہ ہے۔ تعجب تو اپنے دادا پر آتا ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کی روش کو اختیار کیا۔ اور خطیب سے چند قدم آگے بڑھ کر بالکل حد میں تجاوز کر گئے نیز امام صاحب سے تعصب رکھنے والوں میں سے ایک دارقطنی اور ابونعیم بھی ہیں اس لئے کہ ابونعیم اپنی کتاب حلیہ میں اُن حضرات کو تو لائے اور بیان کیا جو امام ابوحنیفہ سے علم و زہد میں کئی درجہ کم تھے اور امام ابوحنیفہ کو ذکر نہیں کیا جو مرتبہ اور علم میں مذکورین سے بڑھ کر ہیں لیکن ان کو نہ ذکر کیا تو یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ مؤلف رسالہ نے یحییٰ بن

معین کے قولِ مذکور کو نقل کر کے یہ کہا ہے کہ یہ قول معتبر نہیں کیونکہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جرح تعدیل پر اُسی وقت مقدم ہوتی ہے کہ جب مفسر ہو اور کوئی مانع موجود نہ ہو ورنہ یہ عام قاعدہ ہر جگہ نہیں ہے۔ میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب معیار الحق میں فرماتے ہیں۔ پس وجہ جرح مضعفین کی ثابت نہ ہوئی اور جرح اُن کا بے وجہ باقی رہا تو پھر اس کو کون قبول کرتا ہے۔ وبهذا التحقيق اندفع ما قال بعض قاصري الانظار المعذورين في بعض الحواشي على بعض الكتب ان الجرح مقدم على التعديل فلا يدفعه تصحيح لبعض المحدثين له ذكره ابن حجر وغيره ووجه الاندفاع لا يخفى عليك بعد التامل الصادق الا ترى ان تقديم الجرح على التعديل فرع لوجود الجرح وقد نفيناه لعدم وجود وجهه وجعلناه هباء منثورا فاين المقدم واين التقديم اه (معیار الحق) میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری اس تحقیق سے وہ اعتراض مندفع ہو گیا جو بعض کوتاہ نظر اصحاب نے بعض کتب کے حواشی میں کیا ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے لہذا بعض محدثین کی تصحیح اس جرح کو دور نہیں کر سکتی۔ اعتراض کے اٹھ جانے کی وجہ تامل و غور کے بعد مخفی نہیں رہتی کیونکہ ظاہر بات ہے کہ تقدیم جرح علی التعدیل وجود جرح کی فرع ہے اور ہم وجود جرح کو مٹا چکے ہیں اس لئے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں اور اس کو ہم نے ہباءً منثورا کر دیا ہے پھر کیسا مقدم اور کہاں کی تقدیم یہ تو سب وجود جرح پر مبنی ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ ولا يقال الجرح مقدم على التعديل لان ذلك فيما اذا كان الجرح ثابتا مفسر السبب والا فلا يقبل اذا لم يكن كذا اه (شرح مسلم) یہ وہم نہ ہووے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے کیونکہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ جرح ثابت اور مفسر السبب ہو ورنہ مقبول نہیں اور مقدم نہیں ہوتی۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں وقدموا الجرح لكن ينبغي تقييد الحكم بتقديم الجرح بما اذا فسر اما اذا تعارضا من غير تفسير فانه يقدم التعديل قاله المزي وغيره وعليه يحمل قول من

قدم التعدیل کالقاضی ابوالطیب الطبری وغیرہ اھ (فتح المغیث)، **علماء** نے جرح کو مقدم کیا ہے لیکن یہ حکم اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ جرح مفسر ہو۔ اگر دونوں میں تعارض ہو اور کسی قسم کی تفسیر جرح و تعدیل کی نہ ہو تو اس وقت تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے چنانچہ حافظ مزی وغیرہ نے تصریح کی ہے اور ایسی ہی صورتوں پر ان **علماء** کا قول محمول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے جیسے قاضی ابوالطیب طبری وغیرہ مراد یہ ہے کہ تعدیل مفسر ہوگی تو جرح پر مقدم ہوگی، ناظرین ان اقوال سے اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ جرح کا تعدیل پر مقدم ہونا عام قاعدہ نہیں ہے ورنہ کوئی امام اس سے بچ نہیں سکتا۔ امام صاحب کے بارے میں وجہ جرح ظاہر ہے کہ حسد اور تعصب مذہبی کی وجہ سے کی ہے چنانچہ ماسبق میں اچھی طرح واضح ہو چکا۔ لہٰذا یہاں تو یہ قاعدہ کسی طرح بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ تقدیم جرح وجود جرح کی فرع ہے۔ جب جرح ہی موجود نہیں تو تقدیم کیسی چنانچہ میاں صاحب مذکور نے تصریح کی ہے اور اگر بالفرض جرح کو تسلیم کر لیں تو تعدیل و جرح میں تعارض ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور تعارض کی صورت میں بقول حافظ سخاوی اور حافظ مزی وغیرہ کے تعدیل مقدم ہے۔ غرض کسی طرح بھی امام صاحب کے بارے میں جرح ثابت نہیں ہر پہلو پر نظر ڈالئے اور مؤلف رسالہ کو داد دیجئے۔ دوسرے یحییٰ بن معین ہی تعدیل میں منفرد نہیں بلکہ اور بھی ائمہ ہیں جنھوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے جیسے علی بن مدینی، سفیان ثوری، شعبۃ بن الحجاج، حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی، حافظ ابوالحجاج مزی، وکیع بن الجراح، ابو داؤد، حافظ ابن عبدالبر، عبداللہ ابن المبارک، حافظ ابن حجر مکی، امام مالک، امام شافعی وغیرہم۔ چنانچہ مکرر سکرر گزر چکا ہے۔ بالفرض والمحال اگر یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہ ہو تو حضرات مذکورین کی توثیق کافی ہے۔ تیسرے یہ جرح مبہم ہے۔ جب تک مفسر نہ ہو اور کوئی مانع نہ ہو اس وقت تک مقبول نہیں۔ کیونکہ عداوت و حسد اور تعصب و حمیت غیر شرعیہ کے آثار یہاں پیدا ہیں۔ پس اس جرح کے مردود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چوتھے ابن جوزی نے خطیب کی تقلید کی ہے اور خطیب کی جروح معتبر نہیں کیونکہ ائمہ پر طعن کرنا ان کی عادت ہے۔ لہٰذا ابن جوزی کی جرح

کا بھی اعتبار نہیں۔ پانچویں ابن جوزی متشددین فی الجرح میں سے ہیں۔ بغیر وجہ وجیہ کے بھی رواۃ کو مجروح کر دیتے ہیں۔ چنانچہ گزر چکا لہٰذا یہ قول ان کا معتبر نہیں۔ چھٹے اس کی سند صحیح بیان کرنی چاہیئے۔ بغیر صحت سند کے یہ قول معتبر نہیں۔ ساتویں حافظ ابن عبد البر تصریح کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی توثیق و ثنا وصفت کرنے والے زیادہ ہیں۔ لہٰذا ان ائمہ کے مقابلہ میں طاعنین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں۔ امام صاحب کا علم و فضل تقویٰ و پرہیزگاری، دیانت و امانت۔ ورع و زہد عبادت و ریاضت۔ تابعیت و لت۔ ثقاہت و فقاہت وغیرہ اوصاف ایسے ہیں جن کے مخالف بھی تعریف کئے فیر نہ رہے۔ چنانچہ ماسبق میں مفصل بیان ہو چکا۔ پس ایسے شخص میں وہی عیوب نکالے کا جس کے دل کی اور ظاہری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی ہوگی۔ اور جو شراب عداوت و حسد سے مخمور ہوگا۔ جس نے ضد و عناد پر کمر باندھی ہوگی۔ تعصب و ہٹ دھرمی جس نے اپنا پیشہ کر لیا ہوگا۔ ورنہ اہل حق اہل انصاف کے نزدیک حق ظاہر ہے وقال ابو یوسف ما رأیت احدا اعلم بنفس الحدیث من ابی حنیفة وما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث منہ اہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ جاننے والا نفس حدیث کو کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کوئی ان سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم میری نظر سے گزرا۔ ناظرین جب امام حنیفہ کو بقول حاسدوں اور دشمنوں کے حدیث سے واقفیت ہی نہیں تو احادیث و اخبار کے معانی اور ان کی تفسیر کا ان کو علم ہونا چہ معنے دارد۔ اور وہ بھی ان کے زمانہ میں ان کے برابر کا بھی کوئی نہیں کیونکہ ان سے اچھا تو عالم کوئی تھا ہی نہیں۔ تعریف بھی وہی شخص کر رہا ہے جو اپنے وقت کا امام مجتہد تسلیم کیا ہوا ہے یعنی امام ابو یوسف جن کے شاگرد امام احمد وغیرہ ہیں۔ مجد الدین فیروز آبادی کے متعلق بھی یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی فرماتے ہیں۔ دسوا علی شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابا فی الرد علی ابی حنیفة وتکفیرہ ودفعوہ الی ابی بکر الخیاط الیمنی فارسل یلوم مجد الدین فکتب الیہ ان کان بلغک ھذا الکتاب

فاحرقه فانه افتراء على من الاعداء وانا من اعظم المعتقدين فى ابى حنيفة وذكرت مناقبه فى مجلد اه (اليواقيت والجواهر) امام صاحب کے رد اور تکفیر میں بعض لوگوں نے مجدالدین فیروز آبادی کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اور ابوبکر بن خیاط یمنی کو لوگوں نے دکھائی تو انہوں نے علامہ فیروز آبادی کو خط لکھ کر بہت لعنت ملامت کی۔ اس پر فیروز آبادی نے ابوبکر کو جواب لکھ بھیجا کہ جب کتاب آپ کے پاس پہنچے تو آپ اس کو جلا دیں۔ یہ مجھ پر دشمنوں نے افترا پردازی کی ہے۔ میں تو امام ابوحنیفہ کا بہت بڑا معتقد ہوں اور میں نے تو ایک کتاب ان کے مناقب میں لکھی ہے تو میں کس طرح ان کو برا بھلا کہہ سکتا ہوں۔ مؤلف رسالہ نے ان کو بھی مضعفین امام میں گنایا تھا۔ یہ اپنی بریت ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میرا کام نہیں بلکہ میرے دشمنوں کا ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی مؤلف رسالہ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے یعنی غنیۃ الطالبین میں ان کو مرجئی کہا ہے۔ اس کے بارے میں اول تو یہ عرض ہے کہ پہلے اس کو ثابت کیا جاتے کہ غنیۃ الطالبین شیخ کی تصنیف ہے اس بحث کے متعلق الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل مصنفہ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی علیہ الرحمۃ دیکھنی چاہیئے۔ دوسرے یہ عرض ہے کہ اگر بالفرض شیخ ہی کی تصنیف وتالیف ہے تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ شیخ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ امام ابوحنیفہ مرجئی تھے اگر کوئی مدعی ہے تو اس کو شیخ کی عبارت سے جو غنیہ میں ہو ثابت کر دکھاتے مگر ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست۔ یہی خبر نہیں کہ شیخ نے کیا بیان کیا ہے اور ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے مرجئہ کے فرقوں میں غسانیہ کی جگہ حنفیہ کو لکھا ہے جس کی تفصیل وتشریح خود آگے چل کر ان لفظوں سے فرماتے ہیں۔ اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابى حنيفة النعمان بن ثابت زعموا ان الايمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وبما جاء به من عنده جملة على ما ذكره البرهوتى فى كتاب الشجرة اه (غنیۃ الطالبین) کہ میں نے جو حنفیہ کے فرقہ کو مرجئہ میں شمار کیا ہے اس سے تمام حنفی مراد نہیں ہیں بلکہ بعض اصحاب کا یہ خیال ہے کہ ایمان صرف معرفت

اور اقرار لسانی کا نام ہے۔ ناظرین اس عبارت میں کہاں شیخ نے امام کو یا جملہ حنفیہ کو مرجی کہا ہے۔ اس سے کس طرح امام کے متعلق شیخ کی تضعیف ثابت کی جاتی ہے یہ روز روشن کو شب بتلانا اور عوام کو دھوکہ دہی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اسی کو حق اور دیانت داری اہل حدیث اور خصوصاً مؤلف رسالہ سمجھتے ہیں، کیا ہی اچھا ذریعہ آخرت کے سنوارنے کا ہاتھ لگا ہے۔ شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونضجت فی زمان البخاری واصحابہ اھ (فیوض الحرمین) مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ہی عمدہ طریق ہے جو سب طریقوں سے زیادہ موافق اس سنت معروفہ کے کہ جو بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں جمع کی گئی ہے۔ یہ وہی شاہ صاحب ہیں جن کے ذمہ یہ الزام ہے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے اگر وہ برے تھے تو ان کا مذہب کیسے اچھا ہو گیا اور وہ بھی تمام طرق سے اور احادیث کے زیادہ موافق عجب پر عجب ہے۔ غرض مؤلف رسالہ نے جتنے نام شمار کرائے تھے ان میں سے اکثر کو میں لکھ چکا ہوں، اسی طرح اوروں کو ناظرین قیاس کریں گو مجملاً تو سب ہی کا جواب ہو چکا تھا لیکن اطمینان کے لئے اتنی تفصیل سے میں نے ذکر کر دیا تاکہ اچھی طرح مؤلف رسالہ کی دیانت داری کی داد دیں۔ اب میں چند نام کتب کے ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں جن میں امام صاحب کے مناقب موجود ہیں جن کے مؤلفین شافعی، مالکی حنبلی حنفی ہیں عقود المرجان۔ قلائد عقود الدرر والعقیان یہ دونوں کتابیں امام صاحب کے مناقب میں حافظ ابو جعفر طحاوی نے تالیف کی ہیں، البستان فی مناقب النعمان علامہ محی الدین بن عبد القادر بن ابو الوفا قرشی نے تالیف کی۔ شقائق النعمان علامہ جار اللہ زمخشری کی کشف الآثار علامہ عبد اللہ بن محمد حارثی کی۔ الانتصار لامام ائمۃ الامصار علامہ یوسف سبط ابن جوزی کی تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی نے تالیف کی محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ تحفۃ السلطان علامہ ابن کاس نے تالیف کیا۔ عقود الجمان علامہ محمد بن یوسف دمشقی

نے تالیف کی۔ [۱۰]ابانہ احمد بن عبداللہ شیر آبادی کا۔ [۱۱]تنویر الصحیفہ علامہ یوسف بن عبدالہادی کی تصنیف ہے۔ [۱۲]خیرات حسان حافظ ابن حجر مکی شافعی کی۔ محررِ سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ [۱۳]قلائد العقیان یہ بھی حافظ ابن حجر مکی شافعی نے امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کی ہے۔ [۱۴]الفوائد المہمہ علامہ عمر بن عبدالوہاب عرضی شافعی کی۔ [۱۵]مرآۃ الجنان امام یافعی کی۔ [۱۶]تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی کی۔ محررِ سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ [۱۷]تذہیب التہذیب [۱۸]الکاشف یہ دونوں بھی حافظ ذہبی شافعی کی ہیں۔ [۱۹]تہذیب الکمال حافظ ابوالحجاج مزی کی [۲۰]جامع الاصول علامہ ابن اثیر جزری کی۔ [۲۱]احیاء العلوم امام غزالی کی محررِ سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ [۲۲]تہذیب الاسماء واللغات امام نووی کی۔ [۲۳]تاریخ ابن خلدون۔ [۲۴]تاریخ ابن خلکان۔ [۲۵]الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکاۃ۔ محررِ سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ [۲۶]میزان کبری شیخ عبدالوہاب شعرانی کی محررِ سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ [۲۷]الیواقیت والجواہر یہ بھی شعرانی کی ہے۔ [۲۸]طبقات شافعیہ ابواسحاق شیرازی کی۔ [۲۹]اول کتاب مسند میں ابوعبداللہ بن خسرو بلخی نے امام صاحب کے مناقب بیان کئے ہیں، محررِ سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ [۳۰]الایضاح عثمان بن علی بن محمد شیرازی کی۔ [۳۱]جامع الانوار محمد بن عبدالرحمن غزنوی کی۔ [۳۲]مرقات شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری کی۔ محررِ سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ [۳۳]تنسیق النظام فاضل سنبھلی کی۔ اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مسند امام اعظم کا احناف کے واسطے میرے خیال میں اس سے اچھا کوئی حاشیہ نہیں بلکہ مستقل شرح ہے۔ [۳۴]النافع الکبیر۔ [۳۵]مقدمہ تعلیق ممجد۔ [۳۶]مقدمہ ہدایہ۔ [۳۷]مقدمہ شرح وقایہ۔ [۳۸]مقدمہ سعایہ۔ [۳۹]اقامۃ الحجہ۔ [۴۰]الرفع والتکمیل۔ [۴۱]تذکرۃ الراشد مولانا عبدالحی لکھنوی کی ہیں۔ یہ آٹھوں کتابیں محررِ سطور کے مطالعہ سے گزری ہیں۔ [۴۲]آثار السنن۔ [۴۳]اوشحۃ الجید علامہ شوق نیموی کی۔ ان دونوں کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ خصوصاً آثار السنن بہت نایاب کتاب ہے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ [۴۴]خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال علامہ صفی الدین خزرجی کی یہ کتاب بھی مطالعہ سے گزری ہے۔ [۴۵]عمدۃ القاری شرح بخاری۔ [۴۶]بنایہ شرح ہدایہ یہ دونوں کتابیں حافظ وقت عینی کی ہیں اور دونوں محررِ سطور کے مطالعہ میں رہ چکی ہیں۔ [۴۷]شرح عین العلم ابن حجر مکی شافعی کی۔ [۴۸]حاشیہ محمد بن یوسف دمشقی علی المواہب۔ [۴۹]عین العلم محمد بن عثمان بلخی کی اک

کا بھی محررِ سطور نے مطالعہ کیا ہے۔ انتصار[50] الحق جواب معیار الحق فاضل رام پوری کی۔ یہ بھی مطالعہ سے گزری ہے اچھی کتاب ہے۔ شرح[51] مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم لکھنوی کی۔ غیث[52] الغمام فاضل لکھنوی کا اس کو بھی دیکھا ہے۔ تمہید[53] حافظ ابن عبد البر۔ استذکار[54] حافظ ابن عبد البر۔ کتاب[55] جامع العلم حافظ ابن عبد البر اس کا ایک مختصر ہے۔ احقر نے اس کا مطالعہ کیا ہے بہت ہی عجیب کتاب ہے۔ مجمع[56] البحار علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب قانون فن رجال میں ہے جو قلمی ہے چھپی ہوئی نہیں ہے اس کے خطبہ میں خود مؤلف نے اپنے آپ کو حنفی لکھا ہے احقر نے اس کا مطالعہ کیا ہے اچھی کتاب ہے۔ طبقات[57] کبریٰ تاج الدین سبکی کی۔ لواقح[58] الانوار شعرانی شافعی کی۔ تذکرۃ[59] الاولیا عطارؒ کی۔ فیوض[60] الحرمین شاہ ولی اللہ محدث کی۔ عقود الجواہر[61] المنیفہ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے یہ وہ کتاب دو جلدوں میں ہے جس میں ان روایات حدیثیہ کو جمع کیا ہے جن کو امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں، بہت عجیب کتاب ہے ہر شخص کو جو حنفی مذہب رکھتا ہو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ امام ابوحنیفہ کو کتنی حدیثیں پہنچی تھیں اور دشمن کتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، در[62] مختار، رد[63] المحتار دونوں کا مطالعہ کیا ہے۔ مقدمہ[64] فتح الباری اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تہذیب[65] التہذیب۔ تقریب[66] التہذیب یہ دونوں بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہیں احقر نے دونوں کا مطالعہ کیا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ روض[67] الفائق علامہ شعیب کی جو مشہور بحریفش ہیں۔ التاج[68] المکلل۔ حطہ[69] فی اصول الصحاح الستہ۔ اتحاف[70] النبلاء۔ کشف[71] الالتباس۔ یہ چاروں کتابیں نواب صدیق حسن خاں قنوجی کی ہیں جو میرے مطالعہ سے گزری ہیں۔ المقاشب[72] المنیفہ۔ کتاب[73] الحنفاء یہ دونوں مولوی عبد الاول جونپوری کی ہیں جو خاکسار نے دیکھی ہیں۔ کتاب[74] المناقب للموفق بن احمد مکی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مناقب[75] کردری اس کو بھی احقر نے دیکھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دائرۃ المعارف میں چھپی ہیں جو حیدر آباد میں ہے۔ الحیاض[76] علامہ شمس الدین سیواسی کی۔ جزء[77] المناقب حافظ ذہبی مصنف کاشف کی ہے۔ الطبقات[78] السنیہ علامہ تقی الدین ابن عبد القادر کی۔ تعیقہ[79] فی مناقب ابی حنیفہ حافظ ذہبی کا ہے۔ یہ اُناسی کتابوں کے نام ناظرین کے سامنے مشتے نمونہ از خروارے

پیش کئے ہیں جس میں بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو خاص امام صاحب کے مناقب و محامد میں لکھی گئی ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے حاسدوں اور دشمنوں کے اور کوئی بھی امام صاحب کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں آپ کے مناقب موجود ہیں جس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھ سکتا ہے۔ مذکورہ کتب میں سے بیالیس کتابیں میں نے دیکھی ہیں اور ان کا مطالعہ کیا ہے۔ ناظرین یہاں تک اُن اقوال کے متعلق ذکر تھا جن کے نام مؤلف رسالہ نے گنائے تھے۔ تقریباً نصف نام میں نے ان میں سے ذکر کئے ہیں۔ انھیں پر اوروں کو قیاس کر لیجئے۔ گو مضمون بہت طویل ہو گیا مگر فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اب آگے مؤلف گل افشانی فرماتے ہیں۔

اعتراض ۱۳ **قولہ**۔ یہ تو ہوا امام صاحب کی نسبت۔ **اقول**۔ ناظرین جس کی کیفیت مفصل طور پر معلوم کر چکے ہیں صرف دو قول یہاں پر امام صاحب کے مجاہدہ نفس اور ریاضت فی العبادت کے بارہ میں پیش کرتا ہوں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ عن حفص بن عبد الرحمٰن کان ابو حنیفۃ یحیی اللیل کلہ ویقرأ القرآن فی رکعۃ ثلاثین سنۃ اھ۔ حفص بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تمام شب عبادت میں گزار دیا کرتے تھے اور تیس سال تک برابر ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ عن مسعر قال دخلت لیلۃ المسجد فرأیت رجلا یصلی لیقرأ فی الصلوٰۃ حتی ختم القرآن کلہ فی رکعۃ فنظرت فاذا ھو ابو حنیفۃ اھ مسعر کہتے ہیں کہ میں ایک رات ایک مسجد میں جو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ایک رکعت میں تمام قرآن ختم کر دیا۔ میں نے جو غور سے دیکھا تو وہ امام ابوحنیفہ نکلے۔ صاحبو ہے کوئی ایسی عبادت اور ریاضت کرنے والا۔ مگر ہائے ابوحنیفہ کی عداوت کہ اس نے اس عبادت کو بھی بدعت بنا دیا چنانچہ الجرح علی اصول الفقہ کے مؤلف نے اس کا ذکر کیا ہے۔ احقر نے اس کا جواب بھی لکھا ہے جو طبع ہو چکا ہے جس کا نام الصارم المسلول ہے جس کے سامنے مخالفین کو بھی دم زدن کا چارہ نہیں ہے۔

قولہ ۔ اب سنیئے ان کے بیٹے اور پوتے کی بابت میزان الاعتدال جلد اول میں ہے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی عن ابیہ عن جدہ قال ابن عدی ثلثتھم ضعفاء انتہی الخ **اقول** ۔ ناظرین آپ کو پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ ابن عدی متعصبین میں سے ہیں خصوصاً امام ابوحنیفہ کے ساتھ تو ان کو خاص طور پر محبت ہے اسی لئے ان پر صفائی کا ہاتھ پھیرتے ہیں لہذا ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ دوسرے جب تک جرح مفسر نہ ہو اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی چنانچہ مفصل بحث گزر چکی ہے اور ابن عدی کا قول مذکور جرح مبہم ہے مفسر نہیں لہذا مقبول نہیں۔ اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے کوئی قطعی فیصلہ تقریب میں ان کے متعلق نہیں کیا۔ صرف لفظ تکلموا کہہ کر خاموش ہوگئے۔ اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ الکوفی القاضی حفید الامام تکلموا فیہ من التاسعۃ مات فی خلافۃ المامون اھ (تقریب) اور ظاہر ہے کہ لفظ تکلموا جرح مبہم ہے لہذا حد اعتبار سے ساقط ہے ومن ذلک قولہم فلان ضعیف ولا یبینون وجہ الضعف فہو جرح مطلق والاولی ان لا یقبل من متاخری المحدثین لانہم یجرحون بما لا یکون جرحا اھ (سعی مشکور) انہیں اقوال میں سے جو جرح مبہم میں شمار ہوتے ہیں محدثین کا یہ قول ہے کہ فلاں ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان نہیں کرتے تو یہ جرح مطلق ہے بہتر یہ ہے متاخرین محدثین سے اگر یہ قول صادر ہو تو مقبول نہیں کیا جاتے کیونکہ ان کی عادت ہوتی ہے کہ یہ ایسی باتوں کے ساتھ جرح کرتے ہیں جو واقع میں جرح نہیں ہوتی ہیں۔ قال ابن سعد لم یکن بالقوی قلت ہذا جرح مردود وغیر مقبول اھ (مقدمہ فتح الباری) حافظ ابن حجر مقدمہ میں عبدالاعلیٰ بصری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ابن سعد نے یہ کہا کہ عبدالاعلیٰ قوی نہیں تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جرح مردود ہے مقبول نہیں۔ ناظرین دیکھئے کہ لفظ لم یکن بالقوی اور فلاں ضعیف دونوں سے ضعف راوی ثابت نہیں ہوتا۔ حالانکہ دونوں لفظ جرح کی صورت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ جرح مبہم غیر مفسر ہے جس سے عیب پیدا نہیں ہوسکتا۔ پس اسی طرح ابن عدی کا

یہ کہنا کہ تینوں ضعیف ہیں غلط ہے مقبول نہیں وجہ یہ کہ کوئی سبب ضعیف نہیں پایا جاتا قلت قول ابن عدی ان کان مقبولا فی اسمعیل وحماد اذا بین سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبہم فہو غیر مقبول قطعا فی ابی حنیفة وکذا کلام غیرہ ممن ضعفہ کالدارقطنی وابن القطان کما حققہ العینی فی مواضع من البنایة. شرح الہدایة وابن الہمام فی فتح القدیر وغیرہما من المحققین اھ (فوائد بہیہ ص۲۶) جب تک اسماعیل اور حماد کے بارے میں سبب ضعف نہ بیان کیا جائے اس وقت تک ابن عدی کی جرح مقبول نہیں کیونکہ جرح مبہم مردود ہوا کرتی ہے لیکن ابن عدی کی جرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں قطعی اور یقینی غیر مقبول ہے۔ اسی طرح دارقطنی اور ابن القطان وغیرہ کا کلام بھی قطعاً غیر مقبول ہے، چنانچہ حافظ عینی اور حافظ ابن ہمام وغیرہ محققین نے تصریح کی ہے، میزان میں حافظ ذہبی ابن عدی کا قول نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل کرتے ہیں وقال الخطیب وحدث عن عمرو بن ذر ومالك بن مغول وابن ابی ذیب وطائفة وعنه سهل بن عثمان العسکری وعبد المومن بن علی الرازی وجماعة ولی قضاء الرصافة وهو من کبار الفقهاء قال محمد بن عبد الله الانصاری ماولی من لدن عمر الی الیوم اعلم من اسمعیل بن حماد قیل ولا الحسن البصری قال ولا الحسن اھ (میزان جلد اول ص۱۰۵) کہ فن حدیث اسماعیل نے عمرو بن ذر اور مالک بن مغول اور ابن ابی ذیب اور ایک جماعت محدثین سے حاصل کیا ہے اور ان سے فن حدیث کو سہل بن عثمان اور عبد المومن الرازی اور ایک گروہ محدثین نے حاصل کیا۔ رصافہ کے قاضی اور کبار فقہاء میں شمار تھے۔ محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانے تک اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی قاضی نہیں مقرر ہوا، کسی نے پوچھا کہ حسن بصری سے بھی علم میں امام اسماعیل بڑھ کر تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حسن بھی ان کے برابر کے نہیں تھے۔ قضات کے لائق امام اسماعیل ہی تھے۔ اس عبارت سے امام اسمعیل کی محدثیت، فقاہت، اعلمیت وغیرہ اوصاف

روز روشن کی طرح ثابت ہیں نہ معلوم کیوں ان کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ابن عدی کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک بھی اسماعیل بن حماد ضعیف ہوں۔ کیونکہ حافظ ذہبی نے میزان میں ایسے لوگوں کو بھی ذکر کیا ہے جو واقع میں ثقہ اور جلیل القدر ہیں لیکن اقل لین اور اقل تجریح کی وجہ سے جو قابلِ اعتبار نہیں ہے ان کو ذکر کر دیا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ابن عدی وغیرہ ایسے حضرات کو اپنی تصانیف میں ذکر نہ کرتے تو میں اپنی کتاب میں ان کی ثقاہت کی وجہ سے ان حضرات کو ذکر نہ کرتا پڑھیے ان کے اس قول کو وفیہ من تکلم فیہ مع ثقتہ وجلالتہ بادنی لین وباقل تجریح فلولا ابن عدی اوغیرہ من مؤلفی کتب الجرح ذکروا ذلک الشخص لما ذکرتہ لثقتہ اھ (دیباچہ میزان ص۳ جلد اول) اور اسی طرح امام ذہبی نے یادداشت کے طور پر ختم کتاب پر بھی اس قول کو یاد دلایا ہے۔ چنانچہ تیسری جلد کے انتہا پر فرماتے ہیں وفیہ خلق کما قدمنا فی الخطبۃ من الثقات ذکرتہم للذب عنہم اولان الکلام فیہم غیر مؤثر ضعفا اھ (میزان جلد ثالث صفحہ ۴۰۰) میری اس کتاب میں بہت سے ثقہ لوگ بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ میں نے خطبہ میں اس کی تصریح کی ہے لیکن میں نے ان کو دو وجہ سے ذکر کیا ہے یا تو اُن سے ضعف کو دفع کروں یا جو کلام ان کے بارے میں کیا گیا ہے وہ ان میں ضعف کو پیدا نہیں کرتا۔ ان تمام امور پر نظر ڈالتے ہوئے ہر شخص جس کو ادنیٰ عقل ہوگی یہ کہہ دے گا کہ ایسی حالت میں کسی طرح بھی ابن عدی کی جرح مذکور مقبول نہیں ولی القضاء بالجانب الشرقی ببغداد وقضاء البصرۃ والرقۃ وکان بصیرا بالقضاء عارفا بالاحکام والوقائع والنوازل صالحا دینا عابدا زاہدا صنف الجامع فی الفقہ والرد علی القدریۃ وکتاب الارجاء وعن الحلوانی اسمعیل نافلۃ ابی حنیفۃ کان یختلف الی ابی یوسف یتفقہ علیہ ثم صار بحال یعرض علیہ ومات شابا اھ (الفوائد البہیہ ص۴۳) امام اسماعیل بغداد کی جانب شرقی اور بصرہ اور رقہ کے قاضی رہ چکے ہیں، قضاءت کے ماہر احکام اور حوادثات اور واقعات کے پورے عارف و عالم

تھے۔ صالح۔ دیندار۔ عابد۔ پرہیزگار۔ زاہد تھے۔ کتاب الارجاء۔ الجامع۔ الرد علیٰ قدریہ چند کتابیں تصنیف کیں۔ جوانی کی حالت میں انتقال ہوا۔ اس عبارت میں جو اوصاف ایک بڑے عالم و امام کے واسطے شایاں ہیں وہ سب موجود ہیں۔ ان حضرات کی عصبیت پر تعجب آتا ہے کہ جب ایسے ائمہ ضعیف ہو جائیں گے تو پھر ثقہ کون ہوگا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔

ناظرین! اب حماد کے بارے میں سنیں۔ وبعض المتعصبين ضعفوا حمادا من قبل حفظه كما ضعفوا اباه الامام لكن الصواب هو التوثيق لا يعرف له وجه فی قلة الضبط والحفظ وطعن المتعصب غير مقبول انتهى (تنسيق النظام[۳]) بعض متعصبین نے حفظ کے اعتبار سے امام حماد کی تضعیف کی جس طرح متعصبین نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے لیکن حماد کے بارے میں صحیح توثیق ہی ہے۔ کیونکہ قلت حفظ اور ضبط کی کوئی وجہ ہی نہیں معلوم ہوتی۔ پھر کیونکر ضعیف ہو سکتے ہیں اور متعصب کی جرح مقبول ہی نہیں تاکہ تضعیف مقبول ہو۔ علامہ علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ هو حماد بن النعمان الامام ابن الامام تفقه على ابيه وافتى فی زمنه وتفقه عليه ابنه وهو فی طبقة ابی يوسف ومحمد وزفر والحسن بن زياد وكان الغالب عليه الورع قال الفضل بن دكين تقدم حماد بن النعمان الى شريك بن عبد فی شهادة فقال شريك والله انك لعفيف النظر والفرج خيار مسلم اه (سند الامام شرح المسند) حماد کون ہیں نعمان بن ثابت کے بیٹے خود بھی امام وقت ہیں اور امام کے بیٹے بھی ہیں۔ فن فقہ کو اپنے والد ماجد امام ابوحنیفہ سے حاصل کیا اور امام صاحب ہی کے زمانہ میں مفتی بھی تھے ان سے ان کے بیٹے اسماعیل بن حماد نے فن فقہ حاصل کیا۔ امام ابویوسف۔ امام محمد امام زفر۔ امام حسن بن زیاد کے طبقہ میں شمار ہیں۔ اتقاء و پرہیزگاری ان پر غالب تھی فضل بن دکین کہتے ہیں کہ حماد ایک شہادت میں شریک بن عبد کے یہاں بلاتے گئے تو شریک نے کہا بخدا پاک نظر اور پاک فرج ہیں اور مسلمانوں میں آپ اچھے مسلم ہیں نیز

ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں چنانچہ ماسبق میں مفصل معلوم ہو چکا ہے جب تک کوئی وجہ وجیہ بیان نہ کریں ان کی تضعیف کا اعتبار نہیں ہے۔

اعتراض ۱۴۲ **قولہ**۔ اب سنیئے ان کے مقرب شاگردان کی نسبت ضعف کا تمغہ پہلے امام ابو یوسف کو لیجئے الی قولہ ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال الفلاس کثیر الغلط و قال البخاری ترکوہ۔ الی قولہ۔ اور لسان المیزان میں ہے۔ قال ابن المبارک ابو یوسف ضعیف الروایۃ اھ **اقول** ؎

چو قاضی بفکرت نویسد سجل نہ گردد ز دستار بندان خجل

ناظرین یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کے امام احمد حنبل وغیرہ محدثین شاگرد ہیں چنانچہ کتی سلسلے ان کے ابتداء میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کے بارے میں امام نسائی نے کتاب الضعفاء والمتروکین میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف ثقہ ہیں یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظین حدیث میں شمار کیا ہے۔ سمع ہشام بن عروۃ و ابا اسحٰق الشیبانی وعطاء بن السائب وطبقتھم وعنہ محمد بن الحسن الفقیہ واحمد بن حنبل وبشر بن الولید ویحیٰی بن معین وعلی بن الجعد وعلی بن مسلم الطوسی وخلق سواھم نشاء فی طلب العلم وکان ابوہ فقیراً فکان ابو حنیفۃ یتعاھدہ قال المزنی ابو یوسف اتبع القوم للحدیث وروی ابراھیم بن ابی داؤد عن یحیٰی بن معین قال لیس فی اھل الرای احد اکثر حدیثا ولا اثبت منہ وروی عباس عنہ قال ابو یوسف صاحب حدیث وصاحب سنۃ وقال ابن سماعۃ کان ابو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مأتی رکعۃ وقال احمد کان منصفا فی الحدیث مات سنۃ اثنتین وثمانین ومائۃ ولہ اخبار فی العلم والسیادۃ وقد افردتہ وافردت صاحبہ محمد بن الحسن فی جزء انتھی ملخصًا اھ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی) ابو یوسف نے فن حدیث کو ہشام بن عروہ۔ ابو اسحاق شیبانی۔ عطاء بن سائب اور ان کے طبقے والوں سے حاصل

کیا ہے اور فن حدیث میں امام ابو یوسف کے شاگرد امام محمد، امام احمد، یحییٰ بن معین، بشر بن ولید، علی بن جعد، علی بن مسلم طوسی اور ایک مخلوق محدثین کی ہے۔ طلب علم ہی میں ان کی نشو و نما ہوتی ہے ان کے والد ماجد کی افلاس کی حالت تھی اس لئے امام ابوحنیفہ ان کی خبر گیری رکھتے اور ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ امام مزنی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف جماعت بھر میں حدیث کے متبع زیادہ تھے۔ ابراہیم بن ابی داؤد یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ اہل رائے میں امام ابو یوسف اثبت اور اکثر حدیث ہیں۔ عباس دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف صاحب حدیث، صاحب سنت ہیں۔ ابن سماعہ کہتے ہیں کہ قاضی ہو جانے کے بعد امام ابو یوسف ہر روز دو سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف حدیث میں منصف تھے ۱۸۲ھ ایک سو بیاسی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ امام ذہبی صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ان کے واقعات علم و سیادت کے بہت سے ہیں۔ میں نے ان کے اور امام محمد کے مناقب کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔ ناظرین یہ ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو یوسف کے بارے میں کتنے زبردست الفاظ مدحیہ ہیں اس پر بھی معاندین اور حساد آنکھیں نکال رہے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ جو شخص بقول بخاری متروک ہو بقول فلاس کثیر الغلط ہو وہ ان الفاظ کا ایسے ائمہ سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے مستحق ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی ناقد رجال ہو کر اس کے مناقب میں کتاب تصنیف کر سکتا ہے کبھی نہیں۔ بخاری نے محض اس رنجش کی وجہ سے جو ان کو بعض حنفیوں سے ہو گئی تھی امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ کے بارے میں کلام کر دیا حالانکہ یہ محض تعصب پر مبنی ہے، جو قابل قبول نہیں ہے۔ متروک اور کثیر الغلط ہونے کی تہمت ہی تہمت ہے جس کا کچھ وجود نہیں ورنہ امام احمد جیسا شخص اور ابن معین جیسا ناقد کبھی بھی امام ابو یوسف کا شاگرد نہ ہوتا بلکہ سب سے اول یہی لوگ ان کی تضعیف کرتے۔ لیکن یہ حضرات جب ان کو صاحب حدیث، صاحب سنت، منصف فی الحدیث اثبت واکثر حدیثا، اتبع الحدیث، حافظ حدیث فرماتے ہیں تو پھر ترکوہ اور کثیر الغلط کی

بنیاد محض عداوت اور تعصب پر ثابت ہو جاتی ہے، جس کا گرا دینا کچھ مشکل نہیں۔ نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں۔ کان القاضی ابو یوسف من اهل الکوفة وهو صاحب ابی حنیفة وکان فقیها عالما حافظا اھ (التاج المکلل ص۹۱) کہ قاضی ابو یوسف کوفہ کے اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ فقیہ، عالم، حافظِ حدیث تھے، سلیمان تیمی، یحیٰی بن سعید انصاری، اعمش، محمد بن یسار وغیرہ سے فن حدیث کو حاصل کیا ہے۔ نواب صاحب نے ان چار ناموں کو زیادہ لکھا ہے۔ اس لئے نقل کر دیا، آگے چل کر نواب صاحب لکھتے ہیں۔ ولم یختلف یحیی بن معین واحمد بن حنبل وعلی بن المدینی فی ثقته فی النقل اھ (التاج المکلل ص۹۲) کہ یحیٰی بن معین اور احمد بن حنبل اور علی بن مدینی تینوں اماموں کا امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے پر اتفاق ہے یہ ابن مدینی وہی شخص ہیں جن کے لئے بخاری کو اقرار کرنا پڑا کہ میں اپنے آپ کو انہیں سے چھوٹا سمجھتا ہوں، حافظ ابن حجر تقریب میں ابن مدینی کے بارے میں فرماتے ہیں، ثقة ثبت امام اعلم اهل عصره بالحدیث وعلله حتی قال البخاری ما استصغرت نفسی الا عنده (تقریب) کہ ابن مدینی ثقہ، ثبت، امام اعلم اہل زمانہ بالحدیث و علل ہیں حتی کہ بخاری بھی کہہ اٹھے کہ ان کے سامنے میری کوئی حقیقت نہیں۔ جب علی مدینی امام ابو یوسف کو ثقہ کہتے ہیں تو بخاری کا قول ان کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ولم یختلف یحیی بن معین واحمد وابن المدینی فی کونه ثقة فی الحدیث اھ (انساب سمعانی) امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے میں ابن معین، احمد، علی بن المدینی مختلف نہیں ہیں۔ وذکر ابن عبد البر فی کتاب الانتهاء فی فضائل الثلاثة الفقهاء ان ابا یوسف کان حافظا وانه کان یحضر المحدث ویحفظ خمسین ستین حدیثا ثم یقوم فیملیها علی الناس وکان کثیر الحدیث اھ (التاج المکلل ص۹۲) حافظ ابن عبد البر مالکی مغربی کتاب الانتہا میں فرماتے ہیں جس میں فقہائے ثلاثہ کے مناقب بیان کئے ہیں کہ امام ابو یوسف حافظ تھے ان کے حافظہ کی یہ حالت تھی کہ محدث کی مجلس میں تشریف

لاتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں وہیں یاد کر لیتے اور جب اس مجلس سے اُٹھتے تو فوراً لوگوں کو جوں کی توں لکھا دیا کرتے تھے۔ ان میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوتا تھا اور امام ابو یوسف کثیر الحدیث تھے اس قول سے فلاس کے قول کی تردید ہو گئی۔ اگر کثیر الغلط ہوتے تو ابن عبد البر کبھی بھی ان کے حافظ کی تعریف بالفاظ مذکورہ نہ کرتے۔ قال طلحۃ بن محمد بن جعفر ابو یوسف مشہور الامر ظاہر الفضل افقہ اہل عصرہ ولم یتقدمہ احد فی زمانہ وکان النہایۃ فی العلم والحکم والریاسۃ والقدر وھو اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذھب ابی حنیفۃ واملی المسائل ونشرھا وبث علم ابی حنیفۃ فی اقطار الارض اھ (التاج المکلل ص۹۲) طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف مشہور الامر، ظاہر الفضل، افقہ، اہلِ زمانہ۔ ان کے زمانہ میں ان سے کوئی فضل میں متقدم نہ تھا۔ علم، فیصل جات، ریاست، قدر و منزلت کی منتہا تھے۔ مذہب امام ابو حنیفہ کے موافق اصول فقہ میں اول انہیں نے کتابیں تصنیف کی ہیں مسائل کا املا اور ان کا شیوع انہیں نے کیا۔ اطرافِ عالم میں امام ابو حنیفہ کے علم کو انہیں نے پھیلایا۔ قال عمار بن ابی مالک ما کان فی اصحاب ابی حنیفۃ مثل ابی یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفۃ ولا محمد بن ابی لیلی ولکنہ ھو الذی نشر قولھما وبث علمھما اھ (التاج المکلل ص۹۳) عمار بن ابی مالک کہتے ہیں کہ اصحاب ابی حنیفہ میں امام ابو یوسف جیسا کوئی شخص نہیں ہے اگر امام ابو یوسف نہ ہوتے تو محمد بن ابی لیلی اور امام ابو حنیفہ کا کوئی ذکر نہ کرتا انہیں نے دونوں کے قول و علم کو عالم میں پھیلایا وقال ابو یوسف سألنی الاعمش عن مسئلۃ فاجبتہ عنھا فقال لی من این لک ھذا فقلت من حدیثک الذی حدثتناہ انت ثم ذکرت لہ الحدیث فقال لی یا یعقوب انی لاحفظ ھذا الحدیث قبل ان یجتمع ابواک وما عرفت تاویلہ حتی الآن اھ (التاج المکلل ص۹۲) امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مجھ سے اعمش نے ایک مرتبہ ایک مسئلہ پوچھا میں نے اس کا جواب دے دیا تو وہ فرمانے لگے تم کو یہ جواب کہاں سے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ اُسی حدیث سے جو آپ نے مجھ سے بیان کی تھی

اور پھر وہ حدیث میں نے ان کو سُنا دی تو اعمش کہنے لگے اے یعقوب (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے)، میں بھی اس حدیث کا حافظ ہوں لیکن اب تک اس کے معنے میری سمجھ میں نہ آتے تھے اس وقت سمجھا ہوں۔ ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں اور امام ابو یوسف کے حافظہ اور فہم کی داد دیں جس کا اعمش نے بھی اقرار کر لیا۔ اسی پر فلاس اور بخاری کثیر الغلط اور ترکوہ کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! واخبار ابی یوسف کثیرۃ و اکثر الناس من العلماء علی فضلہ و تعظیمہ اھ (التاج المکلل ص۹۲) امام ابو یوسف کے اخبار بہت ہیں اور اکثر علماء ان کی فضیلت اور تعظیم کے قائل ہیں۔ یہ نواب صاحب کا قول ہے جو فیصلہ کے طور پر ہے۔ ماقبل میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس کے مدح کرنے والے زیادہ ہوں اس کے بارے میں جارحین کی جرح مقبول نہیں۔ نیز ہم عصر کی جرح بھی دوسرے ہم عصر کے بارہ میں مقبول نہیں، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح ہم عصر ہیں۔ بخاری۔ دارقطنی۔ ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں لہذا ان کی جرح بھی مقبول نہیں۔

ناظرین اب میزان الاعتدال کی عبارت کے متعلق سنیئے۔ مؤلف رسالہ نے جو فلاس کا قول نقل کیا ہے اس کا ایک لفظ ترک کر دیا کیونکہ وہ امام ابو یوسف کی مدح میں تھا اصل عبارت یوں ہے۔ قال الفلاس صدوق کثیر الغلط اھ فلاس کہتے ہیں، امام ابو یوسف صدوق کثیر الغلط تھے۔ دوسرے جملہ کا جواب عرض کر چکا ہوں، پہلا جملہ الفاظ تعدیل و توثیق میں سے ہے لہذا فلاس کے نزدیک بھی ان کا صدوق ہونا مسلم ہے ع۔ ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی۔ وقال عمرو الناقد کان صاحب سنۃ اھ (میزان ص۳۲۱) عمرو کہتے ہیں امام ابو یوسف صاحب سنت تھے یہ بھی توثیق ہے وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ اھ (میزان الاعتدال ص۳۲۱) ابو حاتم کہتے ہیں امام ابو یوسف کی حدیث لکھی جاتی ہے یہ بھی تعدیل کے الفاظ ہیں۔ وقال المزنی ھو اتبع القوم للحدیث اھ (میزان ص۳۲۱) امام مزنی کا قول ہے کہ وہ اتبع الحدیث دوسروں کے اعتبار سے ہیں یہ بھی مدح ہے۔ و اما الطحاوی فقال سمعت ابراھیم بن ابی داؤد البرامی سمعت یحیی بن معین یقول لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا

ولا اثبت من ابی یوسف اھ (میزان جلد ثالث ص۳۰۲) لیکن امام طحاوی نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد برلسی سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن معین کو کہتے ہوئے سنا امام ابو یوسف اکثر حدیث اور اثبت فی الحدیث باعتبار دوسرے اصحاب رائے کے ہیں۔ وقال ابن عدی لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا منہ الا انہ یروی عن الضعفاء الکثیر مثل الحسن بن عمارۃ وغیرہ وکثیرا ما یخالف اصحابہ و یتبع الاثر فاذا روی عنہ ثقۃ وروی ھو عن ثقۃ فلا باس بہ اھ (میزان ص۳۲۲) ابن عدی کہتے ہیں اصحاب رائے میں ان سے زیادہ حدیث والا کوئی دوسرا نہیں ہے مگر اتنی بات ہے کہ ضعیفوں سے زیادہ روایت کرتے ہیں جیسے حسن بن عمارۃ وغیرہ ہیں اور بسا اوقات اپنے اصحاب کی مخالفت اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں۔ جس وقت ان سے کوئی ثقہ روایت کرے اور وہ بھی ثقہ سے روایت کریں تو لاباس بہ ہیں۔

ناظرین میزان کی یہ سب عبارتیں جن میں امام ابو یوسف کی ائمہ نے توثیق کی ہے مؤلف رسالہ نے اپنی حقانیت اور دیانت داری ظاہر کرنے کے واسطے حذف کر دیں اور صرف فلاس اور بخاری کے قول کو نقل کر دیا تاکہ عوام کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ ضعیف راویوں سے روایت کرنا اگر کسی کو ضعیف بنا دیتا ہے تو پھر امام مسلم اور امام بخاری بھی ضعیف ہیں کیونکہ انہوں نے بھی روایت ایسے لوگوں سے کی ہے۔ جس نے بخاری مسلم کا مطالعہ کیا ہے اور کتب رجال پر اس کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ بخاری مسلم میں کتنے راوی متکلم فیہ ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر چند نام بخاری کے ذکر کرتا ہوں ان سے اندازہ فرمالیں اور مؤلف رسالہ کو داد دیں۔ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ کتاب المناقب میں حسنؒ بن عمارۃ موجود ہیں جن کے ترک پر ائمہ جرح وتعدیل کا اتفاق ہے (مقدمہ ص۳۹۵) اسیدؒ بن زید الجمال بخاری کتاب الرقاق میں موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ میں نے کسی کی ان کے بارے میں توثیق نہیں دیکھی (مقدمہ ص۳۸۵) حسن بن بصری کو دیکھئے اور بخاری میں موجود ہیں۔ امام احمد، ابن معین،

ابو حاتم۔ نسائی۔ ابن مدینی۔ یہ پانچوں ان کے ضعیف ہونے کے قائل ہیں (مقدمہ ص۳۹۴) غرض ایسے بہت سے نکلیں گے جن میں ائمہ نے کلام کیا اور وہ بھی حد درجہ کا پھر بخاری میں موجود ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی بخاری کو ضعیف کہنے لگے تو کیا مؤلف رسالہ یا ابن عدی اس کے ہم نوا ہوں گے۔ بس جو اس کا جواب ہے وہی امام ابو یوسف کی طرف سے جواب ہے۔ میں نے التحقیق التام میں اس کے متعلق زیادہ بسط سے بحث کی ہے جو مطبوع ہے غلبہ رائے ایسی جرح ہے جس سے راوی مجروح نہیں ہوتا چنانچہ مقدمہ فتح الباری اور کتاب جامع العلم سے منقول ہو چکا ہے لہٰذا ایسے امور کو پیش کرنا مفید نہیں۔ امام ابو یوسف پر جو یہ مصیبت آئی ہے کہ وہ ضعیف ہو گئے وجہ اس کی صرف امام ابو حنیفہ کی شاگردی ہے۔ مؤلف رسالہ نے یہاں پر دریدہ دہنی سے کام لیا ہے جو اہلِ علم کی شان سے اور خصوصاً اہلِ حدیث کی شان سے بسا بعید ہے ان الفاظ کے نقل کرنے کو بھی میں اچھا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا ترک کرتا ہوں۔ صرف جواباً یہ عرض ہے ع گل ست سعدی و در چشم دشمناں خار ست۔ اب آگے مؤلف رسالہ گل فشانی فرماتے ہیں۔

قولہ۔ یہ تو ہوا حال ابو یوسف کا۔ **اقول**۔ جس کی تفصیل ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔

اعتراض ۱۵ **قولہ**۔ اب سنیئے امام محمد کا حال جنہوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے (پانچوں سواروں میں اپنے کو بھی شامل کرنے یا خون لگا کر شہید بننے کو)۔ **اقول**۔ ناظرین یہ ہے تہذیب اور سلف کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ ہے۔ کیا آپ اس کو علمی تحریر سمجھتے ہیں جو اور الفاظ گندے لکھے ہیں وہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں جن سے بازاری بھی مات ہیں لیکن یہ حضرات کا طریقہ ہے کہ ہر ایک کو برا بھلا کہا کرتے ہیں اور سوائے اس کے ان کے پلہ میں اور کچھ نہیں ہے

آپ نے گالیاں دیں خوب ہوا خوب کیا بخدا مجھ کو مزا آیا شکر پاروں کا

امام محمد کے موطا تصنیف کرنے پر آپ کو کیوں حسد پیدا ہو گیا۔ اگر آپ میں کچھ ہمت ہے تو اپنی سند کے ساتھ اسی طرح کی حدیث کی کتاب چھوٹی سی چھوٹی تصنیف کر کے

دکھائیں۔ دیکھیں تو سہی آپ کتنے پانی میں ہیں۔ امام محمد نے ایک موطا ہی تصنیف نہیں کی نوسو ننانوے کتابیں تالیف کی ہیں، آپ ننانوے ہی تالیف کرکے دکھائیں۔ امام محمد کی تصانیف سے بڑے بڑوں نے فائدہ حاصل کیا ہے اور تعریف کی ہے اور اُن کے علم کا لوہا مان گئے ہیں۔ چنانچہ آرہا ہے۔

یہاں تک تو ناظرین نے مؤلف رسالہ کی علمی حالت کا اندازہ کرلیا ہے۔ اب اور آگے چل کر معلوم کرلیں گے۔ نیز امام محمد صاحب کی قدر و منزلت فضیلت و علمیت وغیرہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

اعتراض نمبر ۱۶ **قولہ**۔ امام نسائی نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء والمتروک میں لکھا ہے ومحمد بن الحسن ضعیف اور میزان الاعتدال میں ہے۔ لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ اور لسان المیزان میں ہے۔ قال ابو داؤد لا یکتب حدیثہ رجذف ترجمہ اردو)

اقول ؎

کم بخت دلخراش بہت ہے صدائے دل کانوں پہ ہاتھ رکھ کے سنوں ماجرائے دل

میزان الاعتدال میں تلیین امام نسائی ذکر کرنے کے بعد ذہبی فرماتے ہیں یروی عن مالک بن انس وغیرہ وکان من بحور العلم والفقہ قویا فی مالک اھ (میزان جلد ثالث ص ۴۳) حدیث کی روایت امام مالک وغیرہ سے کرتے ہیں. علم و فقہ کے دریائے ناپیدا کنار تھے. روایات مالک میں قوی تھے. ناظرین مقدمہ میزان الاعتدال کی عبارت کو پیش نظر رکھیں کہ میری اس کتاب میں وہ لوگ ہیں جن میں مشددین فی الجرح نے ادنی لین کی وجہ سے کلام کیا ہے. حالانکہ وہ جلیل القدر اور ثقہ ہیں. اگر ابن عدی وغیرہ ان کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرتے تو میں بھی اُن کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا. امام ذہبی مالک میں اُن کو قوی کہتے ہیں. علم کے دریا ناپید اکنار اور فقہ کے بحر بے پایاں ہیں، اس سے امام ذہبی کے نزدیک ممدوح اور اُن کا ثقہ ہونا ظاہر ہے امام ذہبی فرماتے ہیں، ولم ار من الرای ان احذف اسم احد ممن لہ ذکر بتلیین ما فی کتب الائمۃ المذکورین خوفا من ان

یتعقب علی لا انی ذکرته لضعف فیه عندی اہ۔ میں نے اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں لوگ میرے درپے نہ ہو جائیں مناسب نہیں سمجھا کہ جن حضرات کی تلیین کتب ائمہ مذکورین میں ہیں ان کو ذکر نہ کروں، اور ان کے ناموں کو حذف کر دوں، یہ بات نہیں ہے کہ میرے نزدیک ان میں کسی قسم کا ضعف تھا اس لئے میں نے ان کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حاشا و کلا۔ لہٰذا یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام محمد حافظ ذہبی کے نزدیک ضعیف ہیں اس لئے ان کو میزان میں ذکر کیا ہے اگر کوئی مدعی ہے تو ثابت کر دکھائے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ هو محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی مولاهم ولد بواسط ونشأ بالکوفة وتفقه علی ابی حنیفة وسمع الحدیث من الثوری ومسعر وعمرو بن ذر ومالك بن مغول والاوزاعی ومالك بن انس وربیعة بن صالح وجماعة وعنه الشافعی وابو سلیمان الجوزجانی وهشام الرازی وعلی بن مسلم الطوسی وغیرهم ولی القضاء فی ایام الرشید وقال ابن عبد الحکم سمعت الشافعی یقول قال محمد اقمت علی باب مالك ثلاث سنین وسمعت منه اکثر من سبعمائة حدیث وقال الربیع سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد وقر بعیر کتبا وقال ابن علی بن المدینی عن ابیه فی حق محمد بن الحسن صدوق اہ (لسان المیزان) (یہ کتاب حیدر آباد میں مطبوع ہوئی ہے)، محمد بن الحسن مقام واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں انہوں نے نشوونما پائی۔ فن فقہ کو امام ابوحنیفہ سے حاصل کیا۔ سفیان ثوری۔ مسعر۔ عمرو بن ذر، مالک بن مغول اوزاعی۔ مالک بن انس۔ ربیعہ بن صالح۔ اور ایک جماعت محدثین سے فن حدیث کو حاصل کیا۔ امام شافعی۔ ابو سلیمان جوزجانی۔ ہشام رازی۔ علی بن مسلم طوسی وغیرہ محدثین نے فن حدیث کے حصول میں امام محمد کی شاگردی اختیار کی۔ ہارون رشید کی خلافت کے زمانہ میں قاضی مقرر کئے گئے تھے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ امام محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام مالک صاحب کے یہاں تین سال اقامت کی اور سات سو

سے زیادہ حدیثیں امام مالک سے سُنیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک اونٹ بھر کتابیں امام محمد کی مجھ کو پہنچیں، علی بن مدینی کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد محمد بن الحسن کو صدوق کہا کرتے تھے۔ جب ابن مدینی نے امام محمد کی توثیق کر دی تو پھر اور کسی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ وہی ابن مدینی ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے زانوئے ادب کو تہ کیا اور ان کے فضل و کمال کا اقرار کیے بغیر چارہ کار نہ ہوا چنانچہ گزر چکا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے چنانچہ حافظ ذہبی میزان کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔ فاعلی العبارات فی الرواۃ المقبولین ثبت حجۃ۔ وثبت حافظ وثقۃ متقن وثقۃ ثم ثقۃ ثم صدوق ولا بأس بہ الخ (میزان جلد اول ص۳) اور جب ثابت ہوا کہ لفظ صدوق توثیق ہے تو امام محمد صاحب کے مقبول اور ثقہ فی الحدیث ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا اور وہ بھی علی بن مدینی کی توثیق جو امام بخاری اور نسائی وغیرہ پر غالب ہے قال الشافعی ما رأیت اعقل من محمد بن الحسن اھ (انساب سمعانی) امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سا عاقل کوئی نہیں دیکھا۔ وروی عنہ ان رجلا سالہ عن مسئلۃ فاجابہ فقال الرجل خالفک الفقہاء فقال لہ الشافعی وھل رأیت فقیھا اللھم الا ان یکون رأیت محمد بن الحسن اھ (انساب سمعانی) امام شافعی سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا اس کا انہوں نے جواب دیا سائل نے کہا کہ فقہا تو آپ کی اس مسئلہ میں مخالفت کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا تو نے کیا کوئی کبھی فقیہ دیکھا، ہاں امام محمد کو دیکھا ہو تو بے شک ٹھیک ہے کہ وہ اسی قابل ہیں اس سے ظاہر ہے کہ امام شافعی بھی امام محمد کی فقاہت فی الدین کا لوہا مانے ہوتے ہیں وکان اذا حدثہم عن مالک امتلاء منزلہ وکثر الناس حتی یضیق علیہ الموضع (تہذیب الاسماء) جس وقت امام محمد حدیث کی روایت امام مالک سے کرتے تو ان کا مکان کثرتِ سامعین اور شاگردوں سے بھر جاتا تھا حتیٰ کہ خود موضع جلوس بھی تنگ ہو جاتا تھا۔ اگر امام محمد صاحب کو حدیث دانی میں دخل نہ ہوتا تو یہ کثرتِ ازدحام محدثین کی کیوں

ہوتی اگر وہ ضعیف ہوتے یا حافظ حدیث نہ ہوتے تو یہ محدثین بڑے بڑے کیوں اُن کی شاگردی کو مایۂ ناز سمجھتے اور کیوں ان کے مکان کو شوق سماعتِ حدیث میں بھر دیا کرتے۔ اس کو تو وہی حضرات خوب سمجھ سکتے ہیں جن کو خدا نے عقل و ہوش عنایت کئے ہیں اور علمِ دین سے کچھ حصہ ملا ہے۔ عن یحییٰ بن معین قال کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن اھ (تاریخ خطیب و تہذیب الاسما) یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے جامع صغیر کو روایۃً امام محمد سے لکھا ہے۔ عن یحییٰ بن معین قال سمعت محمدا صاحب الرای فقیل سمعت ھذا الکتاب من ابی یوسف قال واللہ ما سمعتہ منہ وھو اعلم الناس بہ الا الجامع الصغیر فانی سمعتہ من ابی یوسف اھ (مناقب کردری ص۱۵۰) امام محمد سے یحییٰ بن معین کا روایت کرنا اور ان کی کتابوں کی سماعت کرنی اور ان کی شاگردی اختیار کرنی یہ جملہ امور امام محمد کی فضیلت اور صاحب علم اور عادل ضابط حافظ محدث فقیہ ثقہ صدوق ہونے پر دال ہیں۔ عن عبد اللہ بن علی قال سالت ابی عن محمد قال محمد صدوق اھ (مناقب کردری جلد ثانی ص۱۵۰) عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی بن مدینی سے امام محمد کے بارے میں دریافت کیا تو کہا کہ امام محمد صدوق ہیں۔ عن عاصم بن عصام الثقفی قال کنت عند ابی سلیمان الجوزجانی فاتاہ کتاب احمد بن حنبل بانک ان ترکت روایۃ کتب محمد جئنا الیک لنسمع منک الحدیث فکتب الیہ علی ظہر رقعتہ ما مصیرک الینا یرفعنا ولا قعودک عنا یضعنا ولیت عندی من ھذا الکتاب اوقارا حتی ارویھا حسبۃ اھ (مناقب کردری ص۱۵۳ جلد ثانی) اگر امام محمد صدوق اور ثقہ عادل حافظ ضابط محدث نہ ہوتے تو امام احمد جیسا شخص ان کی کتابوں کی روایت کی تمنا نہ کرتا کیونکہ وہ ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ نیز جو جواب ابو سلیمان جوزجانی نے امام احمد کو دیا وہ بھی امام محمد کے علم و فضل اور کمال پر دال ہے چنانچہ ظاہر ہے و ذکر السمعانی عن احمد بن کامل القاضی قال کان محمد موصوفا بالروایۃ والکمال فی الرای

والتصنیف وله المنزلة الرفیعة وکان اصحابه یعظمونه جدا اه (مناقب کردری ص۱۵۳ جلد ثانی) احمد بن کامل قاضی کہتے ہیں کہ امام محمد روایت حدیث اور کمال فی الفقہ اور وصف تصنیف کے جامع تھے۔ ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ ان کے اصحاب ان کی بہت ہی تعظیم کرتے تھے۔ وذکر الحلبی عن یحییٰ بن صالح قال قال یحییٰ بن اکثم القاضی رأیت مالکا ومحمدا قلت ایهما افقه قال محمد اه۔ (مناقب کردری جلد ثانی ص۱۵۶) یحییٰ بن صالح کہتے ہیں کہ یحییٰ قاضی نے فرمایا کہ میں نے امام مالک کو بھی دیکھا اور امام محمد کو بھی میں نے دریافت کیا دونوں میں افقہ کون ہے تو جواب دیا کہ امام محمد افقہ ہیں۔ وبه عن ابی عبید قال ما رأیت اعلم بکتاب اللہ تعالیٰ من محمد اه (مناقب کردری ص۱۵۶ جلد ثانی) ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے کتاب اللہ کا عالم امام محمد سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ عن ادریس بن یوسف القراطیسی عن الامام الشافعی ما رأیت رجلا اعلم بالحلال والحرام والناسخ والمنسوخ من محمد اه (مناقب کردری ص۱۵۷) امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کسی کو حلال وحرام اور ناسخ ومنسوخ کا عالم نہیں دیکھا۔ عن ابراهیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل من این لك هذه المسائل الدقاق قال من کتب محمد بن الحسن اه (مناقب کردری ص۱۵۶) ابراہیم حربی نے امام احمد سے دریافت کیا کہ یہ مسائل دقیقہ آپ نے کہاں سے حاصل کئے تو انہوں نے جواب دیا کہ امام محمد صاحب کی کتابوں سے میں نے حاصل کئے ہیں۔ اس روایت کو خطیب نے اپنی تاریخ میں اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابو عبید کے قول مذکور کو بھی امام نووی نے کتاب مذکور میں نقل کیا ہے۔ غرض ناظرین کے سامنے مشتے نمونہ از خروارے امام محمد کے بارے میں ائمہ کے اقوال پیش کئے ہیں جو امام محمد کے فضل وکمال، علم وحفظ، صدق ودیانت، مفسر ومحدث، فقیہ ہونے پر شاہد عادل ہیں اگر ایسا شخص ضعیف ہو تو پھر قیامت نہیں تو اور کیا ہے۔ ناظرین ان اقوال سے جلالتِ شانِ امام محمد ظاہر ہے۔

اعتراض ۱۷ **قولہ**۔ یہ تو ہوا امام صاحب کے شاگردوں کا حال۔ **اقول**۔ جس کی کیفیت ناظرین نے معلوم کر لی۔

اعتراض ۱۸ **قولہ**۔ لیکن امام صاحب کا ایک مزیدار حال اور سُنیے۔ **اقول** ؎

یہ سُنا ہے حضرتِ ناصح یہاں آنے کو ہیں   میں سمجھتا ہوں جو کچھ مجھ سے وہ فرمانے کو ہیں

اس کے متعلق پہلے بھی کچھ عرض کر چکا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ فرمایئے اور جواب سُنیے۔

اعتراض ۱۹ **قولہ**۔ امام صاحب اس کے علاوہ کہ ضعیف تھے مرجئہ بھی تھے **اقول** ؎

اُن کے دل پر حالِ دل میرا ہے یکسر آئینہ   دیکھتے ہی تجھ کو اے قاصد سمجھ جائیں گے وہ

ہم تو پہلے ہی سمجھ رہے ہیں کہ عوام کو گمراہ کرنا آپ حضرات کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حق پوشی آپ کا شعار اور ناانصافی آپ کا وتیرہ ہے خیر۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نہ تو ضعیف تھے نہ مرجئہ۔ یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے۔ امام صاحب پر یہ اتہام اور افتراء ہے۔ سنیئے مرجئہ ارجاء سے مشتق ہے۔ جو باب افعال کا مصدر ہے۔ لغت میں اس کے معنے تاخیر کرنا ہیں اصطلاح میں ارجاء کے معنے اعمال کو ایمان سے علیحدہ رکھنے کے ہیں۔ مرجئہ ضالہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو صرف اقرارِ لسانی اور معرفت کا نام ایمان رکھتا ہے اور ساتھ اس کے اس فرقہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ معصیت اور گناہ ایمان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور گنہگار کو گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی۔ بلکہ معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی اور عذاب و ثواب گناہوں اور نیکیوں پر مترتب ہی نہیں ہوتا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ فرقہ گمراہ ہے۔ ان کے عقائد اس کے خلاف ہیں چنانچہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خود فقہ اکبر میں تصریح فرماتے ہیں اور فرقہ مرجئہ کا رد کر رہے ہیں۔ لا نقول حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة ولكن نقول من عمل عملا حسنا بجميع شرائطها خالية عن العيوب المفسدة ولم يبطلها حتى يخرج من الدنيا مومنا فان الله تعالىٰ لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه

علیہا اھ (فقہ اکبر) ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجیہ کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر سزا نہیں، اس کی خطائیں سب معاف ہیں۔ بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو باطل نہ کیا ہو اور دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔ ناظرین اس عبارت نے تمام بہتانوں کو دفع کر دیا۔ امام ابو حنیفہ تو مرجیہ کا رد فرماتے ہیں اگر خود مرجئی ہوتے تو ان کے عقیدہ کا رد کیا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیوں کرتے جو مرجیہ کے خلاف اور اہلِ سنت کے موافق ہے۔ افسوس ہے ان حضرات پر جو عداوت اور عناد کو اپنا پیشوا اور امام بنا کر اس کی اقتدا کرتے اور حق کو پس پشت ڈالتے ہیں ومن العجب ان غسان کان یحکی عن ابی حنیفة مثل مذهبه و یعده من المرجئة اھ (ملل نحل عبدالکریم شہرستانی) تعجب خیز یہ بات ہے کہ غسان اپنا مذہب ابو حنیفہ کے مذہب کی طرح بیان کرتا ہے۔ پھر بھی ان کو مرجیہ میں سے شمار کرتا ہے ناظرین غسان ابن ابان مرجئی ہے۔ اس نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت کی اور مرجیہ کے مسائل امام صاحب کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا۔ حالانکہ امام صاحب کا دامن اس سے بالکل بری تھا۔ اسی بنا پر علامہ ابنِ اثیر جزری نے اس کی تردید کی وہ فرماتے ہیں۔ وقد نسب الیه و قیل عنه من الاقاویل المختلفة التی یجل قدره عنها و یتنزه منها القول بخلق القران والقول بالقدر والقول بالارجاء وغیر ذلك مما نسب الیه ولا حاجة الی ذکرها ولا الی ذکر قائلها والظاهر انه کان منزها عنها اھ (جامع الاصول) بہت اقوال مختلفہ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن سے اُن کا مرتبہ بالاتر ہے اور وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک ہیں چنانچہ خلق قرآن، تقدیر ارجاء وغیرہ کا قول جو اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کی ضرورت نہیں کہ اقوال کا

اور اُن کے قائلین کا ذکر کیا جائے۔ کیونکہ بدیہی بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ان تمام امور سے بری اور پاک تھے۔ جب علماء اور ائمہ نے اس کی تصریح کر دی کہ یہ جملہ امور امام ابو حنیفہ پر بہتان و جھوٹ اور افترا پردازی ہے اور امام صاحب کا دامن اس سے بالکل پاک و صاف تھا تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور حق کا متبع سمجھتے ہیں۔ پھر ایسے غلط اور باطل امور کو کتابوں رسالوں میں لکھ کر شائع کرتے اور عوام کو بہکاتے ہیں ؎

اے ہنر ہا نہادہ بر کف دست   عیب ہا را گرفتہ زیر بغل

ناظرین ان عبارتوں پر غور فرمائیں اور مؤلف رسالہ کو داد دیں۔ ایمان کے متعلق امام صاحب کا عقیدہ ان کے اس قول سے معلوم کریئے۔ اخبرنی الامام الحافظ ابو حفص عمر بن محمد البارع النسفی فی کتابه الی من سمرقند۔ اخبرنا الحافظ ابو علی الحسن بن عبد الملک النسفی انا الحافظ جعفر بن محمد المستغفری النسفی انا ابو عمر و محمد بن احمد النسفی انا الامام الاستاذ ابو محمد الحارثی ابناء محمد بن یزید ابناء الحسن بن صالح عن ابی مقاتل عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال الایمان هو المعرفة والتصدیق والاقرار والاسلام قال والناس فی التصدیق علی ثلاثة منازل فمنهم من صدق الله تعالی وبما جاء منه بقلبه ولسانه ومنهم من یقر بلسان و یکذب بقلبه ومنهم من یصدق بقلبه ویکذب بلسانه فاما من صدق الله وبما جاء من عنده بقلبه ولسانه فهو عند الله وعند الناس مومن ومن صدق بلسانه وکذب بقلبه کان عند الله کافرا وعند الناس مومنا لان الناس لا یعلمون ما فی قلبه وعلیهم ان یسموه مومنا بما ظهر لهم من الاقرار بهذه الشهادة ولیس لهم ان یتکلفوا علم القلوب ومنهم من یکون عند الله مومنا وعند الناس کافرا وذلک بان یکون الرجل مومنا عند الله یظهر الکفر بلسانه فی حال التقیة فیسمیه من لا

يعرفه متقيا كافرا وهو عند الله مومنا اه (كتاب المناقب للموفق بن احمد المكی جلد اول ص۱۴۲ و ص۱۵۸) امام صاحب فرماتے ہیں کہ معرفت اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی اور اسلام کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ لیکن تصدیق قلبی میں لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جنھوں نے اللہ تعالےٰ کی اور جو امور اس کی طرف سے آتے ہیں دونوں کی تصدیق قلب و زبان سے کی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن قلب سے تکذیب کرتے ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو قلب سے تصدیق کرتے اور تکذیب لسانی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے حضرات عند اللہ اور عند الناس مومن ہیں اور دوسری قسم کے لوگ عند اللہ کافر اور عند الناس مومن شمار ہوتے ہیں کیونکہ لوگوں کو باطن کا حال معلوم نہیں وہ تو صرف ظاہری حال دیکھ کر حکم لگاتے ہیں اور وہ ظاہر میں تصدیق کرتا ہے لہٰذا ان کے نزدیک مومن ہے اور چونکہ تکذیب قلبی ہے اس لئے خدا کے نزدیک کافر ہے۔ تیسری قسم کے لوگ خدا کے نزدیک مومن اور دنیا والوں کے نزدیک کافر شمار ہوتے ہیں چونکہ کسی خوف و مصیبت کی وجہ سے انھوں نے کلمہ کفر نکالا ہے لیکن دل میں تصدیق و ایمان باقی ہے اس لئے خدا کے نزدیک مومن ہے اور ظاہری حالت تکذیب کی ہے اس لئے دنیا والوں کے نزدیک کافر ہے کیونکہ ان کو ان کی باطنی حالت کا علم نہیں ہے۔ اس لئے ان پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔ ناظرین اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ایمان میں امام صاحب کا قول فرقہ مرجئہ کے بالکل خلاف ہے۔ امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرنا جاہلوں اور مفسدوں کا کام ہے۔ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اعمال ظاہرہ تصدیق قلبی کے اجزا نہیں ہیں۔ ہاں ایمان کامل کے اجزاء ہیں مطلق ایمان کے متمم اور مکمل ہیں۔ اعمالِ ظاہرہ حسنہ سے ایمان میں کمال نور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ کا عقیدہ اور جملہ حنفیہ کا اعتقاد ہے خارجیوں اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔ اگر کوئی عمل فرض مثلاً ایک وقت کی نماز کسی نے ترک کر دی تو ان کے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک وہ فاسق ہے کافر نہیں یہی حنفیوں کا عقیدہ ہے۔ یہ ارجاء کے معنے ہیں کہ اعمال ایمان سے جس کو

تصدیق قلبی کہا جاتا ہے علیحدہ ہیں اس کی حقیقت اور ماہیت میں داخل نہیں، ہاں اس کے متممات ہیں۔ اسی بناء پر عقائد میں مرجئہ کی دو قسمیں کی ہیں۔ ثم المرجئة علی نوعین مرجئة مرحومة وهم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومرجئة ملعونة وهم الذین یقولون بان المعصیة لا تضر والعاصی لا یعاقب اھ (تمہید ابوالشکور) پھر مرجئہ کی دو نوعیں ہیں ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری نوع مرجئہ ملعونہ کی ہے جو اس کے قائل ہیں کہ معصیت ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتی اور عاصی کو عتاب وعذاب نہیں ہوگا۔ ناظرین صحابہ کرام بھی مرجئہ کہلاتے ہیں لیکن وہ اس گمراہ فرقہ سے علیحدہ ہیں۔ اگر بالفرض کسی نے امام ابوحنیفہ کو مرجئی لکھا ہے تو اس کا مطلب وہی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس لفظ کو اطلاق کرنے میں لیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ وجہ فرق کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ امام صاحب کے اقوال واعمال اور ان کا عقیدہ مذہب مرجئہ ضالہ کے خلاف ہے تو پھر کس طرح ان پر اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔ حافظ ذہبی مسعر بن کدام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ اما مسعر بن کدام فحجة امام ولا عبرة بقول السلیمانی کان من المرجئة مسعر وحماد بن ابی سلیمان والنعمان وعمرو بن مرة وعبدالعزیز بن ابی رواد وابومعاویة وعمرو بن ذر وسرد جماعة قلت الارجاء مذهب لعدة من جلة العلماء لا ینبغی التحامل علی قائله اھ (میزان الاعتدال جلد ثالث ص۱۶۳) قول سلیمان کا اعتبار نہیں کہ مسعر اور حماد اور نعمان اور عمرو بن مرہ اور عبدالعزیز اور ابومعاویہ اور عمرو بن ذر وغیرہ مرجئی تھے۔ ان کی طرف اس کی نسبت کرنی غلط ہے اس سے وہی ارجاء مراد ہے جو ملعون فرقہ کا اعتقاد ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں ارجاء بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے، لہٰذا اس کے قائل پر تحامل مناسب نہیں اسی سے وہی ارجاء مراد ہے جو صحابہ کرام کا طریق تھا۔ صدر اول میں فرقہ معتزلہ اہل سنت کو مرجئہ کہتا تھا۔ پس اگر کسی نے امام کو مرجئہ کہا تو اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ اقوال معتزلہ کے ہیں جو اہلِ سنت کے بارے میں استعمال کرتے تھے، نواب صدیق حسن خاں

نے کشف الالتباس میں تصریح کی ہے کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی اہلِ سنت والجماعت میں منحصر ہیں اور اہلِ سنت کا انحصار مقلدین ائمہ اربعہ میں ہے۔ پس وہ حدیث جو مؤلف رسالہ نے ترمذی سے نقل کی ہے جو ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے وہ امام صاحب اور حنفیہ پر کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتی ورنہ صحابہ کرام اور اجلہ علماء بھی اس سے بعبارات بالا بچ نہیں سکتے اور پھر اس کا جو کچھ نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

قولہ۔ اب سنیئے ثبوت۔ **اقول**۔ اب ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ ان اقوال کا اعتبار نہیں۔

اعتراض ۲۰ **قولہ**۔ ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں فہرست اسمائے مرجئہ کی یوں گنائی ہے۔ **اقول**۔ جس کا جواب امام ذہبی میزان الاعتدال میں دے چکے ہیں اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ جو ابھی میں نقل کر چکا ہوں۔ اس کے بعد جامع الاصول کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں جو منقول ہو چکی۔ اس کے بعد تمہید کی عبارت کو غور سے دیکھیں۔ پھر فقہ اکبر کی عبارت کو آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کتاب المناقب پر سرسری ہی نظر ڈال لیں تو تمام مرحلے طے ہو جائیں گے۔ ابن قتیبہ دینوری کی اگر فہرست گنانے سے یہ منشاء ہے کہ یہ حضرات فرقہ ضالہ گمراہ میں داخل ہیں تو عقل و نقل دونوں کے اعتبار سے غلط ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ مرجئہ مرحومہ میں داخل ہیں جو اصحاب رسول کریم اور اہلِ سنت کا فرقہ ہے تو کوئی عیب نہیں ورنہ اس کی دلیل ہونی چاہیئے۔ علاوہ ازیں ایک اور مصیبت یہ ہے کہ اگر ابراہیم تیمی، عمرو بن مرہ، مسعر بن کدام، خارجہ بن مصعب ابو یوسف وغیرہ بقول مؤلف رسالہ مرجئی ہیں، اور مرجئی بزعم مؤلف مسلمان نہیں چنانچہ تصریح کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان نہیں، تو امام ابو حنیفہ کے بارے میں ان حضرات کی جرح جو بزعم مؤلف کافر ہیں کیونکر قابلِ قبول ہو گی کیونکہ انہیں حضرات کو جارحین امام میں بھی مؤلف نے شمار کیا ہے اس کا جواب مؤلف صاحب ذرا سوچ سمجھ کر دیں ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

قولہ۔ یہ چاروں کے چاروں مرجئہ ہیں اور مرجئہ کی بابت حدیث اوپر سنائی گئی

یہ لطف پر لطف ہے **اقول**۔ پہلے ارجاء کے معنے کی لغوی و اصطلاحی تحقیق کیجئے اس کے بعد مرجیۃ کی تقسیم دیکھئے اس کے بعد ائمہ رجال اور محققین کے اقوال ملاحظ فرمائیں اور اپنے فہم و شعور اور افتراء و بہتان سے توبہ کریئے تاکہ قیامت میں نجات کی صورت ہو، ورنہ مشکل پر مشکل ہے۔

اعتراض ۲۱ **قولہ**۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی نے تمام حنفیوں کو مرجیۃ لکھا ہے دیکھو غنیۃ الطالبین ص۲۲۷۔ **اقول**۔ اس کے متعلق میں ابتداء میں کچھ لکھ چکا ہوں، شیخ نے کہیں نہیں لکھا کہ تمام حنفیہ مرجیۃ ہیں جو اس کا دعویٰ کرتا ہے اس کو دلیل بیان کرنی ضروری ہے لیکن ع دونوں رستے ہیں کٹھن ایک اِس طرف ایک اُس طرف۔ پیران پیر خود تصریح فرماتے ہیں، اما الحنفیۃ فھو بعض اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان ھو المعرفۃ الخ لیکن حنفیہ پس اس سے بعض اصحاب امام ابی حنیفہ مراد ہیں کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ ایمان صرف معرفتِ الٰہی کا نام ہے، یہ عبارت صریح اس بارے میں ہے کہ کل حنفیہ مرجیۃ نہیں اور وہ بعض یہی غسان جیسے حضرات ہیں جن کا مذہب مرجیۃ ہے اور حقیقت میں حنفی نہیں ظاہر میں ابوحنیفہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں جب شیخ کی تصریح موجود ہے تو اُن کے مجمل قول کو ان کے خلاف منشا پر حمل کرنا جاہلوں اور مؤلف جیسے عقلمندوں کا کام ہے۔

اعتراض ۲۲ **قولہ**۔ اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ لیس لھم فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فافھموا و لا تعجلوا۔ **اقول**۔ جب ناظرین کو پوری کیفیت معلوم ہو چکی کہ حنفی اس سے بری ہیں یہ ان پر تہمت ہے تو مؤلف رسالہ کا یہ قول کیونکر صحیح ہو سکتا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مؤلف جیسے حضرات کو اسلام میں کچھ حصہ نہیں ہے کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم فرماتے ہیں۔ لا یتجاوز القرآن عن حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ صحیح حدیث ہے۔ صحاح ستہ میں موجود ہے۔

اعتراض ۲۳ **قولہ**۔ اب بالتصریح امام صاحب کے استادوں کے متعلق سنیئے۔ **اقول**۔ اگر ان میں کلام کیا جائے گا تو صحاح ستہ کی حدیثوں سے ہاتھ دھو بیٹھیئے کیونکہ جن میں آپ جرح کر رہے ہیں وہ صحاح کے رواۃ ہیں۔ لہٰذا آپ کی کیا مجال ہے کہ آپ ان میں کلام کریں۔ اس کے متعلق میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اب پھر خدمت کرنے کو تیار ہوں،

اعتراض ۲۴ **قولہ**۔ امام صاحب کے مشہور استاد دو ہیں (۱) حماد بن ابی سلیمان (۲) سلیمان بن مہران الکاہلی کوفی اعمش۔ **اقول**۔ غالباً آپ نے اپنے گھر کی شہرت مراد لی ہے ورنہ فقہا اور محدثین کے نزدیک تو بہت سے امام صاحب کے مشائخ ہیں۔ چنانچہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ عطاؒ۔ نافع۔ عبدالرحمٰن۔ بن ہرمز الاعرج۔ سلمہؒ بن کہیل۔ ابو جعفر محمد بن علی۔ قتادہؒ عمرو بن دینار۔ ابو اسحاق۔ یہ نام تو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کئے ہیں اور اس کے بعد یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ خلق کثیر سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ موسیٰ بن ابی عائشہ۔ ابن شہاب زہری۔ عکرمہ مولی۔ ابن عباس۔ سماک بن حرب۔ عون بن عبداللہ علقمہ بن مرثد۔ علی بن اقمر۔ قابوس بن ابی ظبیان۔ خالد بن علقمہ۔ سعید بن مسروق۔ شداد بن عبدالرحمٰن۔ ربیعہ بن عبدالرحمٰن۔ ہشام بن عروۃ۔ یحییٰ بن سعید۔ ابوالزبیر المکی۔ محمد بن السائب۔ منصور بن المعتمر۔ حارث بن عبدالرحمٰن۔ محارب بن دثار۔ معن بن عبدالرحمٰن قاسم مسعودی۔ یہ اٹھائیس نام تہذیب الکمال میں امام صاحب کے مشائخ کے موجود ہیں کل ملا کر تیس تو یہی ہو گئے اگر یہ امام صاحب کے اساتذہ نہیں ہیں تو کیوں ان کتابوں کے مصنفین نے ان کو امام صاحب کے استاذوں کی فہرست میں شمار کیا۔ اب دو وہ ملا لیں تو بتیس ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ کو رسالہ لکھتے وقت کچھ ذہول ہو گیا ورنہ اتنی موٹی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ائمہ، علما جھوٹ نہیں بولتے اور کسی قسم کا عناد آپ کے ساتھ نہیں رکھتے کہ یہ آپ کے خلاف صدا بلند کر رہے ہیں ؎

تمہیں منصف بنو خدا کے لئے کیا ہمیں ہیں فقط جفا کے لئے

امام صاحب کے استاذوں کو معلوم کرنا ہو تو تبییض الصحیفہ۔ تنویر الصحیفہ۔ الصحیفہ۔ مقابت منیفہ۔ تہذیب۔ تذہیب التہذیب۔ تہذیب الاسما۔ خیرات حسان۔

قلائد عقیان۔ طبقات حنفیہ۔ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں اور اگر فہرست اسماء کی معلوم کرنی ہو تو کتاب المناقب موفق بن احمد مکی کی جلد اول کے صفحہ، ۳ سے ملاحظہ فرمائیں۔ اسی طرح کتاب المناقب بزازی کردری کے جلد اول کے صفحہ ۵ سے ملاحظہ فرمائیں۔ سینکڑوں مشائخ آپ کو امام صاحب کے ملیں گے حتیٰ کہ شمار کرتے کرتے آپ چار ہزار استاذوں تک پہنچ جائیں گے۔ یہاں پر ان کی فہرست شمار کرنی طول امل ہے اس لئے کتاب کا حوالہ مع صفحہ لکھ دیا ہے تاکہ ملاحظہ فرمالیں، آپ کے قول کو غلط ثابت کرنے کے لئے یہ بتیس ہی کافی ہیں،

اعتراض ۲۵ **قولہ۔** حماد کی بابت تقریب التہذیب ص۶۴ میں لکھا ہے رمی بالارجاء

اقول۔ پوری عبارت تقریب کی ص۶۴ میں یہ ہے حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری مولاھم ابو اسمٰعیل الکوفی فقیہ صدوق لہ اوھام من الخامسۃ رمی بالارجاء مات سنۃ عشرین او قبلھا اھ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صدوق ہیں بعض اوہام بھی اُن کے ہیں ارجاء کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حافظ کے نزدیک بھی مرجئی تھے۔ نیز ان کی طرف ارجاء اور وہم کی نسبت کرنی تحامل اور عصبیت پر مبنی ہے جو احادیث حماد روایت کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں امر سے وہ بری تھے۔ ان کی روایات مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام اعظم۔ موطا امام محمد وغیرہ کتب میں موجود ہیں۔ جن حضرات نے ان کی روایات کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی عامہ روایات ارجاء کے داغ کو ان سے مٹاتی ہیں، وہ فقیہ۔ عادل، ضابط، حافظ متقن، صادق تھے۔ اسی بنا پر حافظ ذہبی یہ فرماتے ہیں، اگر ابن عدی ان کو ذکر نہ کرتے تو میں بھی اُن کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اپنی کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔ رواۃ حدیث میں اگر بالفرض ارجاء تسلیم کر لیا جائے تو جرح نہیں ہے کیونکہ صحیحین کے رواۃ میں بہت سے راوی رافضی غالی اور خارجی ہیں جیسے عدی بن ثابت وغیرہ۔ پس اگر ارجاء مضرت رساں ہو تو رافضی ہونا بطریق اولیٰ مخل فی الروایۃ ہوگا۔ چہ جائیکہ غلو فی الرفض کیونکہ رفض مطلق

کے اعتبار سے ارجاء کا مرتبہ کم ہے۔ نیز محققین کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اہلِ بدعت کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ جب تک کوئی داعی نہ ہو اور نہ وہ حدیث ان کی بدعت کی تائید وموافقت کرتی ہو تو جو ارجاء کے ساتھ منسوب ہو اس کی روایت کیوں نہ مقبول ہوگی۔ علاوہ ازیں جب کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرجئہ کی دو قسمیں ہیں مرحومہ، ملعونہ۔ تو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ فرقہ ملعونہ میں داخل ہیں اس کے واسطے دلیل کی ضرورت ہے۔ امام حماد کی روایات اور اقوال جو اُن سے منقول ہیں وہ صریح اس امر میں ہیں کہ وہ فرقہ ملعونہ میں کسی طرح داخل نہیں۔ پھر قائل کے کلام کی ایسی تاویل کیوں کی جاتی ہے جو اس کی منشا کے خلاف ہے۔ نیز ابن عدی رد کر چکے ہیں کہ سلیمانی کے قول کا اعتبار نہیں کہ حماد مرجئہ تھے لہٰذا ان تمام امور پر نظر ڈالتے ہوئے کون عاقل ان پر جرح کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

اعتراض ۲۶ **قولہ**۔ اور میزانِ الاعتدال جلد اول ص۲۴۶ میں ہے۔ تکلم فیہ بالارجاء۔ **اقول** یہاں بھی وہی مجہول کا صیغہ ہے۔ امام ذہبی کے نزدیک امام حماد مرجئ نہیں تھے۔ اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں۔ حماد بن ابی سلیمان ابو اسمٰعیل الاشعری الکوفی احد الائمۃ الفقہاء سمع انس بن مالک وتفقہ بابراھیم النخعی روی عنہ سفیان وشعبۃ وابوحنیفہ وخلق تکلم فیہ للارجاء ولولا ذکر ابن عدی فی کاملہ لما اوردتہ اھ (میزان جلد اول ص۲۹۲) حماد بن ابی سلیمان جن کی کنیت ابواسمٰعیل ہے جو اشعری کوفی ہیں، ائمہ فقہا سے ایک امام فقیہ ہیں۔ حضرت انس سے احادیث سُنی ہیں۔ ابراہیم نخعی سے فن فقہ حاصل کیا ہے۔ روایت حدیث میں سفیان، شعبہ امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت محدثین کی ان کی شاگرد ہے۔ ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدی اپنے کامل میں ان کو ذکر نہ کرتے تو میں بھی اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا لما ذکرتہ لثقتہ اھ (میزان جلد اول ص۳۰) کیونکہ یہ ثقہ ہیں۔ اگر بالفرض حماد مرجئ ہوتے اور بزعم مؤلف رسالہ مرجئہ مسلمان نہیں ہیں تو سفیان اور شعبہ وغیرہ غیر مسلم سے روایت کیوں کرتے۔ اس سے تو ان حضرات کی عدالت بھی ساقط

ہوگئی اور ان کی روایات درجہ اعتبار سے گر گئیں کیونکہ نعوذ باللہ یہ لوگ کافر کے شاگرد ہوتے اور اسی کافر کی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ امام ذہبی مسعر بن کدام کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ ولا عبرۃ بقول السلیمانی کان من المرجئۃ مسعر وحماد بن ابی سلیمان الخ (میزان جلد ثالث ص۱۶۳) ؎

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

اب اس عبارت نے بالکل مطلع صاف کر دیا۔ اب اور سنیئے۔ قال ابن معین حماد ثقۃ وقال ابوحاتم صدوق وقال العجلی کوفی ثقۃ وکان افقہ اصحاب ابراھیم وقال النسائی ثقۃ اھ (تہذیب التہذیب) وفی الکاشف کان ثقۃ اماما مجتہدا کریما جوادًا اھ (تنسیق النظام وتعلیق مجد) یحییٰ بن معین کہتے ہیں حماد ثقہ ہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ صدوق ہیں۔ عجلی کہتے ہیں کوفی ثقہ ہیں۔ اصحاب ابراہیم میں افقہ ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں ثقہ ہیں۔ کاشف میں ہے کہ حماد ثقہ۔ امام۔ مجتہد۔ جواد۔ کریم ہیں۔ ناظرین ان اقوال کو ملاحظہ فرما کر مؤلف رسالہ کو داد دیں کہ کتنے حق پوش اور حق کش ہیں۔

قولہ۔ دونوں عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا کہ حماد مرجیہ تھے۔ **اقول۔** میں ابھی اقوال نقل کر چکا ہوں ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر بالفرض ارجاء ثابت ہو تو مرجیہ مرحومہ کی فہرست میں داخل کئے بغیر چارۂ کار نہیں۔ نیز ارجاء ثقاہت کے مضر نہیں ورنہ سفیان وغیرہ ثقہ نہیں رہتے اور ان کی روایت پر سے امان اٹھ جاتے گا۔ نیز ابن معین، ابو حاتم، نسائی، عجلی، ابن عدی، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر وغیرہ بقول مؤلف رسالہ اسلام سے خارج ہوں گے کیونکہ یہ ائمہ اسلام بزعم مؤلف ایک کافر کی اتنی تعریف ومدح سرائی کر رہے ہیں اور اس کی روایات کو معتبر سمجھتے بلکہ اپنا پیشوا امام، مجتہد وغیرہ مانتے ہوتے ہیں۔ عجب ہے۔ ع میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ ناظرین یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور ان کا مبلغ علم ؎

نہ خنجر اٹھے ہے نہ تلوار اُن سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اعتراض ۲۷ **قولہ۔** اب سنو اعمش کے بابت جو دوسرے استاد امام صاحب کے ہیں

اقول ۔ سنایئے اور اپنی جہالت کی داد ناظرین سے وصول کر لیجئے پھر میں بھی وہ جواب پیش کروں جس کو آپ اور آپ کے ہم نوا پرکھ لیں پرکھا لیں اور مبصرین کو دکھا لیں۔

قولہ ۔ میزان الاعتدال جلد اول صہ ۳۸ میں ہے۔ قال ابن المبارك انما افسد حديث اهل الكوفة ابو اسحٰق والاعمش وقال احمد فی حديث الاعمش اضطراب كثير وقال ابن المدينی الاعمش كان كثير الوهم انتهی ملخصاً۔ **اقول** ؎

ہٹو فلک کے تلے سے ہم آہ کرتے ہیں
جتائے دیتے ہیں تم کو گواہ کرتے ہیں

ناظرین یہ اعمش وہی ہیں جو صحاح ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں، ہمارا کچھ حرج نہیں، اگر یہ ضعیف ہو جائیں سب سے زیادہ مصیبت کا سامنا اہلحدیث کو اور خصوصاً مؤلف رسالہ کو ہو گا، کیونکہ یہ اعمش بخاری، مسلم کے راوی ہیں، یہ دونوں وہ کتابیں ہیں جن پر غیر مقلدین خصوصیت کے ساتھ ایمان لاتے ہوتے ہیں، اور بخاری کا تو مرتبہ صحت میں قرآن شریف کے بعد سمجھتے ہیں اس لئے ہماری بلا سے اگر یہ ضعیف ہو جائیں لیکن پھر بھی مؤلف رسالہ کی خاطر سے وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن سے روز روشن میں مؤلف رسالہ نے اپنی آنکھیں امام ابوحنیفہ کی عداوت کی وجہ سے بند کر لی ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ سليمان بن مهران الاسدی الكاهلی ابو محمد الكوفی الاعمش ثقة حافظ عارف بالقراٰة ورع لكنه يدلس من الخامسة اھ (تقریب صہ ۹۴) سلیمان بن مہران اسدی کاہلی جن کی کنیت ابو محمد ہے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں جن کا لقب اعمش ہے ثقہ حافظ ہیں۔ قرأت کے ماہر و عارف ہیں، پرہیزگار ہیں، لیکن تدلیس کرتے ہیں۔ طبقہ خامسہ میں داخل ہیں، حافظ ابن حجر نے ان پر صحاح ستہ کے رواۃ کی علامت لکھی ہے اور مرتبہ ثانیہ میں ان کو داخل کیا ہے اور مرتبہ ثانیہ میں وہ شخص حافظ کی اصطلاح میں داخل ہو گا جس کی محدثین نے تاکید کے ساتھ مدح کی ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں الثانية من اكد مدحه اما بافعل كاوثق الناس او بتكرير الصفة لفظا كثقة ثقة او معنی كثقة حافظ اھ (تقریب صہ ۲) مرتبہ ثانیہ میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے

سامنے کی گئی یا تو افعل تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے اوثق الناس۔ یا لفظوں میں صفت کو مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ ثقہ۔ یا معنوں میں مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ حافظ۔

ناظرین نے تقریب کی عبارت ملاحظہ فرمائی ہے کہ حافظ ابن حجر نے ان کی تعریف میں ثقہ حافظ اور عارف ورع الفاظ ذکر کئے ہیں۔ لہٰذا ان کے ثقہ حافظ ورع ہونے میں تو کوئی شک وشبہ ہی نہیں۔ ہاں جن کی آنکھوں پر عداوت وتعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے وہ بے شک نہیں دیکھ سکتے کیونکہ اندھے ہیں وہی منہ اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ سلیمان مجروح ہیں ان کی مثال بعینہٖ یہ ہے۔ ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اعتراض ۲۸ اب امام ذہبی جو فرماتے ہیں ان کو سنیئے۔ ابومحمد احد الائمۃ الثقات عداده فی صغار التابعین ما نقموا علیہ الا التدلیس اھ (میزان جلد اول ص۴۲۳) سلیمان بن مہران جن کی کنیت ابومحمد ہے ائمہ ثقات میں سے ایک ثقہ امام ہیں۔ ان کا شمار صغار تابعین میں ہے۔ سوائے تدلیس کے اور کوئی عیب ان میں محدثین کے نزدیک نہیں ہے۔ ناظرین اگر کوئی بات ہوتی تو امام ذہبی اس طرح نہ کہتے۔ ما نقموا علیہ الا التدلیس۔ امام ذہبی عبداللہ ابن مبارک وغیرہ کا قول نقل کر کے جواباً لکھتے ہیں۔ کانہ عنی الروایۃ عمن جاء والا فالاعمش عدل صادق ثبت صاحب سنۃ وقرآن یحسن الظن بمن یحدثہ ویروی عنہ ولا یمکننا بان نقطع علیہ بانہ علم ضعف ذلک الذی یدلسہ فان ھذا حرام اھ (میزان جلد اول ص۴۲۳) گویا ان کی مراد وہ حضرات ہیں جن سے انہوں نے روایت کی ہے ورنہ خود اعمش عادل صادق۔ ثبت صاحب سنت وقرآن ہیں۔ جن محدثین سے یہ روایت حدیث کرتے ہیں ان کے بارے میں اعمش کا نیک خیال ہے ہم کو مجال نہیں کہ ہم قطعی طور پر اعمش پر حکم لگا دیں کہ جس سے یہ تدلیس کرتے ہیں اس کے ضعف کا ان کو یقینی علم ہے۔ کیونکہ یہ امر حرام ہے لہٰذا اعمش جیسے شخص سے کبھی یہ ممکن نہیں

ہو سکتا کہ وہ اس طرح کریں اور ابن مدینی نے جو کثیر الوہم کہا ہے تو اُس کے آگے اتنا جملہ اور ہے فی احادیث ہولاء الضعفاء الغرض ناظرین نے مؤلف رسالہ کی دیانت داری دیکھ لی کہ حقیقت حال اور حق کے چھپانے کی کتنی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اس کا بدلہ دیں۔

اعتراض ۲۹ **قولہ**۔ اب دیکھو امام صاحب کے استاد کے استاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حماد اور اعمش دونوں کے استاد ہیں۔ **اقول**۔ ناظرین کو ان کے متعلق بھی ابتداً میں معلوم ہو چکا ہے کہ ابراہیم کے حجت ہونے پر محدثین متفق ہیں۔ لہٰذا اس سے قبل مؤلف نے کون سے تیر مارے ہیں۔ جو اب ابراہیم نخعی کے متعلق تیر ماریں گے۔

قولہ۔ خود اعمش ان کے شاگرد کہتے ہیں ما رأیت احدا ادوی بحدیث لم یسمعہ من ابراھیم الخ **اقول**۔ اول تو تقریب کی عبارت سنیئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ابراھیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی ابو عمران الکوفی الفقیہ ثقۃ الا انہ یرسل کثیرا من الخامسۃ مات سنۃ ست وتسعین وھو ابن خمسین او نحوھا اھ (تقریب ص۱۱) ابراہیم نخعی جن کی کنیت ابوعمران ہے کوفی ہیں، فقیہ ہیں، ثقہ ہیں مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ کہیئے حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح نہیں ہیں۔ جب آپ کو کوئی قول جرح کا نہیں ملا تو آپ نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ شاباش۔ ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ آپ نے جو اعمش کا قول نقل کیا ہے اس سے قبل جو میزان میں عبارت تھی اس کو کیوں ترک کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ اُسے بھی ساتھ ہی ساتھ نقل کر دیتے۔ لیجئے میں ہی نقل کئے دیتا ہوں۔ ابراھیم بن یزید النخعی احد الاعلام یرسل عن جماعۃ اھ (میزان ص۳۵ جلد اول) ابراہیم نخعی علم کے پہاڑوں میں سے ایک کوہ گراں ہیں ایک جماعت سے ارسال کرتے ہیں۔ زید بن ارقم انس بن مالک وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے جس کو ذہبی نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے وقد رأی زید بن ارقم وغیرہ ولم یصح لہ سماع من صحابی (میزان صفحہ مذکورہ) تابعی ہیں خیر القرون میں داخل ہیں اور بشارت نبوی طوبیٰ لمن رای من رآنی

میں شامل ہیں۔ اعمش کے قول مذکور کا مؤلف رسالہ مطلب بیان کریں کہ کیا ہے یہ من ابراہیم کس لفظ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کا ترجمہ صحیح کیا ہے۔ اعمش جو شاگرد ابراہیم نخعی کے ہیں وہی فرماتے ہیں غور سے دیکھو۔ قال الاعمش کان خیرا فی الحدیث اھ (تہذیب التہذیب) ابراہیم نخعی حدیث میں اچھے اور خیر و پسندیدہ تھے اور دوسرا قول ان کا غور سے پڑھو۔ قال الاعمش قلت لابراھیم اسند لی عن ابن مسعود فقال اذا حدثتکم من رجل عن عبد اللہ فھو الذی سمعت و اذا قلت قال عبد اللہ فھو عن غیر واحد اھ (تہذیب التہذیب) اعمش کہتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت مجھ سے مسند بیان کریئے تو انہوں نے جواب دیا کہ جب کسی واسطے سے عبداللہ سے روایت کروں تو میں نے اسی شخص سے وہ روایت سنی ہوتی ہے اور جب یہ کہوں کہ ابن مسعود نے یہ فرمایا ہے تو پھر بہت سے مشائخ کے واسطے سے وہ روایت مجھ کو پہنچی ہوتی ہے اس لئے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا جو آپ نے میزان سے اعمش کا قول نقل کیا ہے وہ جرح نہیں ہے اور نہ انہوں نے بطریق جرح بیان کیا۔ ورنہ انہیں کے قول کے متعارض ہوگا جو تہذیب سے نقل کر چکا ہوں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ مفتی اھل الکوفۃ کان رجلا صالحا فقیھا اھ (تہذیب التہذیب) کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے وجماعۃ من الائمۃ صححوا مراسیلہ اھ (تہذیب التہذیب) ائمہ کی ایک جماعت نے اُن کے مراسیل کی تصحیح کی ہے وقال الشعبی، ما ترک احدا اعلم منہ اھ (تہذیب التہذیب) شعبی کہتے ہیں ابراہیم نخعی نے اپنے بعد اپنے سے زیادہ کوئی عالم نہیں چھوڑا ابن حبان نے ثقات تابعین میں ابراہیم نخعی کو ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں قلت واستقر الامر علی ان ابراھیم حجۃ اھ (میزان ص۳۵) کہ اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ ابراہیم نخعی حدیث میں حجت ہیں اسی بنا پر صحاح ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں اگر ثقہ عادل نہ ہوتے تو امام بخاری جیسا شخص جس پر غیر مقلد ایمان لاتے ہوئے ہیں اپنی کتاب صحیح میں ان کی روایات نقل نہ کرتے۔ ناظرین یہ ہے تحقیق مؤلف کی بھلا کچھ حرج نہیں۔ اگر وہ ضعیف ہو جائیں کیونکہ

بخاری مسلم کے راوی ہیں یہ کتابیں پھر صحیح نہیں رہنے کی، غیر مقلدوں کو زیادہ پریشانی ہوگی انھیں خود اس کا انتظام کرنا چاہیے۔

قولہ۔ امام ذہبی کہتے ہیں کان لا یحکم العربیۃ یعنی ابراہیم نخعی کو عربی کا علم اچھا نہ تھا۔ **اقول۔** اس جملہ کے یہ معنے نہیں بلکہ امام ذہبی کی اس سے غرض یہ ہے کہ بولتے وقت کبھی کبھی اعراب میں تغیر و تبدل ہو جاتا تھا جو حدیث دانی میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتا اور نہ اس سے ثقاہت و عدالت میں کوئی فرق آتا ہے اس وجہ سے حجت ہیں۔ اس مطلب کو اس کے بعد والا جملہ ربما لحن متعین کرتا ہے کیونکہ لحن اعراب ہی میں غلطی کرنے کا نام ہے، اسی وجہ سے مؤلف رسالہ نے اس جملہ کو نقل ہی سے اڑا دیا تاکہ اپنا مطلب پورا ہو جاتے۔ اگر ایسے امور کسی قسم کا عیب یا راوی میں جرح پیدا کرتے ہوتے تو ذہبی کبھی بھی ان کی تعریف میں احد الاعلام اور حجت کا لفظ استعمال نہ کرتے حافظ ابن حجر ان کو رجل صالح نہ کہتے۔ اعمش ان کو صیرفی الحدیث کے لقب سے یاد نہ کرتے۔ ابن حبان ثقات میں شمار نہ کرتے۔ قال المحاربی حدثنا الاعمش قال ابراھیم النخعی ما اکلت من اربعین لیلۃ الا حبۃ عنب (اھ کاشف) اعمش کہتے ہیں ابراہیم نخعی بیان کرتے تھے کہ چالیس روز سے سوائے ایک انگور کے اور کچھ میں نے نہیں کھایا ہے۔ وقال التیمی وکان ابراھیم عابدا صابرا علی الجوع الدائم (تہذیب التہذیب) ابو اسما۔ تیمی کہتے ہیں۔ ابراہیم عابد اور دائمی بھوک پر صبر کرنے والے تھے ذرا کوئی غیر مقلد ایسا مجاہدہ نفس اور ریاضت کرے تو سہی خصوصاً مؤلف رسالہ کر کے دکھلائے تو معلوم ہو۔ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کی عداوت میں بڑے بڑے ائمہ میں جو بخاری مسلم کے راوی کہلاتے ہیں مؤلف رسالہ جرح کرنے بیٹھ گئے۔ یہ خیال نہ کیا کہ آخر اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اور اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ خیر کالائے بد بریش خاوند۔

قولہ۔ یہاں تک تو ناظرین امام صاحب اور اُن کے شاگردان اور ان کے استادوں کا حال معلوم ہو گیا ہو گا۔ **اقول۔** جس کی ناظرین نے پوری کیفیت معلوم کر لی صرف انصاف کی ضرورت ہے۔

قولہ۔ لیکن ہم ایک مزے دار بات سنانا چاہتے ہیں۔ **اقول**۔ اس سے بجز اس کے کہ آپ کی ہٹ دھرمی اور عداوت و تعصب ظاہر ہو اور کیا ظاہر ہوگا۔

اعتراض بست **قولہ**۔ وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے اعلیٰ شاگرد یعنی امام ابو یوسف انہوں نے اپنے استاد امام صاحب کے جہمیہ اور مرجیہ ہونے کی کن صاف لفظوں میں تصدیق کی ہے کہ اللہ اللہ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے **اقول** ؎

گر کیا ناصح نے مجھ کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

ناظرین ارجاء اور مرجیہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں معلوم کر چکے ہیں۔ اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر مؤلف رسالہ کی ایک اور فراست و دانائی کی بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف مؤلف رسالہ کے نزدیک مرجئی ہیں مرجیہ کی فہرست میں ان کو شمار کر چکا ہے اور جو مرجئی ہو وہ مؤلف رسالہ کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ خود وہ تصریح کر چکا ہے۔ لہٰذا امام ابو یوسف جو اس کے زعم فاسد کے اعتبار سے غیر مسلم ہیں ان کا قول امام ابوحنیفہ کے بارے میں کیونکر معتبر ہوگا اس کا جواب مؤلف رسالہ یا ان کے بہی خواہ دیں۔

دوسرے امام ابو یوسف باوجودیکہ جانتے تھے کہ امام ابوحنیفہ مرجئی اور جہمی تھے تو پھر اُن کے شاگرد کیوں بنے رہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی انھوں نے اشاعت کیوں کی۔ ایسے شخص کے مذہب کی اشاعت جو بزعم مؤلف رسالہ غیر مسلم تھا امام ابو یوسف جیسے شخص سے عادۃً محال ہے۔

تیسرے جب اُن کے نزدیک جہمی اور مرجئی تھے تو پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف کیوں کی۔ چنانچہ ماسبق میں بعض اقوال اُن کے منقول ہو چکے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہے کہ ع یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے۔ مؤلف رسالہ جیسے حضرات نے موضوع روایت امام ابو یوسف کی طرف سے گھڑی ہے اور ان کی طرف اس کو منسوب کر دیا۔ ناظرین خود اندازہ کریں کہ کہاں تک یہ قول صحیح ہوگا۔

چوتھے خطیب کی روایات اسانید معتبرہ سے ثابت نہیں وبعض الجروح لا تثبت بروایة معتبرة کروایة الخطیب فی جرحه واکثر من جاء بعده عیال علی روایته فهی مردودة ومجروحة اھ (مقدمہ تعلیق ممجد ص۳۲) بعض جرح روایات معتبرہ سے ثابت نہیں چنانچہ خطیب کی روایات اور جو لوگ خطیب کے بعد ہوتے ہیں وہ خطیب ہی کی روایات کے مقلد ہیں لہٰذا یہ جروح مردود و مجروح ہیں۔ ان کا اعتبار نہیں۔ حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔ اعلم انه لم یقصد الا جمع ما قیل فی الرجل علی عادة المؤرخین ولم یقصد بذلك تنقیصه ولا حط مرتبته بدلیل انه قدم کلام المادحین واکثر منه ومن نقل مآثره ثم عقبه بذکر کلام القادحین ومما یدل علی ذلك ایضا ان الاسانید التی ذکرها للقدح لا یخلو غالبها من متکلم فیه او مجهول ولا یجوز اجماعا ثلم عرض مسلم بمثل ذلك فکیف بامام من ائمة المسلمین" (خیرات حسان فصل انتالیسویں) مورخین کے طریق پر کسی شخص کے بارے میں جو جو اقوال ملے خطیب نے ان کو جمع کر دیا۔ اس سے امام کی تنقیص شان اور مرتبہ کا کم کرنا مقصود نہیں کیونکہ اول خطیب نے مادحین کے اقوال کو نقل کیا اس کے بعد جو جرح کرنے والے ہیں ان کا کلام نقل کیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ تنقیص مقصود ہی نہیں۔ اور اس پر ایک اور بھی قرینہ قویہ ہے کہ جن روایات کو جرح کے طور پر ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کی سند میں مجہول اور ضعیف لوگ موجود ہیں اور ائمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ ان جیسی روایات سے کسی ادنیٰ مسلمان کی آبروریزی کرنی جائز نہیں چہ جائیکہ ایک مسلمانوں کے امام و پیشوا کی ہتک کرنی بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔ ابن حجر مکی نے اس فصل میں خطیب کی جروح کے جواب دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر مذہب کے شافعی ہیں۔ مؤلف رسالہ کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ یہ مخالفین مذہب امام ابوحنیفہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس فصل میں آگے فرماتے ہیں۔ وبفرض صحة ما ذکره الخطیب من القدح عن قائله یعتد به فانه ان کان من غیر اقران الامام فهو مقلد لما قاله

او كتبه اعداءه وان كان من اقرانه فكذلك لما مر ان قول الاقران بعضهم فى بعض غير مقبول اه (خیرات حسان) اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ جو قول خطیب نے جرح میں نقل کئے ہیں وہ صحیح ہیں تو اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ اقوال امام صاحب کے ہم زمانہ کے ہیں یا ہم عصروں کے نہیں ہیں۔ اگر دوسری صورت ہے تو اس کا اعتبار ہی نہیں کیونکہ یہ جو کچھ دشمنوں نے لکھا اور کہا ہے اس کی تقلید کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دشمنوں کا قول معتبر نہیں اور اگر پہلی صورت ہے کہ یہ جرح امام صاحب کے ہم عصروں سے صادر ہوئی ہے تو اس کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ بعض ہم عصر کا قول دوسرے ہم عصر کے حق میں مقبول نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ ذہبی نے اسی کی تصریح کی ہے۔ لہذا جہمیہ یا مرجیہ ہونے کی جو روایت ہے خواہ کسی کی بھی ہو اور صحت کے درجہ پر پہنچی ہوئی ہو درجہ قبول اور حد اعتبار سے ساقط ہے قال لا سيما اذا لاح انه لعداوة او لمذهب اذ الحسد لا ينجو منه الا من عصمه الله قال الذهبى وما علمت ان عصرا سلم اهله من ذلك الا عصر النبيين والصديقين اه۔ دونوں حافظ فرماتے ہیں خصوصاً اس وقت تو بالکل ہی وہ جرح مردود ہے جب کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ عداوت یا مذہب کی وجہ سے ہے کیونکہ حسد ایک ایسا مرض ہے کہ سوائے انبیاء اور صدیقین کے اور کوئی اس سے محفوظ اور بچا ہوا نہیں۔ وقال التاج السبكى ينبغى لك ايها المسترشد ان تسلك سبيل الادب مع الائمة الماضين وان لا تنظر الى كلام بعضهم فى بعض الا اذا اتى ببرهان واضح ثم ان قدرت على التاويل وحسن الظن فبذلك والا فاضرب صفحا الى ما جرى بينهم اه۔ امام سبکی فرماتے ہیں اے طالب ہدایت تیرے لئے یہ مناسب ہے کہ ائمہ گزشتہ کے ساتھ ادب و لحاظ کا طریق ہاتھ سے جانے نہ دینا اور جن بعض نے بعض میں کلام کیا ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی تو نہ دیکھنا جب تک وہ دلیل روشن اور برہان قوی اس پر پیش نہ کرے پھر اگر تجھ کو قدرت تاویل و حسن ظن کی ہے تو اس پر عمل کر ورنہ ان امور کو جو آپس میں

جاری ہوتے اور پیش آتے پس پشت ڈال دے، اس میں مشغول ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ بیش بہا اوقات ضائع ہوتے ہیں۔ فانك اذا اشتغلت بذلك وقعت علی الهلاك فالقوم ائمة اعلام ولاقوالهم محامل وربما لم نفهم بعضها فليس لنا الا الترامني والسكوت عما جری بينهم كما نفعل فيما جری بين الصحابة اه اگر تم ان امور کے درپے ہوگے تو ہلاکت میں پڑو گے۔ کیونکہ یہ لوگ ائمہ اعلام ہیں اور اُن کے اقوال محامل حسنہ پر محمول ہیں۔ بسا اوقات ہم بعض امور کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ لہذا سوائے سکوت اور رضامندی ظاہر کرنے کے اور کچھ ہم کو اختیار نہیں وہی طریق اسلم ہے جو صحابہ کے واقعات و معاملات میں ہم نے اختیار کیا ہے۔ مرآۃ الزمان کی عبارت پہلے منقول ہو چکی ہے کہ خطیب سے یہ تعجب خیز امر نہیں کیونکہ ان کی عادت ہے کہ وہ ائمہ میں کلام کیا کرتے ہیں اور ان کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے ہیں۔ وليس العجب من الخطيب بانه يطعن فی جماعة من العلماء اه (مرآة الزمان) پس ان تمام عبارات سے یہ ظاہر ہے کہ یہ روایاتِ خطیب قابلِ اعتبار نہیں اور امام ابو یوسف پر یہ الزام اور بہتان ہے ولا عبرة لكلام لبعض المتعصبين فی حق الامام (الی ان قال) بل كلام من يطعن فی هذا الامام عند المحققين يشبه الهذيانات اه (میزان کبریٰ شعرانی ص ۱۸) یہ عبارت بھی پہلے منقول ہو چکی ہے لیکن ضرورۃً یاد دہانی کے طور پر پیش کیا ہے۔ ذكر الامام الثقة ابوبكر محمد بن عبد الله بن نصير الزعفرانی ببغداد قال ان الرشيد استوصف الامام من ابی يوسف فقال قال الله تعالیٰ ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد كان علمی به انه كان شديد الذب عن المحارم شديد الورع ان ينطق فی دين الله تعالیٰ بلا علم يحب ان يطاع الله تعالیٰ ولا ينافس اهل الدنيا فيما فی ايديهم طويل الصمت دائم الفكر مع علم واسع لم يكن مهذارا ولا ثرثارا ان سئل عن مسئلة ان كان له علم بها اجاب والا قاس مستغنيا عن الناس لا يميل الی طمع ولا يذكر احدا الا بخير فقال الرشيد

هذه اخلاق الصالحين فامر الكاتب فكتبها ثم اعطاها لابنه وقال احفظها[۱]

(مناقب کردری جلد اول ص۲۲٦)

ناظرین اس واقعہ سے کالشمس فی نصف النہار ثابت ہے کہ امام ابویوسف پر یہ الزام اور بہتان ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کو جہمی یا مرجئی کہتے تھے۔ ورنہ جس وقت خلیفہ ہارون رشید نے امام ابوحنیفہ کے اوصاف اُن سے دریافت کئے تھے تو ضرور وہ اُن امور کو بھی ذکر کرتے جو دشمنوں کا خیال ہے انہوں نے تو ایسے اوصاف بیان کئے کہ جو ایک اہل سنّت والجماعت کے ہونے چاہئیں اور ایک پیشوائے قوم اور مقتدائے وقت کے واسطے لازم اور ضروری ہوں، جس کا خلیفہ نے بھی اقرار کر کے یہ کہہ دیا کہ بیشک یہی اخلاق صالحین کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عیب یا جرح وغیرہ ہوتی تو فوراً خلیفہ۔ وقت اس کو ذکر کرتا اور ابویوسف کو روکتا کہ تم جو یہ باتیں بیان کر رہے ہو یہ غلط ہیں بلکہ وہ مثلاً مرجئی تھے یا جہمی تھے وغیرِ ذٰلک لیکن اس نے کچھ نہ کہا جو ظاہر دلیل ہے کہ امام ابویوسف پر تہمت ہی تہمت ہے، کتاب المناقب للموفق کے جلد اول صفحہ ۲٦۰ میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے اس پر طرہ یہ ہے کہ امام ابویوسف اپنا علم اور یقین ظاہر کر رہے ہیں اور اس سے قبل قرآن کی آیت شہادت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ ثابت رہے کہ میں جو کچھ امام کے حق میں بیان کر رہا ہوں یہی حق ہے کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ زبان سے نکلتا ہے وہ نامۂ اعمال میں مکتوب ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ ایسی تصریحات کے باوجود بھی کوئی بنظرِ انصاف سے دیکھنا نہیں چاہتا اور وہی اپنی عداوت کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے ہے۔ من كان في هذه اعمى فهو في الاخرة اعمى۔

اعتراض نمبر ۳۱ قولہ۔ دیکھو ابویوسف نے تو اپنے استاد کی یہ گت کیا۔ اقول، جس کو ناظرین نے معلوم کر لیا، مؤلف رسالہ کو چاہیئے کہ پہلے اردو بولنا سیکھے پھر کچھ کہے۔ اگر جوانمردی ہے تو امام ابویوسف کے قول کو سند کے ساتھ پیش کرے پھر دیکھیں گے کہ کیا گل کھلتے ہیں۔

قولہ۔ اور امام محمد نے یہ گت کیا کہ امام مالک کو ہر بات میں ابوحنیفہ پر فضیلت دے دی اقول۔ امام محمد کے اس قول کو نقل کرتے جس میں انھوں نے امام ابوحنیفہ پر امام مالک کو

ہر بات میں فضیلت دی ہے۔ یہ تو آپ کا زبانی جمع خرچ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں اگر امام محمد صاحب کے نزدیک ہر امر میں امام مالک افضل ہوتے تو امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترویج اور اُن کے مذہب کے مطابق تصنیف و تالیف نہ کرتے بلکہ امام مالک ہی کے مذہب کو رواج دیتے جس نے کتبِ ظاہر روایت کا خصوصاً اور ان کی دیگر تصانیف کا عموماً مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا کیا مرتبہ ہے۔ وقال اسمٰعیل ابن ابی رجاء رأیت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک فقال غفر لی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ھذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال فوقنا بدرجتین قلت فابی حنیفۃ قال ھیھات ذاک فی اعلی علیین اھ (مختار ص۳۶) اسماعیل ابن ابی رجاء کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے فرمایا مجھ کو بخش دیا اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ارادہ عذاب دینے کا ہوتا تو تمہارے اندر یہ علم دین امانت نہ رکھتا۔ میں نے پوچھا کہ امام ابو یوسف کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا، ہم سے دو درجہ اوپر ان کا مقام ہے، میں نے کہا ابوحنیفہ کہاں ہیں تو امام محمد فرماتے ہیں ان کا کیا پوچھنا وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے مراتب عطا کئے ہیں۔ گو یہ واقعہ خواب کا ہے لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد صاحب کے دل میں امام ابوحنیفہ کی کیا وقعت تھی، امام محمد صاحب کی جتنی کتابیں کبیر کے نام سے مشہور ہیں ان میں امام ابوحنیفہ سے بغیر واسطہ روایت کی ہے اور جو صغیر کے ساتھ موسوم ہیں ان میں بواسطہ امام ابو یوسف کے امام صاحب سے روایت کرتے ہیں، اگر امام مالک ہر امر میں امام ابوحنیفہ پر فضیلت رکھتے تھے تو امام محمد کو چاہیئے تھا کہ امام مالک سے روایات بواسطہ اور بے واسطہ جمع کرتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ناصر کی بنائی ہوئی سی ہے وذکر الامام ظھیر الائمۃ المدینی الخوارزمی انہ قال مذھبی ومذھب الامام وابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنھم واحد اھ (مناقب کردری جلد ثانی ص۱۶۲) امام محمد صاحب فرماتے ہیں میرا اور امام ابوحنیفہ اور ابوبکر و عمر

اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کا مذہب ایک ہی ہے۔ اس سے بھی امام صاحب کی عزت و توقیر جو امام محمد کے دل میں ہے ثابت ہے۔ اگر ابوحنیفہ سے امام مالک افضل تھے تو امام محمد نے ایک افضل کو چھوڑ کر مفضول کے ساتھ اپنے مذہب کی کیوں توحید بیان کی۔ غرض یہ سب عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کی باتیں ہیں۔ مؤلف رسالہ کا مقصود اظہار حق نہیں بلکہ سلف کو برا بھلا کہنا ہے۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے۔

اعتراض ۳۲ **قولہ**۔ لو صاحبو کچھ اور بھی سنو گے، آؤ ہم تم کو اور بھی سناتے ہیں امام صاحب زندیق بھی تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے الخ **اقول**۔ ناظرین کو خطیب بغدادی کی روایات کے متعلق مفصل معلوم ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اعادہ کرنا تحصیل حاصل ہے کیونکہ محققین نے ان کا اعتبار ہی نہیں کیا اور ایک لایعنی امر خیال کر کے ترک کر دیا کان ابوحنیفة یحسد و ینسب الیہ ما لیس فیہ و یختلق الیہ ما لا یلیق بہ اھ (کتاب العلم لابن عبد البر) امام صاحب کے حاسد بہت سے تھے اور ایسے امور ان کی طرف منسوب کئے جاتے تھے جو ان میں نہ تھے اور ایسی باتیں ان کے متعلق گھڑی جاتی تھیں جن کے شایانِ شان وہ نہ تھے۔ قال الحافظ عبد العزیز بن رواد من احب ابا حنیفة فھو سنی و من ابغضہ فھو مبتدع اھ (خیراتِ حسان) قلت قد احسن شیخنا ابو الحجاج حیث لم یورد شیئاً یلزم منہ التضعیف اھ (تذھیب) ذہبی کہتے ہیں ہمارے شیخ ابو الحجاج مزی نے بہت ہی اچھا کام کیا کہ اپنی کتاب میں امام صاحب کے بارے میں کوئی لفظ بیان نہیں کئے، جن سے ان کی تضعیف ہوتی ہو وقد جھل کثیر ممن تعرضوا للسھام الفضیعة و تحلوا بالصفات القبیحة القطعیة علی ان یحطوا من مرتبة ھذا الامام الاعظم والحبر المقدم الی قولہ فما قدروا علی ذلک ولا یفید کلامھو فیہ اھ (خیرات حسان) بہت سے جاہل جو اوصافِ قبیحہ سے آراستہ ہیں اس بات کے درپے تھے کہ اس امام اور حبر مقدم کے مرتبہ کو گھٹا دیں لیکن ان کو قدرت نہ ہوئی اور نہ ان کا کلام کچھ امام صاحب کے بارے میں اثر کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ خود رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں۔ ان کو امام ابوحنیفہ کے مرتبہ کی خبر

نہیں۔ ناظرین جس کی ائمہ اتنی تعریف کرتے ہوں سینکڑوں کتابیں اس کے مناقب میں لکھی ہوں، سینکڑوں اس کے شاگرد ہوں، سینکڑوں کتابیں اس کے مذہب کی دنیا میں پھیلی ہوئی ہوں۔ لاکھوں اس کی تقلید کرتے ہوں، جن میں علماء۔ صلحاء۔ شہداء وغیرہ سبھی قسم کے لوگ موجود ہوں، حافظِ حدیث۔ مجتہد، فقیہ، عادل، صالح۔ امام الائمہ سمجھا جاتا ہو۔ کیا وہ شخص زندیق ہوسکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ جتنے بھی گزرے ہیں سب ہی کے لئے یہ حکم لگایا جاسکتا ہے اور سبھی اس فہرست میں معدود ہو جائیں گے، مؤلفِ رسالہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے توبہ دو مرتبہ کرائی گئی گویا اس کے نزدیک تو امام ابوحنیفہ زندیق کافر وغیرہ تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ ناظرین کے اطمینانِ قلب کے واسطے یہاں پر ایک واقعہ کو نقل کرتا ہوں جس سے زندیقیت اور کافریت کی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور معلوم ہوگا کہ اصلیت کیا ہے اور دشمنوں نے اس کو کس صورت میں پیش کیا ہے

اخبرنا الامام الاجل رکن الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن محمد الکرمانی انا القاضی الامام ابوبکر عتیق بن داؤد الیمانی قال حکی ان الخوارج لما ظهروا علی الکوفة اخذوا اباحنیفة فقیل لهم هذا شیخهم والخوارج یعتقدون تکفیر من خالفهم فقالوا تب یا شیخ من الکفر فقال انا تائب من کل کفر فخلوا عنه فلما ولی قیل لهم انه تاب من الکفر وانما یعنی به ما انتم علیه فاسترجعوه فقال راسهم یا شیخ انما تبت من الکفر وتعنی به ما نحن علیه فقال ابوحنیفة ابظن تقول هذا ام بعلم فقال بل بظن فقال ان اللہ تعالیٰ یقول ان بعض الظن اثم وهذه خطیئة منك وکل خطیئة عندك کفر فتب انت اولاً من الکفر فقال صدقت یا شیخ انا تائب من الکفر فتب انت ایضا من الکفر فقال ابوحنیفة رحمه اللہ انا تائب الی اللہ تعالیٰ من کل کفر فخلوا عنه فلهذا قال خصماءه استتیب ابوحنیفة من الکفر مرتین فلبسوا علی الناس وانما یعنون به استتابة الخوارج اھ (کتاب المناقب للموفق ص۱۷۷ جلد اول)، جب کوفہ پر خوارج کا غلبہ ہوا تو انہوں نے

امام ابوحنیفہ کو پکڑا۔ کسی نے خارجیوں سے یہ کہہ دیا کہ یہ شخص کوفہ والوں کا شیخ و پیشوا ہے۔ خارجیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو ان کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔ انہوں نے امام صاحب سے کہا اے شیخ کفر سے توبہ کر امام صاحب نے فرمایا کہ میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ خارجیوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ جب امام صاحب وہاں سے جانے لگے تو خارجیوں سے مؤلف رسالہ جیسے شخص نے کہا کہ انہوں نے اس کفر سے توبہ کی ہے جس پر تم جمے ہوتے ہو تو فوراً امام صاحب کو واپس بلایا اور اُن کے سردار نے امام صاحب سے کہا آپ نے تو اس کفر سے توبہ کی جس پر ہم چل رہے ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا یہ بات تو کسی دلیل سے کہتا ہے یا صرف تیرا ظن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ظن سے کہتا ہوں۔ کوئی یقینی دلیل اس کی میرے پاس نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور یہ خطا تجھ سے صادر ہوئی اور ہر خطا تیرے اعتقاد کے مطابق ہے پس اول تجھ کو اس کفر سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اس سردار نے جواب دیا بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ میں کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ بھی توبہ کریں۔ پھر امام صاحب نے فرمایا۔ میں تمام کفریات سے اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کی بناء پر امام صاحب کے دشمن کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی۔ انہوں نے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے کیونکہ خارجیوں کے جواب میں امام صاحب نے یہ لفظ فرمائے تھے۔ ناظرین دشمنوں نے اس کو امام صاحب کے کفر پر محمول کر کے روز روشن میں لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

اعتراض ۳۲ **قولہ**۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الیٰ قولہ ایں خیال است و محال ست جنوں۔ **اقول**۔ آپ کو خبر ہی نہیں کہ کس بناء پر کہا جاتا ہے سنو اور غور سے سنو اور اگر آنکھیں ہوں تو دیکھ بھی لو۔ صحیح مسلم ص۳۱۲ میں ہے عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتى يتناوله اه

(صحیح مسلم صفحہ ۳۱۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو ایک شخص اہل فارس میں کا اس کو ضرور حاصل کر لے گا۔ اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے بھی بالفاظِ مختلفہ روایت کیا ہے۔ فارس سے مراد عجم ہے (خیرات حسان) اس حدیث کا مصداق علما۔ نے امام صاحب کو بتایا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں ھذا اصل صحیح یعتمد به علیه فی البشارة بابی حنیفة وفی الفضیلة التامة اھ (تبییض الصحیفہ) یہ حدیث ایسی اصل صحیح ہے جس پر امام ابوحنیفہ کی بشارت اور فضیلت تامہ کے لئے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کے شاگرد رشید علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی فرماتے ہیں وما جزم به شیخنا من ان اباحنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شك فیه لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه احد اھ (حاشیہ علی المواہب) جو ہمارے استاد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ ہی مراد ہیں یہی ظاہر اور صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیونکہ ابنائے فارس میں کوئی شخص بھی علم میں امام ابوحنیفہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر مکی شافعی اور عبدالوہاب شعرانی شافعی وغیرہ نے بھی امام ابوحنیفہ کو اس حدیث کا مصداق بتایا ہے پس ان بڑے بڑے اماموں کے مقابلہ میں کسی کا قول قابلِ سماعت نہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی بعض تالیفات میں اس بحث کو چھیڑ کر بخاری وغیرہ کو اس بشارت میں داخل کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کو خارج کر دیا ہے۔ یہ سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیونکہ ائمہ مذکورین نے تصریح کی ہے کہ عجم میں کوئی بھی امام ابوحنیفہ کے مرتبہ کا نہیں ہوا۔ بخاری۔ اجتہاد۔ تفقہ۔ حفظ۔ امامت۔ عدالت۔ ریاضت۔ عبادت۔ زہد۔ ورع۔ تقویٰ۔ مجاہدہ نفس وغیرہ میں امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ امام صاحب کے اوصافِ مذکورہ میں شرکت کریں۔ انہیں امور کی وجہ سے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں ان کو اپنا پیشوا جانتے ہیں بلکہ تابعی ہونے کی وجہ سے تمام ائمہ سے افضل سمجھتے ہیں ؎

یہ تو نعمان ہی خورشیدِ فلک ہے واللہ   مہرِ تاباں ہمیں آج ایسا دکھاتے کوئی

ہمیں جھوٹی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود مخالفین امام صاحب کے علم و فضل کے قائل ہیں اور لوہا مانتے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ماسبق میں مفصّل ظاہر ہو چکا۔

اعتراض ۲۳ **قولہ**۔ سنو اور غور سے سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود امام ابوحنیفہ کی فقہ سیکھنے سے منع کیا ہے الخ **اقول** ؎

میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہو   میرا کہا کرو جو تمہیں کچھ بھی ہوش ہو

کیا اب کوئی اور صورت نہیں رہی جو خواب کے واقعات سے استدلال ہونے لگا۔ اچھا یہی ہے تو دیکھو اور غور سے آنکھیں کھول کر دیکھو۔ عن ابی معانی فی الفضل بن خالد قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما تقول فی علم ابی حنیفة فقال ذلک علم یحتاج الناس الیہ اھ فضل بن خالد کہتے ہیں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے امام ابوحنیفہ کے علم کے بارے میں آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہے۔ کہیئے اجازت دی یا منع فرمایا۔ اور غور سے دیکھئے۔ "بے شائبہ تکلّف و تعصب گفتہ مے شود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظرِ کشفی در رنگ دریائے عظیم مے نماید و سائرِ مذاہب در رنگ حیاض و جداول بنظر مے در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ مے آید سوادِ اعظم از اہلِ اسلام متبعان ابی حنیفہ اند اھ (مکتوباتِ مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم) غور فرمایئے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا۔ یہ مجدد صاحب وہی ہیں جن کے بارے میں نواب صدیق حسن خاں قنوجی کہتے ہیں، "علوم مرتبہ کشف ہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمہ صحو سر زدہ و گاہے مخالفِ شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مؤیّد است اھ (ریاض المرتاض ص۲۱) کہ مجدد صاحب کے کشف کبھی بھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے اس لئے ان کے کشف کے مراتب تو بہت ہی بالاتر ہیں۔ وہ مجدد صاحب یہ فرماتے ہیں کشفی نظر میں مذہب حنفی کی نورانیت ایک دریائے ناپیدا کنار معلوم ہوتی

ہے اور باقی مذاہب چھوٹی چھوٹی نالیوں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور لیجئے استاذ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ اھ (فیوض الحرمین) شاہ صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی ہے کہ مذہب حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے اور غور سے دیکھو نواب صدیق حسن خاں معاذ رازی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں، معاذ رازی گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دیدم گفتم این اطلبک فرمود عند علم ابی حنیفۃ اھ (التقصار) معاذ رازی فرماتے ہیں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں پوچھا کہ آپ کو کہاں تلاش کروں تو آنحضرت نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے علم کے پاس مجھے تلاش کرنا وہیں میں تم کو ملوں گا۔ رأی بعض ائمۃ الحنابلۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فقلت لہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنی عن المذاہب فقال المذاہب ثلاثۃ فوقع فی نفسی انہ یخرج مذہب ابی حنیفۃ لتمسکہ بالرای فابتداء وقال ابوحنیفۃ والشافعی ثم قال و مالک واحمد اربعۃ اھ (خیرات حسان)، بعض حنبلی مذہب کے ائمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ سے مذاہب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب تین ہیں، وہ کہتے ہیں میرے دل میں خطرہ گزرا کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کو آپ بیان نہ فرمائیں گے کیونکہ امام صاحب رائے سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن جب آپ نے ابتداء فرمائی تو فرمایا، مذہب امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا اور امام مالک اور امام احمد، یہ چار مذہب ہیں۔ اس واقعہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں چاروں مذہبوں سے پہلے آنحضرت نے امام ابوحنیفہ ہی کا نام ذکر فرمایا کہ یہ مذہب حق ہے اس کے بعد اوروں کو ذکر کیا۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حق مذہب چار ہی ہیں۔ مؤلف رسالہ نے جو مذہب اختیار کر رکھا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

فرمان کے خلاف ہے۔ وہ حقانیت سے دور ہے۔ کہیے صاحب اب تو معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا علم اور ان کا مذہب کس مرتبہ کا ہے جس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرما دی۔ آپ نے جو نام گنائے ہیں کہ انہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا اس سے یہ لازم نہیں کہ حنفی مذہب حق نہیں یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے شافعی۔ مالکی۔ حنبلی مذہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا ہے۔

اعتراض ۳۵ **قولہ**۔ اسی طرح بہت سے لوگوں نے اس مذہب کو چھوڑ دیا جب ان کو امام صاحب کے مزے دار مسائل سے واقفیت ہوئی جس کو ہم مختصراً ذیل میں بیان کر کے ان لوگوں کے نام بالتصریح بتلا دیں گے۔ جنھوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا۔ **اقول**۔ ناظرین میں بھی چند نام بتلاتا ہوں جنھوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ امام ابوجعفر طحاوی پہلے یہ شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے۔ کان تلمیذ المزنی فانتقل من مذهبه الی مذهب ابی حنیفة (انساب سمعانی) اسی طرح مرآۃ الجنان اور کتاب الارشاد اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں ہے۔ دوسرے امام احمد بن محمد بن حسن تقی شمنی پہلے مالکی تھے پھر حنفی مذہب کو اختیار کیا۔ چنانچہ سخاوی نے ضوء لامع میں ذکر کیا ہے۔ فوائد بہیہ ص۲۸ میں ان کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ تیسرے علامہ عبدالواحد بن علی العکبری اول یہ حنبلی تھے اس کے بعد حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں بیان کیا ہے وکان حنبلیا فصار حنفیا۔ اسی طرح کفوی نے اپنے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ فوائد بہیہ ص۱۱۳ میں دونوں کتابوں سے نقل کیا ہے۔ چوتھے علامہ یوسف بن قزغلی البغدادی سبط ابن الجوزی پہلے حنبلی مذہب رکھتے تھے پھر حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور ان کے ترجمہ کو فوائد بہیہ کے ص۲۳۰ میں نقل کیا ہے۔ غرض نمونہ کے طور پر چار عالم جو اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے میں نے پیش کئے ہیں، جنھوں نے مذہب شافعی، مالکی، حنبلی کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا۔ اگر کتب طبقات و رجال پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے ایسے ائمہ نکلیں گے جنھوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ لیکن یہاں ان کی فہرست

شمار کرنی مقصود نہیں۔ صرف مؤلف رسالہ کی بے ہودہ بکواس کے جواب میں اور ناظرین کی تسلی قلب کے واسطے نقل کیا ہے ورنہ ضرورت نہ تھی۔ مزے دار مسائل کا جب وقت آئے گا ہم اُن کے جواب کے واسطے تیار ہیں آپ کی کج فہمی اور بے عقلی کو طشت ازبام کر دیا جائے گا۔

اعتراض ۳۶ **قولہ**۔ ہم کو ایک بہت بڑا تعجب تو یہ ہے کہ امام صاحب کا حافظہ جیسا کچھ تھا ہم نے اوپر بیان کیا ہے **اقول**۔ جس کی مفصل کیفیت اور شرح ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قولہ۔ لیکن پھر بھی امام صاحب کی نسبت کس خوش اعتقادی سے کہا جاتا ہے کہ صلی ابوحنیفۃ صلوٰۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ۔ الیٰ قولہ یہ گپ علی الگپ نہیں تو اور کیا ہے۔ ان کو بھلا اپنا وضو کیونکر یاد رہتا تھا۔ **اقول**۔ چونکہ امام صاحب آپ کی طرح سے مجنون اور دیوانے نہ تھے بلکہ ذی ہوش، صاحب عقل و احساس تھے۔ اس لئے ان کو اپنا وضو یاد رہتا تھا۔ وضو تو اس شخص کو یاد نہ رہتا ہو جس کے حواس مختل ہو گئے ہوں ورنہ نماز عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے میں یاد نہ رہنے کے کیا معنے ہیں۔ یہ حنفیوں کے ہی اقوال نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور تسلیم کر لیا ہے۔ جو امور حد تواتر کو پہنچے ہوں ان کو گپ شمار کرنا مؤلف رسالہ جیسے کا کام ہے جس کو اپنا وضو یاد نہیں رہتا۔

قولہ۔ کیونکہ امام صاحب اگر عشا پڑھ کر سو رہتے تھے تو وضو ندارد۔ **اقول**۔ عشا کی نماز پڑھ کر سوتے نہیں تھے بلکہ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اس لئے وضو باقی رہتا تھا۔

قولہ۔ اور اگر جاگتے رہتے برابر فجر تک تو دن کو سوتے یا نہیں۔ **اقول** جب چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے تو پھر کون عقل مند یہ پوچھ سکتا ہے کہ رات میں سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن میں آرام کرتے ہوں تو اس میں کون سا استحالہ ہے جو نوم کہ مفضی الی الغفلت ہو وہ نہیں پائی جاتی تھی جیسی کہ مؤلف رسالہ کی اُلٹی سمجھ

بجھ رہی ہے

اعتراض ۳۲ **قولہ**۔ اگر دن کو سوتے تو یہ غفلت عبادتِ شب کے مناقض اور عبادتِ شب بے سود ہے۔ **اقول**۔ ناظرین عجب منطق ہے رات کو کوئی شخص عبادت کرے اور دن میں کسی وقت آرام کرے تو یہ آرام عبادتِ شب کے مناقض ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو بھی اس کا علم نہ ہوا کہ جو آپ قیلولہ دن میں فرمایا کرتے تھے یہ عبادتِ شب کے مناقض ہے اور رات کی عبادت اس قیلولہ کی وجہ سے بالکل بیکار اور بے فائدہ ہو جاتی ہے صرف مؤلفِ رسالہ کی یہ سمجھ آیا، ہزار تف ایسی عقل و سمجھ پر۔ ناظرین مؤلف رسالہ یہ سمجھا کہ میری طرح امام صاحب بھی دن بھر سوتے رہتے ہوں گے۔ پھر دن میں سونا غفلت کو کس طرح مستلزم ہے اس کے واسطے ملازمت بیان کرنے کی ضرورت ہے اسی طرح عبادت شب کے بے سود ہونے اور دن کو سونے میں لزوم بیان کرنا ضروری ہے، اسی طرح مؤلف کو یہ بیان کرنا چاہیئے کہ امام صاحب فجر سے لے کر عشا تک برابر سوتے رہتے تھے تاکہ عبادتِ شب کا بے سود ہونا اس پر مترتب ہو، حضرت عثمان رات بھر عبادت کرتے تھے، اسی طرح تمیم داری اور سعید بن جبیر رات بھر عبادت کیا کرتے تھے اور ایک رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے تو کیا کوئی عقل کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات دن کو سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن کو سوتے تھے تو یہ غفلت عبادتِ شب کے مناقض اور عبادتِ شب بے سود ہے اور اگر دن میں بھی نہیں سوتے تھے تو ان حضرات کا برابر جاگنا محال کیونکہ نوم طبعی کے ضائع ہونے سے حیات کی امید نہیں۔ اور اگر عشا پڑھ کر سو رہتے تھے تو شب بھر جاگنا اور وضو باقی رہنا محالِ عقلی و شرعی ہے۔ پس جو اس کا جواب ہے وہی جواب امام صاحب کی طرف سے سمجھنا چاہیئے۔ اگر مفصل بحث اس کے متعلق دیکھنی ہو تو کتاب اقامۃ الحجہ فی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ دیکھنی چاہیئے جو اسی مبحث میں مبسوط کتاب ہے۔ حدثنا سلیمان بن احمد ثنا ابو یزید القراطیسی نا اسد بن موسیٰ نا سلام بن مسکین عن محمد بن سیرین قال قالت امرأۃ عثمان حین اطافوا بہ یریدون قتلہ ان تقتلوہ او تترکوہ

فانه كان يحيى الليل كله فى ليلة يجمع القرآن فيها اه (حلية الاولياء لابى نعيم) اور سُنیئے۔ وبه الى الخطيب هذا انا الخلال انا الحريرى ان النخعى حدثهم انا ابراهيم بن مخلد البلخى انبا ابراهيم بن رستم المروزى سمعت خارجة بن مصعب يقول ختم القرآن فى الكعبة اربعة من الائمة عثمان بن عفان وتميم الدارى وسعيد بن جبير وابو حنيفة اه (مناقب موفق احمد مکی ص۲۳۷ جلد اول مناقب بزازی جلد اول ص۲۴۲) عن عائشة قالت قام النبى صلى الله عليه وسلم باية من القرآن ليلة اه (ترمذی ص۵۹ جلد اول) غرض یہ روایات آنحضرت اور صحابہ اور تابعین کی ہیں ان پر غور فرما کر جواب دیں اور اس کے بعد کوئی بکواس کریں، ورنہ سب سے بہتر خاموشی ہے۔

ناظرین! یہاں پر جواب ختم ہو جاتا ہے۔ رسالہ کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ چونکہ میرے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ شروع میں، میں عرض کر چکا ہوں، اگر انصاف وحق کی نظر سے دیکھا جائے گا تو ان اوراق میں مؤلف رسالہ کے تمام اعتراضات کا جواب ملے گا۔ مؤلف رسالہ نے کوئی علمی تحقیق نہیں کی صرف گالیاں اور بکواس سے رسالہ بھرا ہوا ہے اس لئے ان امور کے جوابات کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو اس کے آگے جوابات کی زیادتی کر کے پورا کر دیں۔ اگر میرے جوابات پسند نہ ہوں تو نئے سر سے جواب لکھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام خیر ختام۔ **تنبیہ:** میں شروع میں کسی مقام پر عرض کر چکا ہوں کہ امام ذہبی نے امام ابو حنیفہ کی میزان میں جو تضعیف کی ہے اس کے متعلق میں کسی جگہ پر تحقیق کروں گا لہذا آخر میں اس وعدہ کو پورا کر کے جواب ختم کرتا ہوں۔ میزان الاعتدال جلد ثالث کے صفحہ ۲۳۷ میں امام صاحب کے بارے میں یہ عبارت ہے۔ النعمان بن ثابت بن زوطى ابو حنيفة الكوفى امام اهل الرأى ضعفه النسائى من جهة حفظه وابن عدى وآخرون وترجم له الخطيب فى فصلين من تاريخه واستوفى كلام الفريقين معدليه ومضعفيه اه یہ وہ عبارت ہے کہ جس کی وجہ سے غیر مقلدین زمانہ خصوصاً مؤلف رسالہ بہت کچھ کود پھاند کرتے ہیں کہ

ذہبی نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے اور امام صاحب کی تضعیف میزان میں موجود ہے۔ لیکن ناظرین جس وقت تحقیق و تنقیح کی جاتی ہے اس وقت حق، حق اور باطل باطل ہو کر رہتا ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ترجمہ امام صاحب کا میزان میں کسی دشمن و معاند نے لاحق کر دیا ہے خود امام ذہبی کا نہیں ہے۔ اس کی دلیل روشن یہ ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں خود تصریح کی ہے کہ میں ائمہ متبوعین کو اس کتاب میں ذکر نہیں کروں گا چنانچہ فرماتے ہیں وما کان فی کتاب البخاری وابن عدی وغیرہما من الصحابة فانی اسقطهم لجلالة الصحابة رضی الله عنه ولا اذکرهم فی هذا المصنف اذا کان الضعف انما جاء من جهة الرواة الیهم وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری اھ (میزان جلد اول ص۳) کتاب بخاری اور ابن عدی وغیرہ میں جو صحابہ کا بیان ہے میں اپنی اس کتاب میں ان کی جلالتِ شان کی وجہ سے ذکر نہ کروں گا کیونکہ روایت میں جو ضعف پیدا ہوتا ہے وہ ان کے نیچے کے روات کی وجہ سے نہ صحابہ کی وجہ سے لہٰذا ان کے تراجم ساقط کر دیئے۔ اسی طرح ان ائمہ کو بھی اس کتاب میں ذکر نہ کروں گا جن کے مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں تقلید و اتباع کی جاتی ہے جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری۔ کیونکہ یہ حضرات اسلام میں جلیل القدر بڑے مرتبہ والے ہیں، ان کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے لہٰذا ان کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق امام کی کنیت بھی باب الکنیٰ میں نہیں ذکر کی۔ علامہ عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی میں بھی اقرار کر لیا ہے کہ ذہبی نے صحابہ اور ائمہ متبوعین کو میزان میں نہیں ذکر کیا۔ الا انه لم یذکر احدا من الصحابة والائمة المتبوعین اھ (تعلیق حسن ص۹۸ آثار السنن) غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہوا کہ یہ ترجمہ امام ذہبی لے امام صاحب کا نہیں لکھا بلکہ کسی متعصب نے لاحق کر دیا ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں۔ نیز میزان کے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود ہی نہیں۔ بعض نسخوں کے حاشیہ

پر یہ عبارت پائی جاتی تھی۔ اب اس کو متن میں داخل کر دیا ہے۔ قلت هذه الترجمة لم توجد فی النسخ الصحیحة من المیزان واما ما یوجد علی هوامش النسخ المطبوعة نقلوا عن بعض النسخ المکتوبة فانما هو الحاق من بعض الناس وقد اعتذر الکاتب وعلق علیه هذه العبارة ولما لم تکن هذه الترجمة فی نسخة وکانت فی اخری اوردتها علی الحاشیة اه (التعلیق الحسن جلد اول ص۸۸) اسی بنا پر کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے کاتب نے بھی عذر بیان کیا اور حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ بعض نسخوں میں یہ ترجمہ نہیں ہے اور بعض میں ہے اس لئے اس کو میں حاشیہ پر لکھے دیتا ہوں۔ غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہے کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے صاحب میزان کا نہیں فهذه العبارات تنادی باعلی صوت ان ترجمة الامام علی ما فی بعض النسخ الحاقیة جدا اه (تعلیق حسن ص۸۸)

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ۔ عادل، ضابط، متقن، حافظ حدیث۔ متقی۔ ورع۔ امام۔ مجتہد، زاہد، تابعی۔ عالم۔ عامل، متعبد ہیں۔ ان کے زمانہ میں ان کے برابر عالم۔ عامل، فقیہ، عبادت گزار کوئی دوسرا نہ تھا۔ کوئی جرح مفسر نقاد ان رجال سے ان کے حق میں ثابت نہیں۔ ابن عدی دارقطنی وغیرہ متعصبین کی جرح مع مبہم ہونے کے مقبول نہیں۔ دشمنوں اور حاسدوں کے اقوال کا اعتبار نہیں، جو اوراق گزشتہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے والحمد لله اولا وآخرا والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد وآله وصحبه واتباعه دائما ابدا

کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ شاہجہانپوری۔

مقالہ نمبر ۷

شریعت مطہرہ میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام

اور غیر مقلدین کا موقف

از

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی

استاذ دارالعلوم دیوبند

☆

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه رب العالمين والصلوة والسلام على شمس الهداية واليقين وعلى اله الطيبين الطاهرين وأصحابه الاشداء على الكفار الرحماء بين المؤمنين الذين قد اختارهم الله تعالىٰ قدوة للمسلمين، ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين۔ وبعد!

قال الله عزوجل: محمد رسول اللّٰه والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضواناً سيماهم فى وجوههم من أثر السجود (القرآن)

ترجمہ :- ارشاد ربانی ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کی صحبت پائے ہوئے ہیں وہ کفار پر بھاری ہیں اور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے چہروں پر سجدے کے اثر کی نشانی ہوتی ہے (خشوع وخضوع کے انوار ہوتے ہیں)

سید البشر ﷺ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد دنیاء انسانیت میں، تقدس مآب اگر کوئی جماعت ہے تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معزز جماعت ہے جو عشقِ نبوی سے سرشار تھی، وحی الٰہی کی روشنی میں جس کی تربیت ہوئی، رسالتمآب ﷺ نے ان کا تزکیہ فرمایا، نور نبوت کی براہ راست روشنی ملی جس کی ادنیٰ سی جھلک بھی اگر پڑ گئی تو دل مجلیٰ ہو گئے اور اس طرح یہ انبیاء و رسل کے بعد افضل ترین انسانوں کا پاکباز گروہ بارگاہِ الٰہی سے منتخب ہو کر پیارے حبیب ﷺ کی معیت سے بہرہ ور ہوا یہی تو وہ لوگ ہیں جن پر آفتابِ نبوت کی کرنیں بلا واسطہ پڑیں، ان کی نگاہوں نے جمال رخِ اقدس کا مشاہدہ کیا ہے، ان کے کانوں نے آپؐ کی شیریں آواز سنی ہے جو دل سے

تاروں کو مست کر دیا کرتی تھی، آپؐ کے سامنے جن کی زبانیں قال اللّٰہ، قال الرسول کا ورد کیا کرتی تھیں۔

بہر حال صحابۂ کرام رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین کو رب رحیم نے آنحضور ﷺ کی صحبت اور شریعتِ الٰہیہ کو عام کرنے، چراغِ مصطفوی کی روشنی کو بڑھانے اور دعوتِ توحید کو پھیلانے کے لئے چن لیا تھا۔

اِن حضرات قدسی صفات کا شریعت میں کیا مقام ہے؟ اور غیر مقلدین کا ان عظیم شخصیات کے بارے میں کیا موقف ہے؟ یہ موضوع وضاحت طلب ہے!

آئندہ صفحات میں قرآن وسنت کی نصوص اور علماء امت کی تصریحات کی روشنی میں صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم اجمعین کے صحیح مقام و مرتبے کو اجاگر کیا جائے گا، نیز غیر مقلدین کے موقف کو بھی واشگاف کرنا ہے۔ (ان شاء اللّٰہ تعالیٰ)

اس سے پہلے کہ ہم صحابۂ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقام بلند اور ان کے مینارۂ عظمت کی بلندی پر نگاہ ڈالیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکابر کے فرامین کی روشنی میں یہ واضح کر دیا جائے کہ صحابیت کیا ہے اور صحابی کس شخصیت کو کہتے ہیں؟ پورا تعارف سامنے آجائے۔

صحابی (رضی اللہ عنہ) کی تعریف

صحابی رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنھوں نے رسول اللّٰہ ﷺ سے بحالتِ ایمان ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر انکا خاتمہ ہوا ہو (۱) قدرے تفصیل کیلئے آگے مزید وضاحت پیش ہے:

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

> أصح ما وقفت عليه من ذلك أن الصحابى من لقى النبى ﷺ مؤمنا به ومات على الإسلام فيدخل فيمن لقيه من طالت مجالسته أو قصرت ومن روىٰ عنه أولم يرو ومن غزا معه أو لم يغز ومن راه رويةولولم يجالسه ومن لم يره لعارض (۲)

---

(۱) تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر ص ۴۸ (۲) الاصابہ ج ۱ ص: ۷

ترجمہ:- صحابی کی تعریف میں صحیح تر بات جس سے میں واقف ہوا وہ یہ ہے کہ صحابی اسے کہیں گے جس نے آنحضرت ﷺ سے بحالت ایمان ملاقات کی ہو اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا ہو، آپ سے ملاقات کرنے والوں (صحابہ) میں ان کا بھی شمار ہے جن کی مجالست آپ کے ساتھ زیادہ رہی ہو اور اس کا بھی جسے اس کا موقعہ کم ملا ہو، وہ بھی جو آپ سے روایت کرنے والا ہو، اور وہ بھی جس نے آپ سے روایت نہ کی ہو، وہ بھی جس نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور وہ بھی جسے اس کا موقع نہ مل سکا ہو، وہ بھی جس نے ایک نظر آپ کو دیکھا ہو اور اسے آپ کی مجالست حاصل نہ ہو سکی ہو، اور وہ بھی جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن کسی عارض (مثلاً نابینا ہونے) کی وجہ سے آپ کا چہرۂ اقدس نہ دیکھ سکا ہو۔

حافظ خطیب بغدادی نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال محمد بن اسمعیل البخاری من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أو راہ من المسلمین فھو صحابی (۱)

ترجمہ:- امام بخاریؒ نے فرمایا جس مسلمان نے آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا یا آپ کو اس نے دیکھا تو وہ صحابی ہے۔

نیز حافظ بغدادی صاحب حضرت امام احمد ابن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں۔

کل من صحبه سنة أو شهراً أو يوماً أو ساعةً أو راه فهو من أصحابه (۳)

ترجمہ:- ہر وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن ایک گھڑی آپ کی مصاحبت کی ہو یا صرف زیارت کی ہو تو وہ صحابی ہے۔

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی مصاحبت و ملاقات سے بہرہ ور ہونے والی شخصیت کو صحابی کہا جاتا ہے اور یہ رفاقت کی سعادت خواہ تھوڑی دیر کے لئے نصیب ہوئی ہو ایسا شرف ہے کہ پوری امت کے اعمالِ حسنہ بھی مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

---

(۱) الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۵۱ (۲) ایضاً ص ۵۱

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قرآن عظیم کے آئینے میں

اسلام کے اس قافلۂ اول کی تصویر قرآن مقدس نے عمدہ انداز میں پیش کی کہ عند اللہ وہ اتنے مقبول ہوئے جس کی بدولت خدا تعالیٰ کی خوشنودی انھیں حاصل اور وہ اللہ سے راضی، رشد و ہدایت کے وہ مہر و ماہ ہیں، فلاح و کامرانی کا تاج ان کے سر پر ہے، ان کی اتباع کرنے والا جنت کا مستحق، دراصل ان کی ذات قدسی صفات کو حق و باطل کا معیار قرار دیا گیا، دسیوں آیات ان کے اس مقام بلند کی شہادت دے رہی ہیں۔ یہاں چند آیات پیش کی جارہی ہیں۔

۱-وَالسَّابِقُوْنَ الأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (سورۂ توبہ)

ترجمہ:۔ اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

یہ آیت جمیع مہاجرین و انصارؓ کے ایمان، اعمال صالحہ کی قبولیت و فضیلت اور عدالت پر تو نص ہے ہی، اس کے علاوہ تمام مہاجرین و انصار کے متبوع و مقتدیٰ ہونے کی حیثیت بھی بتاتی ہے، کیونکہ جو لوگ اعمال حسنہ میں ان کی پیروی کریں گے تو وہ بھی جنات النعیم میں ابدیت اور فوز عظیم سے ہم کنار ہوں گے۔

۲-هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِيْ الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً وَتَكُوْنُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (سورۃ الحج)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے تم کو چن لیا اور اس نے تمہارے لئے دین میں
کوئی تنگی نہیں پیدا کی تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے، انہوں نے تمہارا نام
مسلمان پہلے سے رکھا اور یہ نام اس قرآن میں بھی ہے تا کہ رسول تمہارے اوپر
گواہ ہو، اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ خداوند قدوس نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے رسول کی صحبت و معیت کے لئے خود چنا تھا اب ان کا مقام اللہ تعالیٰ کے یہاں کس درجہ عظیم اور بلند ہوگا، ان کے اس مقام بلند کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

۳۔لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرَاتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (سورۂ توبہ)

ترجمہ:- لیکن رسول اور جو ایمان لانے والے ان کے ساتھ میں
کوشش کرتے ہیں جان و مال سے اللہ کے راستے میں انہی کے لئے ہیں بھلائیاں
اور انہی کے لئے ہے فلاح و کامرانی۔

آیت کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ کے زمانے کے سارے مؤمنین (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ کوشش کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا ان کو بھلائیوں اور کامرانی کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔

٤-لَایَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔

(سورۃ الحدید)

ترجمہ:- جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور
لڑ چکے وہ ان سے اونچے درجے والے ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا
اور قتال کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے
اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگرچہ فتح مکہ سے قبل جو لوگ ایمان لا چکے تھے اور

جنھوں نے دین کیلئے جان و مال قربان کیا تھا وہ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے افضل و اعلیٰ ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے بلا تخصیص جنت کا وعدہ سارے اصحاب رسول ﷺ سے کیا ہے خواہ وہ فتح مکہ سے پہلے کے ہوں یا بعد کے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ اس آیت کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

فانه صريح فى أن جميع الصحابة أولهم وآخرهم وعدهم الله الحسنىٰ يعنى الجنة۔ (تفسیر مظہری)

ترجمہ:۔ یعنی یہ آیت اس باب میں بالکل صریح ہے کہ سارے صحابہ پہلے کے ہوں یا بعد کے سب سے اللہ نے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

۵- وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

(سورۃ الحجرات)

ترجمہ:۔ اور جان لو کہ تم میں خدا کے پیغمبر ہیں اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر، گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں یعنی خدا کے فضل اور احسان سے، اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والے ہیں اور حکمت والے ہیں۔

صحابہ کرام کی صلابتِ ایمان اور عیوب سے پاک دامنی پر یہ ایک جامع آیت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دل میں چھوٹے بڑے ہر طرح کے گناہ کا تصور تک ناپسندیدہ بنا دیا تھا، اس سے صحابہ کرام کا غایت درجے کا متقی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۶- كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(سورہ آل عمران)

ترجمہ:۔ تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی

ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمائی ہے کہ اس آیت کے اصل مصداق صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور باقی امت میں سے وہ لوگ آیت کے مصداق ہیں جو صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر ہوں گے۔

قال عمر بن الخطابؓ لو شاء الله لقال: انتم۔ فكنا كلنا ولكن قال كنتم خاصة في أصحاب محمد (ﷺ) ومن صنع مثل صنيعهم كانوا خير أمة اخرجت للناس۔ (۱)

ترجمہ: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو "انتم" فرماتے، اس صورت میں پوری امت قیامت تک مصداق ہوجاتی مگر اللہ تعالیٰ نے "کنتم" فرمایا ہے۔ پس یہ آیت مخصوص ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اور باقی امت میں سے جو لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں گے جو لوگوں کو فائدہ رسانی کیلئے وجود میں لائی گئی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق آیت کریمہ میں اگر غور کیا جائے تو اس سے صحابہ کرام کا ایک خصوصی امتیاز ثابت ہوتا ہے اور وہ ہے "اس جماعت کی خیریت اور افضلیت" اور یہ افضلیت بھی نفع رسانی کے لحاظ سے ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا ہے جس سے تبلیغ دین، اشاعتِ اسلام اور شریعت حقہ کی تشریح کے سلسلے میں ان کی امامت و پیشوائی ثابت ہوتی ہے کہ وہ دین کے علم بردار ہو کر دنیا میں پہونچے اور دین کے مخفی گوشوں کو انہوں نے سمجھایا اور اس کو حجت شرعیہ مانا گیا اور ظاہر بات ہے کہ جب تک وہ خود معروفات پر کامل طریقے سے عامل اور ہر طرح کے منہیات سے پوری طرح سے بچنے والے نہ ہوتے تو ان کا ذکر قرآن میں اس شان اور اس صفت کے ساتھ مقام مدح میں نہ کیا جاتا۔

۷- وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

---

(۱) کنز العمال ص ۲۳۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا (سورہ النساء)

ترجمہ :- اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر (ﷺ)
کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستہ چلے تو جدھر وہ چلتا ہے
ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کر دیں گے
اور وہ بری جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہنم کی وعید دو باتوں کے مجموعے پر سنائی گئی ہے، مخالفت رسول پر اور مخالفت سبیل المؤمنین پر، اور مؤمنین کی سب سے پہلی اور افضل جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے لہذا اصحابہ عظام ہی اس آیت کے مصداق اولیں اور فرد کامل ہوں گے، نیز مذکورہ آیت سے اتباع صحابہ ویسی ہی ضروری ثابت ہوتی ہے جیسی رسول ﷺ کی پیروی، اور صحابہ کا مقام بلند بھی اس سے خوب واضح ہو رہا ہے۔

۸- لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (سورہ توبہ)

ترجمہ :- تحقیق کہ اللہ متوجہ ہوا نبی (ﷺ) پر اور مہاجرین وانصار پر
اور ان لوگوں پر جنھوں نے تنگی کے موقعہ پر نبی کریم کی اتباع کی۔

آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خواہ وہ مہاجرین وانصار ہوں یا غزوۂ تبوک میں شریک ہونے والے ہوں، سب مغفورٌ لھم ہیں یعنی اللہ نے ان کی تمام لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے۔

۹- فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ
(سورۃ البقرۃ)

ترجمہ :- پھر اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم
ایمان لے آئے ہو تو وہ ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منھ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ
(تمہارے) مخالف ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عظیم مقام اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ایمان کو

دوسروں کے ایمان اور ہدایت کے لئے معیار قرار دیا

۱۰- وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

(سورۃ الحشر)

ترجمہ :- اور وہ لوگ جو بعد میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کی طرف سے کوئی بغض نہ پیدا کرنا، اے ہمارے پروردگار آپ نرمی کرنے والے رحم فرمانے والے ہیں۔

یہ آیت اس بات کو متضمن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا واجب ہے اور ان کے بارے میں کلمات خیر کہنا عین ایمان کا تقاضا ہے امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

بین أن من شأن من جاء بعد المهاجرين والانصار أن يذكروا السابقين هم المهاجرون والانصار بالدعاء والرحمة فمن لم يكن كذالك بل ذكرهم بالسوء كان خارجاً من جملة أقسام المؤمنين بنص هذه الأية (١)

ترجمہ :- اللہ نے بتلا دیا کہ مہاجرین وانصار سے بعد میں آنے والوں کا یہ وظیفہ ہے کہ وہ سابقین یعنی مہاجرین وانصار کو دعا ورحمت کے ساتھ یاد کریں اور جو ایسا نہیں ہے اور اس نے ان کا ذکر برائی سے کیا تو وہ اس آیت کی رو سے اہل ایمان کی ہر قسم سے خارج ہو گیا۔

خلاصۂ آیات

اِن آیات مبارکہ میں صحابہ کا مقام رفیع واضح ہے کہ یہ متبوع ومقتدیٰ ہیں، انہیں کامرانی کا مژدہ سنایا گیا ہے، ان مقدس شخصیتوں کی اتباع کرنے والے بھی فوز عظیم سے ہمکنار ہوں گے، نیز اپنے محبوب کی رفاقت کے لئے مولائے کریم نے ان حضرات

---

(۱) تفسیر کبیر ص ۷ ۱۲/ ۸

کا خود انتخاب فرمایا، خداوند تعالیٰ نے بلا تخصیص سارے اصحاب سے جنت کا وعدہ فرمایا، ان شخصیات کے دل میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ کا تصور تک اللہ نے ناپسندیدہ بنادیا تھا، انہیں بہترین جماعت کا خطاب دیا گیا، اس مقدس گروہ کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی کیونکہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو دوسروں کے ایمان وہدایت کیلئے معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا ہے، یہ ہے صحابہ کرام کا مقام بلند، اسی لئے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ ان پاک باز شخصیتوں کا ذکر مبارک خیر سے کریں، مغفرت کی دعا کریں، ان کے متعلق کینہ کپٹ اور بدظنی سے دور رہیں۔

یہ ہے خلاصہ ان پیش کردہ آیات مبارکہ کا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم احادیث کی روشنی میں

درس گاہ نبوت کی فیض یافتہ مقدس شخصیتوں کے بارے میں ارشادات ربانی کا آپ نے مطالعہ کرلیا، ذیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات درج کئے جارہے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ان کی کیا حیثیت تھی، ملاحظہ ہو۔

١-عن عبدالله رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير أمتى القرنُ الذين يلونى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يجئ قوم تسبق شهادة أحدهم يمينه ويمينه شهادته ۔(١)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا سب سے بہتر طبقہ وہ ہے، جو میرے ساتھ ہے (یعنی صحابۂ کرام) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا (یعنی تابعین) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا (یعنی تبع تابعین) پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی مانگنے سے پہلے واقع ہوگی (یعنی بلاوجہ قسم کھائیں گے اور جھوٹ بولیں گے)

مذکور الصدر روایت سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ مکمل خیر وبرکت کا زمانہ تھا، قسم کھانے میں بے باکی نہیں تھی، جھوٹ وغیرہ کا شائبہ نہیں تھا، یہ

---

(۱) مسلم شریف ص ۳۰۹ ج ۲،

امراض بعد کے لوگوں میں پیدا ہوئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

۲- لا تمس النار مسلماً رانی اورای من رانی۔ (۱)

ترجمہ :- آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھایا میرے دیکھنے والوں (صحابہ کرام) کو دیکھا۔

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دیدار سے مشرف ہونے والے مسلمانوں کو جہنم سے خلاصی کی خوشخبری دے رہے ہیں، کس قدر عظیم سعادت ہے، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہم منقبت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے،

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۳-قال رسول الله ﷺ الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم غرضاً من بعدی، فمن أحبهم فبحبی أحبهم ومن أبغضهم فببغضی ابغضهم ومن اذاهم فقد آذانی ومن اذانی فقد اذی الله ومن اذی الله فیوشك أن یاخذه۔ (۲)

ترجمہ :- رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو، اور انہیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہونچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہونچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہونچائی اور جو اللہ کو تکلیف پہونچائے گا تو قریب ہے کہ اللہ اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کو نشانہ طعن وملامت بنانا حرام ہے ان سے محبت رکھنا آنحضور ﷺ سے محبت رکھنا ہے اور ان سے بغض رکھنا آنحضور ﷺ سے بغض رکھنا ہے اور ان کو ایذا پہنچانے والا آنحضور ﷺ کو ایذا پہنچاتا ہے۔

---

(۱) ترمذی شریف ص ۲۲۵ ج ۲ (۲) رواہ الترمذی ص ۲۲۵ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۵۵۴

۴- عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتسبوا أحداً من أصحابی فإن احدکم لوأنفق مثل اُحُد ذهباً ماادرك مدأحدهم و لانصیفه ـ(۱)

ترجمہ :- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کی برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ثواب میں صحابہ کے ایک بلکہ آدھ مُد جَو کے خرچ کے ثواب کو بھی نہ پا سکے گا۔

اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کو برائی سے یاد کرنا حرام ہے، صحابہ کرام کا مقام بعد میں آنے والوں سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے، ان کا اللہ کے راستے میں تھوڑا سا خرچ کرنا بعد والوں کے سونے کے پہاڑ کی مقدار خرچ کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

۵- اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم إهتدیتم۔ (۲)

ترجمہ :- میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، پس جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آسمان رشد وہدایت کے درخشاں ستارے ہیں، امت جس کسی کو بھی اپنا راہ نما بنائے گی منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا

٦- وإن بنی إسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار إلاملة واحدة ،قالوا من هی یا رسول الله قال ماأناعلیه وأصحابی۔ (۳)

ترجمہ:- بے شک بنی اسرائیل بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی ایک جماعت کے سوا سب جہنم میں

---

(۱) متفق علیہ واللفظ لمسلم ص ۳۱۰ ج ۲، (۲) مشکوٰۃ ص ۵۵۴، (۳) مشکوٰۃ شریف ص ۳۰

جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا، اللہ کے رسول وہ کونسی جماعت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اس راستے کی پیروکار) جماعت ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے طریق کو بعینہ اپنے صحابہؓ کا طریق بتلایا ہے یعنی ان کی راہ چلنا میری راہ چلنا ہے اور ان کی پیروی میری پیروی ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

۷-سألت ربی عن اختلاف أصحابی من بعدی فاوحی إلیّ یا محمد إن أصحابك عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها أقویٰ من بعض ولکل نور فمن أخذ بشیٍٔ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علیٰ هدی (۱)

ترجمہ :- میں نے اپنے پروردگار سے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کے متعلق دریافت کیا تو مجھے وحی ہوئی کہ اے محمد تمہارے سارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، روشنی میں اگرچہ کم وبیش ہیں مگر نور ہدایت ہر ایک میں ہے، پس جس نے صحابہ کے مابین مختلف فیہ مسائل میں سے جس کو بھی اختیار کرلیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

یعنی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات کا تعلق حق سے ہے اس لئے ان میں سے کسی کی بھی اتباع باعث ہدایت ہے

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا،

۸- علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ۔ (۲)

ترجمہ :- اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم) کی سنن کی پیروی کرو، ان کو خوب تھام لو بلکہ ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑلو۔

اس روایت سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ خلفاء راشدین وصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۵۵۴ (۲) مشکوٰۃ ص ۳۰ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والنسائی

حجت ہے اور ان کی سنت اختیار کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

۹- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم (۱)

ترجمہ :- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کے بارے میں برا بھلا کہہ رہے ہیں تو کہو اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے۔

یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جو برا بھلا کہے اس پر لعنت بھیج کر الگ ہو جانا ضروری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

۱۰- أصحابي في امتي كالملح في الطعام لايصلح الطعام إلا بالملح (۲)

ترجمہ :- میری امت میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا درجہ کھانے میں نمک کی طرح ہے نمک ہی سے کھانا درست رہتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہی مقام ہے جو کھانے میں نمک کا، اگر ان سے صرف نظر کرلیا جائے تو اس امت کی اصل خوبی ختم ہوجائے گی، بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گرامی ارشادات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام بلند واضح ہوکر سامنے آجاتا ہے خاص کر اس ذات گرامی نے ان کے مقام بلند اور عظمت کی تعیین کی جس کی خصوصی تربیت میں یہ پروان چڑھے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بزبان صحابۂ عظام رضی اللہ عنہم

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

---

(۱) ترمذی شریف ص ۲۲۵ ج ۲/ (۲) مشکوۃ شریف ص ۵۵۴

إن الله نظر فی قلوب العباد فاختار محمداً صلی الله علیه وسلم فبعثه برسالته وانتخبه بعلمه ثم نظر فی قلوب الناس بعده فاختار الله له أصحاباً فجعلهم أنصار دینه ووزراء نبیه صلی الله علیه وسلم فماراه المومنون حسناً فهو عندالله حسن ومارا ه المؤمنون قبیحاً فهو عندالله قبیح۔ (۱)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب پر نظر ڈالی پس اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو چن لیا اور آپ کو اپنا پیغام دے کر بھیجا اور آپ کو خوب جان کر منتخب فرمایا، پھر آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قلوب پر دوبارہ نگاہ ڈالی پس اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ ساتھی چن لئے جن کو اللہ نے اپنے دین کا مددگار بنایا ہے۔ لہٰذا جس چیز کو مؤمنین کاملین اچھا سمجھیں تو وہ عنداللہ بھی اچھی ہے اور جس چیز کو یہ مؤمنین برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔

اس قول سے جہاں صحابۂ کرام کا پاکیزہ ہونا معلوم ہوا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ معیارِ حق ہیں اگر وہ کسی شی کو اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے یہاں حسن اور جس کو برا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بری قرار پائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

من کان مستناً فلیستن بمن قد مات، اولئك أصحاب محمد صلی الله علیه وسلم کانوا خیر هذه الامة أبرهاقلوباً وأعمقهاعلماً وأقلهاتکلفاً، قوم اختارهم الله بصحبة نبیه صلی الله علیه وسلم ونقل دینه فتشبهوا بأخلاقهم وطرائقهم فهم أصحاب محمد صلی الله علیه وسلم کانوا علی الهدی المستقیم والله رب الکعبة۔ (۲)

ترجمہ:- جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہئے جو وفات پا چکے ہیں، یہ صحابہ کرام ہیں جو اس امت کا بہترین حصہ ہیں، امت میں سب سے زیادہ نیک دل ہیں، علم میں سب سے زیادہ گہرائی رکھتے ہیں

---

(۱) حلیۃ ابی نعیم ص ۳۷۵ ج ۱ مطبوعہ مصر۔ (۲) حلیۃ الاولیاء ص ۳۰۵ ج ۱ بحوالہ حیات الصحابہ عربی ص ۲۳ ج ۱

اور امت میں سب سے زیادہ بے تکلف ہیں، یہ ایسے حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور ان کے دین کی تبلیغ کے لئے چن لیا ہے، پس آپ حضرات ان کے اخلاق اور ان کے طریقوں کو اپنائیں کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، کعبہ کے پروردگار کی قسم وہ حضرات صراط مستقیم پر تھے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اس میں "من كان مستنأفليستن بمن قد مات" کے بعد اتنا اضافہ بھی ہے "فإن الحی لاتؤمن عليه الفتنة" (کہ کوئی بھی زندہ فتنہ سے محفوظ نہیں ہے)(۱)

مگر اس ضابطے سے صحابۂ کرام کی ذوات قدسیہ مستثنیٰ ہیں، ان کی پیروی ان کی زندگی میں بھی لازم تھی کیونکہ وہ حق کے لئے معیار ہیں بہر حال مذکورہ ارشاد گرامی میں بھی حضرات صحابہ کرام کے اخلاق اور ان کے طریقوں کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے صحابہ ہیں پھر قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام صراط مستقیم پر تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

ولاتسبوا اصحاب محمد صلی الله عليه وسلم فلمقام أحدهم ساعة يعنی مع النبی صلی الله عليه وسلم خير من عمل أحدكم اربعين سنة (۲)

ترجمہ:- تم محمد ﷺ کے ساتھیوں کو بُرا بھلا نہ کہو، اس میں سے کسی کا آنحضور ﷺ کے ساتھ کچھ دیر رہنا تمہارے چالیس سال کے عمل سے بہتر ہے۔

صحابہ کرام کے مقام بلند کا ذرا اندازہ لگائیے کہ رفاقتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت اور صحابیت کے شرف نے ان کے مقام کو کتنا بلند تر کر دیا تھا، کہ جسنے ان کے عمل کو ثریا پر پہونچا دیا کہاں ایک عام امتی اور کہاں صحابۂ کرام؟

-چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۳۲۔ (۲) شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۳۹۸

غیر مقلدین ......تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق غیر مقلدین کا عجیب معاملہ ہے کہ وہ ان شخصیات کا احترام نہیں کرتے اور نہ انہیں وہ مقام دیتے ہیں جو کتاب اللہ نے ان کو بخشا اور تاج عظمت سے سرفراز فرمایا، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے ان تربیت یافتہ اور فیض حاصل کرنے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو اوصاف بیان فرمائے اور انکی عظمت کی نشان دہی فرمائی، کہ ان کا طریقہ میرا طریقہ ہے، واقعۃ وہ شمع نبوت کے پروانے اور ہدایت کے ستارے ہیں، مگر غیر مقلدین کو پیارے آقا ﷺ کی ان باتوں پر گویا اعتماد نہیں اس لئے وہ صحابہ کے اقوال کا اعتبار نہیں کرتے، جبکہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں، حالانکہ صحابہ ہی مدار سند ہیں، ان ہی سے قرآن وسنت دوسروں تک پہونچے مزید براں وہ الٹے صحابہ کو تنقیص وتنقید کا نشانہ بناتے ہیں، انکی عدالت وپاکبازی کو داغدار کرتے ہیں، بعض صحابہ کرام کی خطاء اجتہادی کو لیکر خوب اچھالتے ہیں، آگے ہم ان کا چہرہ ان ہی کے آئینے میں دکھائیں گے، اس تفصیل سے پہلے صحابہ کرام کی عدالت وپاکبازی کو ہم سامنے رکھتے ہیں، اور بد باطن لوگوں کی طرف سے ہونے والے شبہات کا ازالہ کرتے ہیں:۔

صحابہؓ کی پاک بازی وعدالت

پوری امت کا اجماع ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب پاک باز اور عادل ہیں، صحابہ کی عدالت وثقاہت پر قطعی دلائل موجود ہیں بلا چون وچرا ان کو عادل تسلیم کرنا ضروری ہے، راوی غیر صحابی کی عدالت کے متعلق تو چھان بین ہوگی مگر صحابہ کی عدالت میں تفتیش نہیں ہوگی، صحابہ کی عدالت دیگر عام رواۃ کی طرح نہیں ہے، اور صرف روایت حدیث ہی میں نہیں بلکہ دوسرے معاملات زندگی میں بھی وہ عدالت کی صفت سے متصف ہیں، فسق کی صفت سے متصف نہیں ہوسکتے اگر ان کی عدالت مجروح ہو تو پھر اعتماد کامل کیسے حاصل ہوسکتا ہے جبکہ صحابۂ کرام دین کے ستون ہیں، اس لئے ان پر جرح وتعدیل نہیں ہوگی علامہ ابن اثیر جزری کا فرمان ہے۔

الصحابة يشاركون سائر الرواة فى جميع ذلك إلا فى الجرح والتعديل فإنهم كلهم عدول لايتطرق إليهم الجرح لأن الله عزوجل ورسوله زكياهم وعدّ لاهم وذلك مشهور لايحتاج لذكره۔ (۱)

ترجمہ :- صحابہ کرام سب امور میں عام رواۃ کی صفات (حفظ واتقان وغیرہ) میں شریک ہیں مگر جرح وتعدیل میں نہیں کیونکہ وہ سب کے سب عادل ہی ہیں اُن پر جرح کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ اللہ تعالی اوراس کے رسول نے ان کو پاک صاف اورعادل قرار دیا ہے اور یہ مشہور چیز ہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

صحابۂ کرامؓ کے باہمی اختلاف ومعرکوں کو لے کر کہ جن کو مشاجرات صحابہ کہا جاتا ہے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ ان اختلافات میں کوئی ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا خطا پر تو دونوں فریق کی یکساں تعظیم واحترام کس طرح برقرار رہے؟ بلکہ جو خطا پر ہے اس کی تنقیص ایک لازمی چیز ہے! مگر ایسا نہیں ہے بلکہ باجماع امت اِن حضرات صحابہ کے اختلاف کو اجتہادی اختلاف قرار دیا جائے گا اور اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مشاجرات صحابہ کی بعض ثابت روایات کی بھی تاویل کی جائیگی تاکہ امت مسلمہ ان قدسی صفات حضرات صحابۂ کرامؓ کے بارے میں شکوک وشبہات سے محفوظ رہے اور جو روایات قابل تاویل نہ ہوں ان کو مردود سمجھا جائے گا کیونکہ صحابہ کا تقدس نصوص قدسیہ سے ثابت ہے، ان کے مقابلے میں متعصبانہ افتراپردازی اور تنقید وتنقیص والی روایات مردود ہوں گی چنانچہ حافظ تقی الدین ابن دقیق العید اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں۔

ومانقل فيماشجر بينهم واختلفوا فيه فمنه ماهو باطل وكذب فلايلتفت إليه وماكان صحيحاً اوّلناه تاويلاً حسناً لأن الثناء عليهم من الله سابق ومانقل من الكلام اللاحق محتمل للتاويل والمشكوك والموهوم لايبطل المتحقق والمعلوم هذا۔ (۲)

---

(۱) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ص ۳ ج ۱۔ (۲) بحوالہ عدالت صحابہ ص ۳۱،۳۲۔

ترجمہ :- صحابہ کرام کے جو آپسی اختلافات منقول ہیں ان کا ایک حصہ بالکل باطل اور جھوٹ ہے جو قابل توجہ ہی نہیں اور جو کچھ صحیح ہے اس کی ہم بہتر تاویل ہی کریں گے کیونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے ان کی تعریف مقدم ہے اور بعد کا منقول کلام قابل تاویل ہے، مشکوک اور موہوم چیزیں یقینی اور ثابت شدہ شئی کو باطل نہیں کرسکتیں یہ عقیدہ محفوظ کرلو۔

مجتہد خطا کی صورت میں بھی مستحق اجر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وإذاحكم فاجتهد ثم أخطأ فله اجر (۱)

ترجمہ :- اور جب فیصلہ کرنے اور اجتہاد کرنے میں اس سے غلطی سرزد ہو تو بھی وہ ثواب واجر کا مستحق ہے۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان کے ہوتے ہوئے اب کیا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔

مشاجرات صحابہؓ سے متعلق حسن بصریؒ کا فرمان

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ کرامؓ کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہؓ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، جس معاملے پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں، اور جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں'' حضرت محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن بصریؒ نے فرمائی، ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جن چیزوں میں دخل دیا، ان سے وہ ہم سے کہیں بہتر طریقے پر واقف تھے، لہٰذا ہمارا کام یہی ہے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں اسکی پیروی کریں اور جس میں ان کا اختلاف ہو اس میں خاموشی اختیار کریں اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں، ہمیں یقین ہے

---

(۱) بخاری ص۱۰۹۲ ج۲ ...... مسلم ص۷۶ ج۲

کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا، اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی، اس لئے کہ دین کے معاملے میں وہ سب حضرات شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ (۱)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض کج فہموں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام معصوم نہیں ہیں ان سے کبیرہ صغیرہ گناہ کا صدور ہوسکتا ہے اور بعض سے ہوا بھی ہے تو ان سب کو پاک باز اور عادل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ جمہور علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صحابہ کرام سے اگر چہ کوئی بڑا گناہ بھی سرزد ہوسکتا ہے اور ایک دو سے ہوا بھی ہے مگر صحابہ میں اور عام افراد امت میں ایک فرق ہے کہ گناہ کبیرہ وغیرہ سے سقوط عدالت کی تلافی توبہ سے ہوسکتی ہے اور توبہ کے سلسلے میں صحابہ کرام کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے جیسا کہ ان حضرات کے حالات جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ گناہ سے کتنے ڈرتے اور بچتے تھے، اور کبھی کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو اسکی توبہ صرف زبانی کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ کوئی اپنے آپ کو بڑی سے بڑی سزا کے لئے پیش کر دیتا، کوئی اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیتا، جب تک قبول توبہ کا اطمینان نہیں ہوجاتا اس کو صبر نہیں آتا، قرآن کریم نے اس سلسلے میں عام اعلان کر دیا اور تمام صحابۂ کرام کو یہ مژدہ سنا دیا............ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی وہ خدا سے راضی۔

اسی طرح کی عام معافی کا اعلان دیکھ کر اکابر امت نے فرمایا: کہ صحابہ کرام معصوم نہ سہی لیکن گناہوں سے محفوظ ہیں، دراصل وحی الٰہی کی نگرانی میں تربیت کے باعث ان کے دل مجلیٰ ہوگئے تھے، کہ ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تھا اور اس صفائی قلب کے باعث دو چار افراد سے گناہ کا صدور ہوا بھی تو فوراً توبہ کر لی اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے، اور یہ بھی شاذ ونادر ہوا ہے اور نادر پر کوئی حکم نہیں لگتا، نہ انکی محفوظیت وعدالت میں فرق آتا ہے، اور نہ ان کو گناہ گار کہنا جائز ہے۔

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی سورہ حجرات ص ۳۲۲ ج ۱۶

لہٰذا! حضرت ماعز اسلمیؓ اور قبیلہ غامد کی خاتونؓ کے فعل کو لیکر اعتراض کرنا غلط ہے، یہ حضرات ایسی سچی توبہ کر کے رخصت ہوئے کہ پوری دنیا کی توبہ ان کے سامنے ہیچ ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کے متعلق فرمایا:

استغفروا الماعز بن مالك لقد تاب توبةً لوقسمت بين أُمةٍ لَوَسِعَتْهُمْ (۱)

یعنی تم ماعز بن مالک کے لئے بخشش کی دعا کرو اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر سب امت پر اسکو تقسیم کیا جائے تو ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے۔

نیز قبیلہ غامد کی خاتون کے متعلق فرمایا:

لقد تَابَتْ توبةً لو تابها صاحب مُكس لغُفرلهُ ثم أمر بها فصلى عليها (۲)

یعنی اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے اگر وہ توبہ ظلم سے ٹیکس لینے والا بھی کرتا تو وہ بخشا جاتا، پھر آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا اور خود بھی نماز جنازہ پڑھی، پھر اسے دفن کر دیا گیا۔

سبحان اللہ ان حضرات کی مقبولیت کا اندازہ لگائے کہ کیسا مژدہ جانفزا سنایا۔

۔ مگر کور چشموں کو نظر نہیں آتا۔

آگے غیر مقلدین کا موقف ملاحظہ ہو:

صحابۂ کرام اور غیر مقلدین کا موقف

پوری امتِ مسلمہ جانتی ہے کہ قرآن پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور صحابہ کرام اس کے ترجمان ہیں، ان پر اعتماد قرآن مبین اور نبی امینؐ پر اعتماد ہے، یہ دین کے ستون ہیں اگر اِن شخصیات کی حیثیت کو مضبوط نہ مانا جائے اور ان کا اعتبار نہ کیا جائے تو دین کا قلعہ سارا ہی مسمار ہو جائیگا، لہٰذا علماء حق نے ان کو وہی مقام دیا جو قرآن پاک اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا: اور اسی عظمتِ شان اور مقام بلند کی وجہ سے ان کی حجیت اور ان کی مقتدائیت علماء امت نے تسلیم کی، اور ان کے فرامین کو خاص

---

(۱) مسلم شریف ص ۶۸ ج ۲۔ (۲) مسلم شریف ص ۶۸ ج ۲

حیثیت دی نیز انکی انفرادی آراء کو بھی بہت اہمیت دی گئی مگر امت میں کچھ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو تقلید سے آزاد کہتے ہیں انہوں نے ان کے مقام بلند کو نہیں سمجھا اور عدم تقلید کا نعرہ لگا کر امت مسلمہ کو آزادی کی راہ لگا دیا، بہت سے لوگ ان کے جھانسے میں آ گئے اور اپنے ان علماء کی اندھی تقلید میں ان شخصیات قدسی صفات کو اہمیت نہ دے کر قلعۂ دین کو مسمار کرنے کی کوشش کی، اس تقلید کے قلادے کو اتارنے کے باعث راہ ہدایت سے بہت دور چلے گئے، اب ان غیر مقلدین میں کا عامی جاہل بھی یہی کہتا ہے کہ میں حدیث رسول کو مانوں گا صحابی کے قول وفعل کو نہیں اور ان غیر مقلدین کے پیشواؤں نے صحابۂ کرام کی عظمت وعقیدت کو ذہنوں سے نکال دیا اور یہ عقیدہ بنا کر پیش کیا کہ صحابی کا قول وفعل قابل عمل وقابل حجت اور لائق استدلال نہیں، اس کے نتائج کس قدر بھیانک ہیں؟ معمولی عقل سلیم رکھنے والا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ صحابۂ کرام کے اقوال وافعال اور ان کی آراء کو نہ ماننے سے آدمی اپنے اسلام کو سلام کر بیٹھتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بیس رکعات تراویح کو بدعت عمری قرار دیا، جمعہ کی پہلی اذان جو حضرت عثمانؓ کے حکم سے جاری ہوئی اسے بدعت عثمانی قرار دیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترکِ رفع یدین نقل کیا تو ان پر الزامات کی بوچھار کردی۔ صحابۂ کرام کے اجتہادات، فتاویٰ اور تفاسیر کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا، بعض غیر مقلدین نے بعض جلیل القدر صحابۂ کرام کے خلاف بغض ونفرت کا وہ اظہار کیا کہ...... الامان والحفیظ "تفصیل ملاحظہ ہو!

غیر مقلدین کے یہاں صحابیؓ کا قول وفعل حجت نہیں

میاں نذیر حسین کی رائے

غیر مقلدین کے خاتم المحدثین اور شیخ الکل فی الکل میاں نذیر صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔

اگر تسلیم کردہ شود کہ سند ایں فتوی صحیح است تاہم از واحتجاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست۔ (۱)

یعنی اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے تب بھی اس سے دلیل لانا درست نہیں ہے، اس وجہ سے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

ان ہی میاں نذیر صاحب نے افعال صحابہؓ کی حجیت کا بھی انکار کیا ہے، فرماتے ہیں:

افعال الصحابة رضي الله عنهم لاتنهض للاحتجاج بها (۲)

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہوسکتی۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب کی رائے

نواب صدیق حسن خاں صاحب علماء غیر مقلدین میں بہت معتبر مانے جاتے ہیں، بلکہ ریاست بھوپال میں آپ غیر مقلدیت کے بانی ہیں، نواب صاحب لکھتے ہیں ''ہم لوگ صرف کتاب وسنت کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔ (۳)

نواب صاحب فرماتے ہیں:

حاصل آنکہ حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم ست، لاسیما نزد اختلاف'' (۴)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام کی (قرآن کی) تفسیر سے دلیل قائم نہیں ہوتی، خصوصاً اختلاف کے موقعہ پر''

نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''علامہ شوکانی در مؤلفات خود ہزار باری نویسد کہ در موقوفات صحابہ حجت نیست (۵)

علامہ شوکانیؒ اپنی تالیفات میں ہزار مرتبہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کے موقوفات

---

(۱) فتاوی نذیریہ ص ۳۴۰ ج ۱۔ (۲) فتاویٰ نذیریہ ص ۱۹۶ ج ۱۔ (۳) ترجمان وہابیہ ص ۲۰۔

(۴) بدور الاہلہ ص ۱۳۹ (۵) (۵) دلیل الطالب ص ۶۱۷

(اقوال) میں حجت نہیں ہے۔

نواب نور الحسن صاحب کا قول:

آپ نواب صدیق حسن خاں صاحب کے صاحبزادے ہیں، عقائد و اعمال میں اپنے والد کے نقش قدم پر تھے، آپ نے بھی اقوال و اجتہاد صحابہ کا انکار کیا ہے، چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''اصول میں یہ بات طے ہوگئی ہے کہ صحابہ کا قول حجت نہیں ہے'' (۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''صحابہ کا اجتہاد امت میں سے کسی فرد پر حجت نہیں''۔ (۲)

یہی نواب صاحب قیاس کے انکار کے ساتھ اجماع کا بھی عام انکار کر رہے ہیں، خواہ وہ صحابہ کا اجماع ہو، لہٰذا لکھتے ہیں: اجماع و قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۳)

تبصرہ

تمام غیر مقلدین قرآن و حدیث پر عمل کی آڑ میں قیاس شرعی کا تو انکار کر ہی رہے ہیں، اجماع امت کے بھی وہ منکر ہیں، صحابۂ کرامؓ کے فتاویٰ اور انکے موقوفات و اقوال کو بے وقعت ٹھراتے ہیں، اور حیرت تو اس پر ہے کہ اس بارے میں خلفاء راشدین کے قول تک کو مستثنیٰ نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالی نے جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان و عمل دونوں میں حق کی کسوٹی ''معیار و حجت'' قرار دیا: چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فإن امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وإن تولّوا فإنما هم في شقاق۔

سو اگر وہ (یہود و نصاریٰ) اسی طرح سے ایمان لے آئیں جس طرح سے تم ایمان لائے ہو تب تو وہ ہدایت پالیں گے اور اگر وہ (اس سے) روگردانی کریں تو وہ لوگ بر سر مخالفت ہیں ہی۔

---

(۱) عرف الجادی ص ۱۰۱ بحوالہ تعارف علماء اہل حدیث (۲) عرف الجادی ص ۲۰۷ (۳) عرف الجادی ص ۳

نیز دوسری آیت ہے ومن یشاقق الرسول الخ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کے راستے اور عمل کو معیار بنایا گیا، اور ارشاد ہوا کہ جو ان کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا انجام کار دوزخ میں جائیگا، گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے کو چھوڑ دینا خدا تعالی کی ناراضگی اور دخول جہنم کا سبب ہے۔

ان دونوں آیات سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقائد واعمال دونوں میں معیار حق ہیں، اور دین میں ان کا قول وفعل حجت ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان شخصیات کو معیار حق ٹھرایا ہے:

جیسا کہ حدیث: أصحابی کالنجوم الخ

اور روایت ماأناعلیه وأصحابی الخ سے واضح ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال وافعال حجت ہیں۔

تنبیہ

معلوم ہونا چاہئے کہ کسی کے حجت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کتاب اللہ پر مقدم یا اس کے برابر ہے ورنہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کتاب اللہ پر مقدم یا اس کے برابر ہو جائے گی، بلکہ حجت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے درجہ کے مطابق حجت ہے، جو درجہ کتاب اللہ کی نص قطعی کا ہے وہ مرفوع خبر واحد کا نہیں ہے، اور جو درجہ خبر مرفوع کا ہے وہ خبر موقوف کا نہیں. لہٰذا پہلا درجہ کتاب اللہ کا، دوسرا درجہ حدیث مرفوع اور تیسرا درجہ حدیث موقوف اور اقوال صحابہ واجماع امت کا ہے. اور چوتھا درجہ قیاس شرعی کا ہے یہ چاروں دلائل شرعیہ جمہور امت کو مسلّم ہیں. غیر مقلدین صرف کتاب اللہ اور سنت کو مستدل مانتے ہیں، اس لئے وہ اہل السنۃ تو کہلا سکتے ہیں اہل السنّت والجماعت میں شامل نہیں ہیں۔

غیر مقلدین اہل السنۃ والجماعت سے خارج

چونکہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے والے حضرات (غیر مقلدین) اجماع امت اور اجماع صحابہ کو حجت نہیں مانتے، اس لئے وہ صرف اہل السنۃ ہیں، اور جو اجماع کو حجت مانتے ہیں یعنی جمہور وہ اہل سنت والجماعت ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا اتبعوالسواد الأعظم ، کہ امت کے سواد اعظم (جمہور) کی اتباع کرو، اور ایک روایت میں آپؐ نے ماأناعلیہ وأصحابی ارشاد فرمایا، یعنی میں جس طریقہ پر ہوں اور میرے صحابہ جس روش پر ہیں وہ ہی فرقہ ناجی ہوگا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کے مجموعے کا نام جماعت ہے، لہذا: دونوں کی روش پر چلنے والی جماعت اہل السنۃ والجماعت کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فإن أهل السنة تتضمن النصَّ والجماعة تتضمن الإجماع فأهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والإجماع۔ (۱)

اہل السنہ کا لفظ نص کو متضمن ہے اور جماعت کا لفظ اجماع کو شامل ہے
لہذا: اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو نص واجماع کے متبع ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی تعریف

مذکورہ وضاحت سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ وسنت کے ساتھ اجماع امت کو مانتے ہوں غیر مقلدین حضرات اجماع کو نہیں مانتے، ان کے ایک شیخ الحدیث، مولانا محمد صدیق صاحب نے مسلک اہل حدیث پر ایک کتاب لکھی ہے اس میں مسلکِ جماعت اہل حدیث کا عنوان دے کر لکھتے ہیں: اہلحدیث جماعت کا مسلک کتاب وسنت ہے (آگے لکھتے ہیں) کیونکہ آنحضرت

---

(۱) منہاج السنہ ص۲۷۲ ج۳

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر شخص کے اقوال میں خطا وصواب کا احتمال ہے۔ (۱)

یہ غیر مقلدین حضرات صحابہ کرام کے اقوال وافعال کو تو کیا مانتے، ان میں نقائص وکیڑے نکالتے ہیں۔

تنقیص صحابۂ کرامؓ اور غیر مقلدین

فضیلت شیخین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں

غیر مقلدین حضرات نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص بلکہ توہین بھی کی........ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

سب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور دورِ صحابہ میں حضرات شیخین کو بترتیبِ خلافت ساری امت میں سب سے افضل شمار کیا جاتا تھا، اور اس دور سے یہ اجماعِ امت چلا آ رہا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تمام صحابۂ کرام سے افضل ہیں مگر غیر مقلدین کے ایک مشہور اور بڑے عالم نواب وحید الزماں صاحب کو شیخین کی افضلیت تسلیم نہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں

لایقال إن تفضیل الشیخین مجمع علیه حیث جعلوه من أمارات أهل السنة لأنانقول دعوی الاجماع غیر مسلم۔ (۲)

”یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ شیخین کی تفضیل ایک اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ علماء نے اس کو اہل سنت والجماعت ہونے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے اس لئے کہ ہمیں اجماع کا دعویٰ ہی تسلیم نہیں“۔

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں!

”اس مسئلے میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ

---

(۱) مسلک اہل حدیث اور اس کے امتیازی مسائل ص ۱۱۔ (۲) ہدیۃ المہدی ص ۹۶ ج ۱

عنہ دونوں میں **افضل** کون ہیں لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے **افضل** کہتے ہیں اور مجھکو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ملتی، نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکان دین سے ہے زبردستی اس کو متکلمین نے عقائد میں داخل کر دیا ہے"۔ (۱)

نواب صاحب کی اس تحریر سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت میں علماء کا کوئی بڑا اختلاف ہے جو قدیم سے چلا آرہا ہے ایسا ہرگز نہیں،، جمہور اہل سنت والجماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل ہیں جیسا کہ آگے حدیث سے معلوم ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل بہت کم لوگ ہیں اور ان کا قول شاذ کے درجہ میں ہو کر ناقابل التفات ہے اور شیخین رضی اللہ عنہما کو اکثر اہل سنت والجماعت نہیں بلکہ تمام اہل سنت والجماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل گردانتے ہیں اسی پر اجماع ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، اسی لئے متکلمین نے اس نظریئے کو عقائد میں شامل کیا اور اہل سنت والجماعت میں سے ہونے کی نشانی قرار دیا۔ (۲)

افضلیت شیخین کے سلسلے میں غیر مقلدین کے برخلاف روایتیں ملاحظہ فرمائیں جن میں شیخین کی افضلیت خود حضور ﷺ کی حیات ہی میں ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنافي زمن النبي صلى الله عليه وسلم لانعدل بأبي بكر أحداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترك أصحاب النبي ﷺ لا نفاضل بينهم ۔ (رواہ البخاری)(۳)

> ہم حضور ﷺ کے زمانے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے ان کے بعد ہم اصحاب رسولؐ کے درمیان (ان حضرات کی طرح) کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

---

(۱) حیات وحید الزماں ص ۱۰۳ (۲) تفصیل کے لئے دیکھئے "تعارف علماء اہل حدیث از ص ۱۴۷

(۳) مشکوۃ ص ۵۵۵

ایک دوسری حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے!

کنانقول ورسو ل الله ﷺ حیّ أفضل أُمة النبی صلی الله علیه وسلم بعده أبوبکر ثم عمر ثم عثمان رضی الله عنهم۔ (رواہ ابوداؤد)(۱)

ہم رسول اللہ ﷺ کی ہی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

نیز العقیدۃ الطحاویۃ میں ہے۔

ونثبت الخلافة بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم أولاً لأبی بکر الصدیق رضی الله عنه تفضیلاً له وتقدیماً علی جمیع الأمة

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور تمام امت پر مقدم ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم اولاً خلافت ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔

اور العقیدۃ الطحاویۃ کی شرح میں ہے:

وترتیب الخلفاء الراشدین رضی الله عنهم أجمعین فی الفضل کترتیبهم فی الخلافة۔ (۲)

اور افضلیت میں خلفاء راشدینؓ کے درمیان ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت کے درمیان ہے۔

مگر کتنے ہی مضبوط دلائل سامنے آ جائیں یہ غیر مقلدین مانتے کب ہیں!۔

بقول نواب وحید الزماں صاحب، خطبہ میں خلفاء راشدین کا تذکرہ بدعت

نواب وحید الزماں صاحب غیر مقلدین کے اعمال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولایلتزمون ذکر الخلفاء ولا ذکر سلطان الوقت لکونه بدعة۔ (۳)

(اہل حدیث) خطبۂ جمعہ میں خلفاء راشدین اور بادشاہ وقت کے ذکر کا

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۵۵۵ (۲) شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۵۴۸ (۳) ہدیۃ المہدی ص ۱۱۰، ج ۱

التزام نہیں کرتے کیونکہ یہ بدعت ہے

موصوف مزید رقمطراز ہیں

وذکر الخلفاء فیہا لم ینقل عن السلف الصالحین فترکہ اولیٰ۔ (۱)

اور خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چونکہ سلف صالحین سے منقول نہیں ہے اس لئے اس کا چھوڑ دینا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر مبارک اہل سنت والجماعت کا شعار ہے اور قدیم سے توارث کے ساتھ چلا آ رہا ہے، غالباً نواب صاحب، بدعت کی حقیقت سے ناآشنا ہیں اور موصوف کو اسلاف کے اعمال کا بھی کوئی علم نہیں ہے ورنہ وہ ہرگز ایسی بات نہ کہتے، مجدد الف ثانی حضرت احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک قصبہ سامانہ (جو اطراف سرہند میں ہے) کے کسی خطیب نے خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چھوڑ دیا تھا تو حضرت سخت برہم ہوئے اور وہاں کے سادات، قاضی صاحبان اور عمائدین شہر کو درج ذیل خط لکھا۔

> "شنیدہ شد کہ خطیب آں مقام در خطبۂ عید قرباں ذکر خلفاء راشدین را (رضی اللہ عنہم) ترک کردہ و اسامی متبرکہ ایشاں را نخواندہ و نیز شنیدہ شد کہ چوں جمعے باو تعرض نمودند بسہو و نسیان خود اعتذار نا کردہ بتمرد پیش آمدہ و گفتہ کہ چہ شد اگر اسامئی خلفاء راشدین مذکور نہ شدہ و نیز شنیدہ کہ اکابر و اہالی آں مقام دریں باب مساہلہ ورزیدند و بشدت و غلظت باں خطیب بے انصاف پیش نیامدند
>
> وائے نہ یک بار کہ صد بار وائے،
>
> ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اگرچہ از شرائط خطبہ نیست ولیکن از شعائر اہل سنت است (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) ترک نہ کند آں را بعمد و تمرد مگر کسے کہ دلش مریض است و باطنش خبیث اگر فرض کنیم کہ بتعصب و عناد ترک نہ کردہ باشد، وعید۔ من تشبہ بقوم فہو منہم را چہ جواب خواہد گفت۔" (۲)

---

(۱) نزل الابرار ص ۱۵۳ ج ۱ (۲) مکتوبات امام ربانی ص ۴۳-۴۲ ج ۲ مکتوب پانزدہم (۱۵)

معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں خطیب شہر نے عید قرباں میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر مبارک چھوڑ دیا ہے اور ان حضرات کے اسماء مبارکہ کو ذکر نہیں کیا، نیز معلوم ہوا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے امام صاحب کو توجہ دلائی تو بجائے اس کے کہ فراموشی وغیرہ کا کوئی عذر کرتے نہایت سختی اور متمردانہ انداز میں جواب دیا اور کہا کہ اگر خلفاء راشدین کے نام نہیں لئے گئے تو کیا ہوا، نیز یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہاں کے حضرات نے بھی اس معاملے میں چشم پوشی اور نرمی اختیار کی ہے، سختی کے ساتھ اس خطیبِ بے انصاف سے باز پرس نہیں کی۔ افسوس صد افسوس۔ خلفاء راشدین کا ذکر اگرچہ شرائط خطبہ میں داخل نہیں مگر اہل سنت والجماعت کا شعار ہے۔ (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر مبارک وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث۔

اگر بالفرض بر بنا تعصب وعناد اسماء خلفاء راشدین کو ترک نہیں کیا ہو تب بھی من تشبہ الخ (کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا) کا کیا جواب ہوگا۔

مجدد الف ثانیؒ کے اس مکتوب گرامی سے صاف معلوم ہوگیا کہ اہل سنت والجماعت کا یہ شعار ہے اور اسلاف سے نقل ہوتا چلا آرہا ہے جس کا جاری رکھنا ضروری ہے۔

اور نواب صاحب کا خطبہ میں خلفاء راشدین کے ذکر کو بدعت قرار دینا اور یہ کہکر کہ اسلاف سے منقول نہیں۔ ترک کو اولیٰ کہنا شیعی ذہن کی غمازی کرتا ہے۔ (أعاذنا اللہ منہ)

بہت سے غیر صحابی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل

معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے محقق عالم اور طبقۂ غیر مقلدین میں صحاح ستہ کے مترجم کی حیثیت سے معروف نواب وحید الزماں صاحب خود اجتہادی کے زعم میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ شیعوں کو بھی مات کردیا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انہیں کچھ چڑ ہے کہ ان کی عظمت وافضلیت ان کو نہیں بھاتی

چنانچہ رقمطراز ہیں:

فإن كثيراً من متأخرى علماء هذه الأُمة كانوا افضل من عوام الصحابةفى العلم والمعرفة ونشر السنة وهذاممالاينكره عاقل ......ولكنه يمكن للأولياء وجوه أُخرى من الفضيلة لم تحصل للصحابى كماروى عن ابن سيرين باسناد صحيح أن امامنا المهدى أفضل من ابى بكر وعمر۔ (۱)

> اس امت کے بہت سے (صحابہ کرام کے) بعد میں آنے والے علماء عوام صحابہ سے افضل تھے علم میں، معرفت الٰہی میں اور سنت کے پھیلانے میں، اور یہ ایسی بات ہے جس کا کوئی بھی عقل مند انکار نہیں کرسکتا..... (چند سطر کے بعد) لیکن یہ ممکن ہے کہ اولیاء کرام کو دوسری وجوہ سے ایسی فضیلت حاصل ہو جو صحابی کو حاصل نہ ہو جیسا کہ ابن سیرین سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ ہمارے امام مہدی حضرت ابوبکر وعمر (شیخین رضی اللہ عنہما) سے افضل ہیں۔

یہ صحابہ کرام کی کس قدر سخت توہین ہے، کیا کوئی شخص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر عارف باللہ اور عامل بالسنہ ہوسکتا ہے؟ حاشا وکلّا ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ صرف غیر مقلدین ہی کا حوصلہ ہے کہ وہ ایسی بات منہ سے نکالیں، نواب صاحب کا یہ کہنا: کہ ابن سیرینؒ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ ہمارے امام مہدی حضرات شیخین سے افضل ہیں۔ بھی غلط ہے کیونکہ اول تو صحیح سند سے یہ بات اہل سنت کی کتب میں ثابت ہی نہیں اور اگر شیعوں کے ہاں ثابت بھی ہو تو یہ قابل استدلال نہیں کیونکہ یہ اجماع سابق کے خلاف ہے، جب اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں افضل حضرت ابوبکر وعمر ہیں تو پھر امام مہدی جو کہ نبی نہیں ہیں وہ شیخین سے افضل کیونکر ہوسکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف فسق کی نسبت

نواب وحید الزماں صاحب تحریر کرتے ہیں: ومنه يعلم أن من الصحابة من

---

(۱) ہدیۃ المہدی ص ۹۰ ج ۱

هو فاسق كالوليد ومثله يقال في حق معاوية وعمرو ومغيرة وسمرة ۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق ہیں جیسا کہ ولید (بن عقبہ) اور اسی کے مثل کہا جائے گا معاویہ (بن ابی سفیان) عمرو (بن عاص) مغیرہ (بن شعبہ) اور سمرۃ (بن جندب) کے حق میں (کہ وہ بھی فاسق ہیں) نعوذ باللہ۔

صحابۂ کرام کی اس قدر تنقیص کہ خدا کی پناہ، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نواب صاحب کو صحابۂ کرام سے بغض ہے، ان کا ایک اور تراشا ملاحظہ ہو

> "بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے جو نہ مہاجرین میں سے نہ انصار میں سے نہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی کوئی خدمت اور جان نثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے، پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ رائے دی کہ علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالیں"۔ (۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

> "ان لوگوں کو یہ معتبر تاریخی روایات نہیں پہنچی کہ معاویہؓ برسر منبر حضرت علیؓ کو برا کہا کرتے تھے بلکہ دوسرے خطیبوں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ وہ ہر خطبہ میں جناب امیر کو برا کہیں معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں، سچی بات یہ ہے کہ معاویہؓ پر دنیا کی طمع غالب ہو گئی تھی وہ حضرت علیؓ کو اعلانیہ برا کہا کرتے اور منبر پر ان پر لعنت کیا کرتے تھے......اور حضرت علیؓ کیا، معاویہؓ کو تمام خاندان رسالت سے دشمنی تھی" (۳)

نواب صاحب کی اس طرح کی تحریریں پڑھ کر خاص کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحریر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نواب صاحب کی نگاہوں پر شیعیت کا چشمہ لگا ہوا ہے کہ حضرت کی صحابیت کی پرواہ کئے بغیر اس طرح کے الزام اس عظیم شخصیت پر لگا

---

(۱) نزل الابرار ص ۹۴ ج ۲ (۲) حیات وحید الزماں ص ۱۰۷، (۳) لغات الحدیث ص ۱۴ ج ۲ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تعارف علماء اہل حدیث از ص ۱۵۰

رہے ہیں، ایسے ہی لوگوں کیلئے مناظر اسلام حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

"ائمہ کو برا کہنے سے آدمی چھوٹا رافضی ہوتا ہے اور صحابہ کی شان میں گستاخی کرنا یہ اصل رفض ہے"(۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برگزیدہ صحابی ہیں بلکہ کاتبین وحی میں سے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

وکتب الوحی بین یدیہ مع الکتاب (۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطوط کی کتابت کے ساتھ وحی کی کتابت کا کام بھی انجام دیا ہے۔

اب یہ نواب صاحب صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد کے ہوتے ہوئے اپنے اسلام کی خیر منائیں کہ کاتب وحی کو مجروح کر رہے ہیں۔

خود حضور ﷺ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں دعا دے رہے ہیں

اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھدبہ۔ (۳)

اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیجئے۔

کہ حضور ﷺ تو دعا دیں اور یہ الزام لگائیں اور فسق کی نسبت کریں (نعوذ باللہ)

حضرت عائشہؓ کی طرف ارتداد کی نسبت

غیر مقلدین کے جد امجد مولوی عبدالحق بناری نے حضرت عائشہؓ کے سلسلے میں کس قدر دریدہ دہنی سے کام لیا ہے ملاحظہ ہو۔

قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ پانی پتی تلمیذ وخلیفہ حضرت شاہ اسحٰق صاحب لکھتے ہیں۔

"مولوی عبدالحق بناری نے ہزارہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردے میں قید مذہب سے نکالا...... اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ

---

(۱) تنقید التنقیح ص ۱۰، (۲) البدایہ والنہایہ ص ۱۱۷ ج ۸ (۳) ترمذی شریف ص ۲۲۴ ج ۲

حضرت علیؓ سے لڑ کر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری (العیاذ باللہ) اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہ کو علم کم تھا"۔ (۱)

اس طرح کی تنقیص کرنے والے کے لئے محدثِ جلیل حضرت ابوزرعہ رازیؒ کا فرمان پیش کر دینا کافی ہے جو بڑی شان کے عالم تھے وہ فرماتے ہیں۔

اذا رأیت الرجل ینتقص أحداً من أصحاب رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم أنہ زندیق وذلك أن الرسول حق والقرآن حق وماجاء بہ حق وإنماروی إلینا ذلك کلہ الصحابة ،وھٰؤلاء یریدون أن یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنة والجرح بھم أولیٰ وھم زنادقة۔ (۲)

جب کسی کو دیکھو کہ وہ کسی بھی صحابی رسول ﷺ کا نقص بیان کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ رسولؐ حق ہے، قرآن حق ہے اور جو قرآن کی تعلیم وشریعت لے کر آیا ہے وہ حق ہے اور ان سب کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے شاہدوں کو مجروح کریں تا کہ اس طرح وہ کتاب وسنت کو باطل کریں، یہی لوگ مجروح قرار پانے کے قابل ہیں اور یہی زندیق ہیں۔

خود آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کے بارے میں برا بھلا کہہ رہے ہیں تو کہو کہ اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے"(۳)

یعنی برا بھلا کہنے والے پر خدا تعالیٰ لعنت کرے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سخت توہین

حضرت علی جو خلفاء راشدین میں سے ہیں، داماد رسول ﷺ ہیں جن کی فضیلت کی شہادت خود صاحب شریعت نے دی مگر فرقۂ غیر مقلدین کے بے نظیر

---

(۱) کشف الحجاب ص۲۱ (۲) الاصابہ ص۱۱ ج۱ (۳) مشکوٰۃ ص۵۵۴

عالم اور ان کے مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صدیقی صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خصوصی پرخاش ہے اُن کا ارشاد ملاحظہ ہو

''جہالت، ضد، ہٹ دھرمی، نسلی عصبیت کا کوئی علاج نہیں، اپنے خود ساختہ نظریات سے چمٹے رہنے یا مزعومہ تخیلات کو سینے سے لگائے رکھنے کا دفعیہ ناممکن ہے مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت کے متعلق قرآنی آیات، حضور صادق و مصدوق کے ارشادات کی روشنی میں حقائق گزشتہ صفحات میں بیان کیے جا چکے ہیں ان کی موجودگی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خود ساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافتِ راشدہ میں شمار کرنا صریحاً دینی بد دیانتی ہے، مگر اغیار نے جس چابک دستی سے آنجناب کی نام نہاد خلافت کو خلافت حقہ ثابت کرنے کے لئے دنیاء سبائیت سے درآمد کردہ مواد سے جو کچھ تاریخ کے صفحات میں قلم بند کیا ہے اس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق یا واسطہ نہیں''(۱)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اسی طرح اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی مسلمان منتخب کر کے خلیفہ بناتے تو ان کی ذات کی وجہ سے خلافت کو ضرور وقار ملتا مگر سیدنا علیؓ نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت اور ذات کو قد آور بنانا چاہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی سیلاب آسا فتوحات ہی ٹھپ ہو کر رہ گئیں، بلکہ کم و بیش ایک لاکھ فرزندان توحید خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے''(۲)

نیز آپ کی خلافت کو خلافتِ راشدہ اور خلافت حقہ ماننے والے حضرات کے متعلق یوں لب کشائی کرتے ہیں کہ:

''اب اِن تصریحات کی موجودگی میں بھی کوئی رفض سے مرعوب یا متأثر مولوی سبائیت کے خرمن سے برآمد کردہ نظریئے سے رجوع نہیں کرتا تو ہم اسے اگر تقیہ کا

---

(۱) خلافت راشدہ ص ۵۶-۵۵ (۲) ایضاً ص ۵۱

مولوی بھی نہ کہہ سکیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کی طرح صرف نام نہاد مولوی ہے‘‘ (۱)

مزید نشتر زنی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

> ’’ہمیں اس مقام پر یہاں مکرر یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت نہ تو قرآنی معیار پر پوری اترتی دکھائی دیتی ہے نہ ہی نبیٔ اکرم ﷺ نے آپ کی خلافت کے متعلق کوئی اشارہ فرمایا بلکہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرکے فرمایا تھا و لا اراکم فاعلین اور نہ ہی کسی صحابی نے آپ کی خلافت پر آپ کی بیعت کی تھی اور نہ محض زبانی ہی آپ کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور نہ ہی بعد کے مؤرخوں نے آپ کی خلافت کے حق میں کوئی ثبوت پیش کیا ہے تو آج کے ان بزعم خویش ’’مولاناؤں‘‘ کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ سیدنا علیؓ کو خلافتِ راشدہ میں شمار کرکے بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تکذیب کا ارتکاب کریں، حضور صادق و مصدوق کے فرمودات کو جھٹلانے کی جرأت کریں اور صحابۂ کرام کے عمل کو باطل قرار دینے کا اقدام کریں‘‘ (۲)

حکیم صاحب کے ان تراشوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی خارجی سے قلم چھین کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے، شاید حکیم صاحب کو حضرت علیؓ سے خدا واسطے کا بیر ہے دشمنانِ اسلام نے بھی شاید ایسی زبان استعمال نہ کی ہو، موصوف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کو خلافتِ راشدہ میں شمار کرنا صراحتاً دینی بددیانتی بتایا ہے اور نام نہاد خلافت قرار دیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے مذہب کو بتانے کے لئے ایک کتاب بنام ’’اہل حدیث کا مذہب‘‘ لکھی ہے، وہ ’’خلافتِ راشدہ‘‘ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

---

(۱) ایضاً ص ۷۸ (۲) خلافت راشدہ ص ۷۸، بحوالہ تعارف علماء اہل حدیث ص ۵۷-۵۶-۱۵۵

"اہل حدیث کا مذہب ہے کہ خلافت راشدہ حق پر ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ (رضی اللہ عنہم اجمعین) خلفاء راشدین تھے، ان کی اطاعت بموجب شریعت سب پر لازم تھی کیونکہ خلافت راشدہ کے معنی نیابتِ نبوت کے ہیں" (۱)

ایک طرف غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اپنا مذہب سمجھ کر حضرت علیؓ کو خلفاء راشدین میں شامل فرما رہے ہیں دوسری طرف غیر مقلدین کے نام نہاد مایۂ ناز محقق حکیم فیض عالم صاحب اپنی نوک قلم سے خلافت راشدہ کو تار تار کر رہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفاء راشدین سے نکالنے کی (نعوذ باللہ) سعیٔ نامبارک کر رہے ہیں جو خارجیت کی واضح علامت ہے حکیم صاحب کی نگاہ پر دھندلا چشمہ لگا ہوا ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت انہیں قرآنی معیار پر پوری اترتی دکھائی نہیں دیتی جبکہ حضور اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا دے رہے ہیں کہ اے اللہ حق کو علی رضی اللہ عنہ ساتھ کر دے۔

چنانچہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے

عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحم الله أبابكرؓ زوجني ابنته وحملني إلى دارالهجرة وأعتق بلالاً من ماله، رحم الله عمرؓ يقول الحق وإن كان مُراً تركه الحق وماله صديق رحم الله عثمان تستحييه الملئكة رحم الله علياًؓ اللهم أدر الحق معه حيث دار ۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خداوند تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا اور اپنے اونٹ پر سوار کر کے مجھ کو دار ہجرت (مدینہ) لے آیا اور اپنے مال سے بلالؓ کو آزاد کیا اور خداوند تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے جو حق بات کہتا ہے اگرچہ وہ تلخ ہوتی ہے حق گوئی نے اس کو اس حال پر پہنچا دیا کہ اس کا کوئی دوست نہیں اور خداوند تعالیٰ

---

(۲) اہل حدیث کا مذہب ص ۲۴ (۲) ترمذی شریف ص ۲۱۲ ج ۲

عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ علیؓ پر رحم فرمائے، اے اللہ حق کو علی کے ساتھ کردے جدھر علی رضی اللہ عنہ رہے ادھر ہی حق رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اکابرِ صحابہ میں ہے، عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں اور ادنیٰ صحابی بھی امت کے بڑے سے بڑے ولی سے افضل ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

> ”کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، اویس قرنیؒ اپنی تمام تر بلندیٔ شان کے باوجود چونکہ آنحضرت ﷺ کے شرفِ صحبت سے مشرف نہ ہو سکے اس لئے ادنی صحابی کے مرتبے کو بھی نہ پہنچ سکے، کسی شخص نے عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؒ؟ جواب میں فرمایا آں حضرت ﷺ کی معیت میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے“۔(۱)

دراصل امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی ادنی درجے کے صحابی رضی اللہ عنہ کو نہیں پہنچ سکتا آنجناب ﷺ کی رفاقت ہی سب سے بڑا اشرف ہے جس سے ہر ایک صحابی مشرف ہے۔

اور غیر مقلدین کا تو مذہب ہے کہ کسی ولی کی توہین کرنے والا فاسق ہے تو حکیم فیض عالم صاحب اور ان جیسے دوسرے غیر مقلدین جنہوں نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہدف ملامت بنایا تو ایسے لوگ گویا بقلم خود فاسق ہو گئے اس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ، ع، لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

ان غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلدین کا مذہب بیان کرتے ہوئے ”توہین سلف“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

---

(۱) مکتوبات امام ربانی ص ۳۲۶ ج ۱ مکتوب ۲۰۷

> ’’اہل حدیث کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اولیاء کی (جن کا تقوئی طہارت معلوم اور ثابت ہو) توہین کرنے والا یا ان کی نسبت بدظنی یا تحقیر کرنے والا فاسق ہے (آگے لکھتے ہیں) حدیث قدسی ہے۔ من عادیٰ لی ولیاً فقد أذنته بالحرب (جوکوئی میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میرا اس سے اعلان جنگ ہے) بلکہ عام مسلمانوں کی توہین وتذلیل کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے خاص کر جو لوگ ہم سے پہلے ایمان دار گزرے ہوں ان کی نسبت تو نیک دعا کا حکم ہے‘‘
>
> قرآن شریف میں تعلیم ہے۔

ربنااغفر لنا ولإخوانناالذین سبقونا بالإیمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا (پ۲۸)

مختصر یہ کہ اہل حدیث کا مذہب توہین سلف کے حق میں وہی ہے، جو مصنف ہدایہ نے لکھا ’’لاتقبل شهادة من یظهر سب السلف لظهور فسقه‘‘(۱) (کتاب الشہادۃ) (جو سلف صالحین کو بُرا کہے اس کی شہادت معتبر نہیں)۔

مذکورہ عبارت غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کی ہے جن کو وہ رئیس المناظرین کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں یہ غیر مقلدین کے مسلک کے پرُ جوش داعی ہیں، اسی داعیئے کے تحت کتاب ’’اہل حدیث کا مذہب‘‘ لکھی اور ایک عنوان بھی ’’توہینِ سلف‘‘ کا باندھا مگر اِن غیر مقلدین کا عمل بالکل اس کے برخلاف نظر آتا ہے اسی لئے صحابۂ کرام کے سلسلے میں اِن کے بعض علماء نے کس قدر ہفوات بکی ہیں کہ سلف کے عقیدے کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں، صحابہؓ سے متعلق علماء امت اور سلفِ صالحین کا موقف بالکل واضح اور بے غبار ہے، امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کی مذمت کرنے والا زندیق اور منافق ہے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) اہل حدیث کا مذہب ص۹-۸

> "جس نے صحابہ کی عیب جوئی کی وہ ملحد اور اسلام کا مخالف ہے اس کا علاج تلوار ہے اگر وہ توبہ نہ کرے"۔ (۱)

اور علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "وہ بدترین زندیق ہے" (۲)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں بدگوئی کرنے والے کا کس قدر سخت حکم ہے کہ اس کو زندیق تک اکابر نے کہا ہے بلکہ ملحد بھی کہا ہے اور غیر مقلدین کے شیخ الاسلام نے فاسق مردود الشہادۃ کہا ہے مگر بعض غیر مقلدین کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بیر ہے اس لئے ان شخصیات کے سلسلے میں الزام تراشی سے نہیں تھکتے، کچھ اس سلسلے میں مزید تراشے قارئین کی نذر ہیں تا کہ غیر مقلدین کا عقیدہ سامنے آئے کہ ان کو صحابۂ کرام سے بالکل عقیدت نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا دخل

غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ہاتھ تھا جن میں سرفہرست حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک قول کو ابن سعد کے حوالے سے نقل کر کے حکیم صاحب لکھتے ہیں۔

> "کیا حذیفہؓ کے ان الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سازش سے باخبر تھے اور اگر یہ سازش صرف مجوس یا یہود کی تیار کردہ تھی تو حذیفہ کو تمام واقعات بیان کرنے سے کون سا امر مانع تھا، اسی حذیفہؓ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابو بکرؓ دونوں مصر میں ابن سبا کے معتمد خاص تھے"

مزید لکھتے ہیں:

> "ان واضح شواہد کی موجودگی میں کیا اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ فاروق اعظمؓ کی شہادت کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش کا ہاتھ نہیں تھا، صرف

---

(۱) اصول سرخسی ص ۱۳۴ ج ۲ ۔ (۲) فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۶۳ ج ۲

چند نومسلم یا مجوسی اپنے اندر اتنا دم خم نہیں رکھتے تھے، غور کیجئے کہ اس سازش کے پیچھے کون سا خفیہ ہاتھ تھا؟ اگر وہ سازشی لوگ معمولی حیثیت کے تھے تو کعبؓ اور حذیفہؓ دبی زبان میں اظہار خیالات کے بعد خاموش کیوں ہو گئے؟ انہیں کس کا ڈر تھا یا انہیں نئی حکومت میں کسی عہدہ ملنے کی توقع تھی“ (۱)

حضرات حسنینؓ سے بغض

حکیم فیض عالم صاحب کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرات حسنین سے بغض ہے کہ وہ انہیں، زمرۂ صحابہ میں شمار کرنے کو بھی تیار نہیں بلکہ جو حضرات حسنین کو زمرۂ صحابہ میں شمار کرے اسے سبائیت کا ترجمان بتلاتے ہیں چنانچہ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

> ”حضرات حسنین کو زمرۂ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھادھند تقلید کی خرابی“ (۲)

علماءِ دیوبند اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ہر دانشمند جانتا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک معتدل مسلک ہے، جس کے سچے علم بردار علماءِ دیوبند ہیں، یہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے نبی کریم ﷺ کے طریقے کے ساتھ صحابہ کرام کے طریقے اور متعین کردہ راہ ہدایت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں جیسا کہ ان کی تحریریں اور عمل شاہد ہے اس سلسلے میں قدرے تفصیل ذیل میں پیش ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی رائے گرامی

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے اور ان کے اقوال وافعال کے حجت ہونے پر طویل بحث

---

(۱) شہادت ذوالنورین ص ۷۱-۷۲ (۲) سیدنا حسن ابن علی ص ۲۳

خلاصہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں......... ۔

نبی کریم ﷺ کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی کے بلاواسطہ فیض یافتوں اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے جن کا اصطلاحی لقب صحابۂ کرام ہے۔ قرآن کریم نے من حیث الطبقہ اگر کسی گروہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صرف صحابہ کا طبقہ ہے اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد و مرشد، راضی و مرضی، نقی القلب، پاک باطن، مستمر الطاعۃ، محسن وصادق اور موعود بالجنۃ فرمایا پھر ان کی عمومی مقبولیت وشہرت کو کسی خاص قرن اور دور کے ساتھ مخصوص ومحدود نہیں رکھا بلکہ عمومی گردانا۔ قرآن مبین نے کتب سابقہ میں ان کے تذکروں کی خبر دے کر بتلادیا کہ وہ پچھلوں میں بھی قیامت تک جانے پہچانے رہیں گے۔ (۱)

چند سطروں کے بعد حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں۔

علماء دیوبند اس عظمت وجلالت کے معیار سے صحابہ میں تفریق کے قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو معاذ اللہ لائق عداوت، کسی کی مدح میں رطب اللسان ہوکر اطراء مادح پر اتر آئیں اور کسی کی مذمت میں غلو کر کے تبرائی بن جائیں، یا تو انہیں سب وشتم کرنے میں بھی کسر نہ چھوڑیں اور یا پھر ان میں سے بعض کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پر آجائیں، انہیں معصوم سمجھنے لگیں حتی کہ ان میں سے بعض میں حلولِ خداوندی ماننے لگیں۔ پس علماء دیوبند کے مسلک پر یہ سب حضرات مقدسین تقدس کے انتہائی مقام پر ہیں مگر نبی یا خدا نہیں بلکہ بشریت کی صفات سے متصف، لوازم بشریت اور ضروریات بشری کے پابند ہیں مگر عام بشر کی سطح سے بالاتر کچھ غیر معمولی امتیازات بھی رکھتے ہیں جو عام بشر تو بجائے خود ہیں پوری امت کے اولیاء بھی ان مقامات تک نہیں پہنچ سکے۔ یہی وہ نقطۂ اعتدال ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں علماء دیوبند نے اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک تمام صحابہ شرف صحابیت اور صحابیت کی برگزیدگی میں یکساں ہیں

---

(۱) علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ص ۱۱۹

> اس لئے محبت وعظمت میں بھی یکساں ہیں۔ البتہ ان میں باھم فرق مراتب بھی ہے تو عظمت مراتب میں بھی فرق ہے لیکن یہ فرق چونکہ نفس صحابیت کا فرق نہیں اس لئے اس سے نفس صحابیت کی محبت وعقیدت میں کوئی فرق نہیں پڑسکتا۔ پس اس فرق میں الصحابة کلهم عدول (صحابہ سب کے سب عادل تھے) کا اصول کارفرما ہے جو اس دائرے میں علماء دیوبند کے مسلک کا جو حقیقی معنیٰ میں مسلک اھل سنت والجماعت ہے اولین سنگ بنیاد ہے۔

اسی طرح علماء دیوبند ان کی اس عمومی عظمت وجلالت کی وجہ سے انہیں بلا استثناء نجوم ہدایت مانتے ہیں اور بعد والوں کی نجات انہیں کا علمی وعملی اتباع کے دائرے میں منحصر سمجھتے ہیں لیکن انہیں شارع تسلیم نہیں کرتے کہ حق تشریع ان کے لئے ماننے لگیں اور یہ کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کردیں اور جسے چاہیں حرام بنادیں ورنہ نبوت اور صحابیت میں فرق باقی نہیں رہ سکتا۔ (۱)

(موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں) پس حق وباطل کے پرکھنے کی کسوٹی ان کی محبت وعظمت اور ان کی دیانت اور تقوائے باطن کا اعتراف اور ان کی نسبتِ قلبی کا اذعان واعتقاد ہے اس لئے جو فرقہ بھی بلا استثناء انہیں عدول ومتقن مانتا ہے وہی فرقہ حسبِ ارشاد نبوی فرقۂ حقہ ہے اور وہ الحمد للہ اہل سنت والجماعت ہیں جن کے سچے علم بردار علماء دیوبند ہیں، اور جو فرقہ ان کے بارے میں بدگمانی یا بدزبانی یا بے ادبی کا شکار ہے وہی حقانیت سے ہٹا ہوا ہے کیونکہ شریعت کے باب میں ان کے بارے میں کسی ادنیٰ دغل وفصل کا توھم پورے دین پر سے اعتماد ہٹادینے کی مترادف ہے۔ اگر وہ بھی معاذ اللہ دین کے بارے میں راہ سے ادھر اُدھر ہٹے ہوئے تھے تو بعد والوں کے لئے راہ مستقیم پر ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پوری امت اول سے آخر تک ناقابل اعتبار ہوکر رہ جاتی ہے اس لئے حسبِ مسلک علماء دیوبند جہاں وہ منفرداً اپنی ذوات کے لحاظ سے تقی اور نقی اور صفی ووفی ہیں وہیں بحیثیت مجموعی امت کی نجات بھی ان ہی کے اتباع میں منحصر

---

(۱) علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ص۱۱۹

ہے، جیسا کہ آیات قرآنی اس پر شاہد ہیں اور وہ بحیثیتِ قرن خیر من حیث الطبقہ پوری امت کیلئے نبی کے قائم مقام اور فرقوں کے حق و باطل کے بارے میں معیار حق ہیں۔

پس جیسے نبوت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے ایسے ہی ان کے اجماع کا منکر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے حتیٰ کہ ان کا تعامل بھی بعض ائمہ ہدایت کے یہاں شرعی حجت تسلیم کیا گیا ہے، اس لئے جذباتی رنگ سے انہیں گھٹانا، بڑھانا یا چڑھانا اور گرانا جس طرح عقل و نقل قبول نہیں کرتی اسی طرح علماء دیوبند کا جامع عقل و نقل مسلک بھی قبول نہیں کرسکتا، علماء دیوبند ان کی غیر معمولی دینی عظمتوں کے پیش نظر انہیں سرتاج اولیاء مانتے ہیں مگر ان کے معصوم ہونے کے قائل نہیں، البتہ انہیں محفوظ من اللہ مانتے ہیں جو ولایت کا انتہائی مقام ہے۔ (۱)

اتباع صحابیؓ اور ائمہ مجتہدین

ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی رائیں اور شخصی فتاویٰ کی تقلید بھی واجب ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں میں موجود ہے۔

قال أبو سعيد البردعي، تقليد الصحابي واجب يترك به القياس لإحتمال السماع والتوقيف ولفضل إصابتهم في نفس الرأئ بمشاهدة أحوال التنزيل ومعرفة أسبابه، وقال أبو الحسن الكرخيؒ لا يجوز تقليد الصحابي إلا فيما لا يدرك بالقياس

> ترجمہ:- شیخ ابوسعید بردعی نے کہا کہ صحابی کی تقلید واجب ہے اور اس کے مقابلے میں قیاس قابل عمل نہیں ہے کیونکہ قول صحابی میں یہ احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا ہو نیز وہ اپنی اجتہادی رائے میں بھی زیادہ مصیب اور درست ہیں، یہ اسی بناء پر ہے کہ انہوں نے نزول قرآن کا بچشم خود معاینہ کیا ہے اور اسبابِ نزول بھی انہیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ ابوالحسن کرخیؒ نے فرمایا ہے کہ تقلید صحابی ان ہی مسائل میں ہوگی جو غیر قیاسی ہوں۔

---

(۱) ایضاً ص ۱۳۱

یہ مذکورہ عبارت حسامی کی ہے، اس پر مولانا عبدالحق صاحب دھلویؒ اس کی شرح نامی میں لکھتے ہیں:

فبهذا الإعتبار لهم مزية على غيرهم وهذا وجه ترجيح رايهم على رأى غيرهم فكما إذا تعارض القياسان لمن بعدهم فيترجح أحدهما على الآخر بنوع ترجيح فكذا ينبغى أن يترجح قياسهم علىٰ قياس غيرهم من المجتهدين لزيادة قوة رأيهم من الوجوه التى ذكرت ، وبهذا اندفع ما توهم المخالفون أن قول الصحابى يحتمل الرأى فكيف يُترك به قياس غيرهم لمساواتهم فى الرأى وهذا هو مختار الشيخين وأبى اليسر وهو مذهب مالك وأحمد بن حنبل فى إحدىٰ الروايتين والشافعى فى قوله القديم وإليه مال المصنف (۱)

ترجمہ :- اس لحاظ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیگر اشخاص پر فوقیت حاصل ہے اور بایں وجہ ان کی رائے کو غیر کی رائے پر ترجیح دی جاتی ہے، نیز جس طرح بعد کے لوگوں کے دو قیاسوں میں جب تعارض ہو جاتا ہے تو کسی نہ کسی وجہ ترجیح کی بناء پر ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے اسی طرح صحابۂ کرام کی رائے اور قیاس کو دیگر مجتہدین کی رائے پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ صحابۂ کرام کی رائے مذکورہ وجوہ کی بناء پر قوی تر ہے۔ لہذا مخالفین کا یہ شبہ کہ صحابی کے قول میں اپنی رائے کا احتمال ہے اور رائے میں سب برابر ہیں لہذا صحابی کی رائے کے باعث غیر کے قیاس کو کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے۔ دور ہو گیا (اس اعتراض کی اب گنجائش نہیں) یہ (تقلید صحابی کا وجوب اور اس کے مقابلے میں ترک قیاس) شیخین (امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ) اور ابوالیسر صدر الاسلام کا مختار قول ہے، نیز امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور قول قدیم کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے، اور مصنف کا بھی یہی رجحان ہے۔

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جماعت صحابہ کے اجماعی فیصلے اور اجتماعی عمل حجت

---

(۱) حسامی مع نامی ص ۱۹۰،۹۱، ج ۱

شرعیہ ہیں اسی طرح انفرادی رائے بھی۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے حضرت امام شافعیؒ کا قول یوں نقل فرمایا ہے:۔

> حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم، عقل، دین اور فضل میں ہم سے فائق ہیں، اپنی رائے کے بجائے ہمارے لئے ان کی رائے زیادہ بہتر ہے۔(۱)

علامہ ابن تیمیہؒ کا فرمان

علامہ ابن تیمیہ منہاج میں فرماتے ہیں:۔

> حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا جب کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ بات باطل نہیں ہو سکتی ہے۔(۲)

اور ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:۔

> ”کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی دلالت کی بناء پر حضرات صحابہؓ امت میں سب سے اکمل ہیں اسی لئے آپ امت میں کسی بھی شخص کو اس طرح نہیں پائیں گے جو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا معترف نہ ہو، اس مسئلے میں اختلاف اور نزاع کرنے والے۔ جیسا کہ روافض ہیں۔ درحقیقت جاہل ہیں“(۳)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پوری امت مسلمہ یہی عقیدہ رکھتی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے اکمل ہیں نیز صحابی کے قول وفعل اور ان کے فتاویٰ کو سر سے لگایا جائے اور عمل میں لایا جائے، مگر غیر مقلدین اور ان کی ڈگر پر چلنے والے اپنی ایک اینٹ کی مسجد الگ بنائے ہوئے ہیں۔

اور قرآن وحدیث پر عمل کا نعرہ الاپ رہے ہیں، اور یہ نعرہ بظاہر بڑا پرکشش ہے مگر معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درمیان سے ہٹا کر کتاب وسنت کو سمجھنا ناممکن، اسی لئے بعض جگہ یہ چقمہ بھی دیا ہے کہ ہم صحابہ کرام کو مانتے ہیں مگر تضاد بیانی کہئے یا غیر مقلدین کی خبط الحواسی

کہ ؎ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا ☆ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

---

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۵۸، ج ۴۔ (۲) منہاج السنۃ ص ۶۶، ج ۳ (۳) ایضاً ص ۱۶۷، ج ۱

حجیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا تذبذب

غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں: اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے تب بھی اس سے دلیل لانا درست نہیں ہے اس وجہ سے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے (۱)

دوسری طرف میاں نذیر حسین صاحب کے بارے میں یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ وہ صحابۂ کرام اور تبع تابعین وغیرہ کی زندگی کے نمونہ تھے ان کے بارے میں مولانا فضل حسین صاحب بہاری فرماتے ہیں: کہ باوجود بے انتہا مخالفتوں، مزاحمتوں کشمکشوں اور مشکلات کے علماء مجتہدین، تبع تابعین تابعین، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا نمونہ بنا کر اہل عالم کو دکھا دیا۔ (۲)

غیر مقلدین کے ایک شیخ الحدیث اپنی جماعت کا مسلک بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل حدیث جماعت کا مسلک کتاب وسنت ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ کے بعد ہر شخص کے اقوال میں خطا وصواب کا احتمال ہے“ (۳)

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول حجت نہیں کیونکہ یہ خطا اور صواب کا احتمال رکھتا ہے۔ بس قول رسول ﷺ کو حجت مان رہے ہیں۔

اور ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب سنت صحابہ سے استدلال کررہے ہیں، اور ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین“ والی حدیث یاد آرہی ہے، چنانچہ ایک مسئلے کے ضمن میں لکھتے ہیں، ”کیونکہ یہ مسئلہ سنت صحابہ کرام کا ہوا موافق فرمودہ آنحضرت ﷺ کے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين تمسكوبها، اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے لقب سے ملقب ہوئے (۴)

درحقیقت غیر مقلدین کا کوئی اصول نہیں ہے اور نہ قاعدہ! بس خواہش کے بندے ہیں۔

ایک نیا روز بدلتی ہے لباس ☆ پیرہن رکھتی ہے دنیا کتنے

---

(۱) فتاویٰ نذیریہ ص ۳۴۰ ج ۱ (۲) (حیات بعد المماتت ص ۳) بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری ص ۱۱۸۔

(۳) مسلک اہل حدیث ص ۱۱۔ (۴) فتاویٰ نذیریہ ج ۱، ص ۷۰۰

ان غیر مقلدین کی اور گل کاریاں ملاحظہ ہوں:

مولانا محمد جوناگڑھی ایک مشہور غیر مقلد عالم کی خلفاء راشدین کی شان میں گستاخی دیکھئے لکھتے ہیں:

برادران! حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی مرتضیٰؓ قطعاً اپنی اپنی خلافت کے زمانے میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولوالامر تھے لیکن باوجود اس کے نہ تو کسی صحابی نے ان کی تقلید کی نہ ان کی طرف کوئی منسوب ہوا، بلکہ ان کے اقوال کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ فرمان خدا و فرمان رسول کے خلاف نظر آئے، ایک جگہ حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ حضرت عمرؓ موٹے موٹے مسائل اور روزمرہ کے مسائل میں موٹی موٹی غلطیاں کرتے تھے۔ (۱)

ان غیر مقلد عالم کا جنون کس حد تک پہنچ چکا ہے، ان کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ خلفاء راشدین (معاذ اللہ) فرمان خدا اور فرمان رسول کی کبھی کبھی مخالفت کرتے تھے۔

دوسری طرف ایک غیر مقلد عالم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ دعویٰ ملاحظہ ہو" کہ جس طرح تمام کے تمام صحابہؓ عادل تھے اسی طرح تمام کے تمام صحابہؓ فقیہ تھے" اس بات کو مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد عالم نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے كما أن الصحابة كلهم كانوا عدولاً فكذٰلك كانوا فقهاء، (۲)

اسے دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب زبانی جمع خرچ ہے ورنہ غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی شخصیت کی فہم پر عدم اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں جبکہ حضرت عائشہؓ دین کی فہم، شریعت کے مزاج سے واقفیت میں ایک امتیازی حیثیت کی مالک تھیں چنانچہ ایک مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے میاں صاحب لکھتے ہیں:

رابعاً یہ کہ ولو فرضنا تو یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے فہم سے فرماتی ہیں اور فہم صحابہ حجت شرعیہ نہیں ہے۔ (۳)

---

(۱) طریق محمدی ص ۴۰۔ (۲) الانطلاق الفکری ص ۲۱۸ (۳) فتاویٰ نذیریہ ص ۶۲۲ ج ۱

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی شخصیت کا فہم تو حجت نہیں، مگر ان کے یہاں اپنے غیر مقلدین جغادریوں کے فہم ضرور قابل قبول ہیں۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنا عقیدہ و مذہب ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں خود کن معنی میں اہل حدیث ہوں، میرا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ میں خدا اور رسول کے کلام کو سند اور حجت شرعیہ مانتا ہوں، ان کے سوا ایک یا کئی اشخاص کا قول یا فعل حجت شرعیہ نہیں جانتا (روپڑی مظالم ص ۵۶)(۱)

ایسا لگتا ہے کہ غیر مقلدین کا مذہب چوں چوں کا مربہ ہے کہ کہیں قول صحابی کی حجیت کا انکار کرتے ہیں اور کہیں افعالِ صحابہ کی مخالفت کرنے والے کو جہنم کے قریب پہنچادیتے ہیں چنانچہ ایک مسئلے کے ضمن میں غیر مقلدین کے شمس العلماء اور شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب لکھتے ہیں:

اب پھر جو شخص بعد ثبوت قول رسول و افعالِ صحابہ مخالفت کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وساء ت مصیراً۔

جو حکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہوجائے اس میں ہرگز ہرگز رائے وقیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ انا خیر منه حکم صریح الٰہی سے انکار کرکے ملعون بن گیا ہے اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔ (۲)

شیخ الکل فی الکل میاں صاحب یہاں حقیقت کا اظہار کر گئے، دراصل اس مسئلے میں ان کو صحابہؓ کے قول سے دلیل پکڑنی تھی ورنہ ان کا مسلک وہی ہے جو گزر چکا گویا کوئی مسلک نہیں ہے من چاہی ہے ع

خود کو بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

---

(۱) ملاحظہ ہو غیر مقلدین کی ڈائری ص ۱۷۲ (۲) فتاویٰ نذیریہ ص ۶۲۲ ج ا

غیر مقلدین کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف کی چند جھلکیاں

اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے غیر مقلدین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی عقیدت نہیں رکھتے، جیسا کہ مذکورہ تصریحات سے واضح ہو گیا، وہ دین کو کتاب وسنت سے صحابہ کو چھوڑ کر براہ راست سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ گمراہی ہے، ان میں کا جاہل بھی اپنے آپ کو مجتہد اور محدث سمجھتا ہے، اور حدیث دانی کی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے حالانکہ صحابۂ کرام دین کے ستون ہیں ان کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو پورا دین مسمار ہو جائے گا مگر یہ لوگ ہیں کہ پوری امت ایک طرف اور علماء غیر مقلدین نیز ان کے جاہل مقلدین و تبعین ایک طرف، اپنی بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں خواہ مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضمن میں حدیث شریف کی مخالفت ہو جائے اس کی ان کو پروا نہیں ہوتی، مثلاً ”ما أنا عليه وأصحابي يا اصحابي كالنجوم“ یہ حضور ﷺ کے فرامین ہیں یا اسی طرح عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے، اور علماء غیر مقلدین کے یہ علم میں بھی ہے اگر چہ ان میں کے نادان جاہل اس سے نا آشنا ہیں اور سادہ لوحی میں ان کے پھندے میں پھنس گئے ہیں (خدا تعالی ان سب کو سمجھ دے) بس چند مسائل ہیں جن کو یہ زیادہ اچھالتے ہیں مثلاً تراویح کی رکعات کا مسئلہ یا طلاق ثلٰث کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ، ہر مسئلے کو ہمارے علماء محققین احادیث کی روشنی میں پوری طرح منقح کر چکے ہیں اور دلائل سے حق کو واضح کر چکے ہیں، مگر یہ ہٹ دھرم قوم جلدی سے کہاں ماننے کو تیار ہوتی ہے۔

مسئلہ تراویح

اس مسئلے میں بھی غیر مقلدین نے بڑی دلچسپی لی ہے اور عوام کو بخاری وغیرہ کا حوالہ دے کر مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے کہ آٹھ رکعت تراویح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ثابت ہے ایسا لگتا ہے کہ ان غیر مقلدین نے حضور

ﷺ کے فرمان کو زیادہ سمجھا ہے، خلفاء راشدین اور صحابہؓ کرام نے نہیں سمجھا۔

اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلفاء راشدین حضرت عائشہؓ کی اس روایت کو تراویح کے بارے میں لیتے تو مسجد نبوی میں خلفاء راشدین کے زمانے میں آٹھ رکعت تراویح جماعت سے پڑھی جاتی مگر یہ غیر مقلدین اس کو قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔

آٹھ رکعت تراویح کے سلسلے میں معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان میں ۱۲۸۴ھ کے اندر اکبر آباد (آگرہ) کے کسی غیر مقلد مولوی نے فتویٰ دیا کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں، اور خطہ پنجاب میں سب سے پہلے تراویح کے آٹھ ہونے کا فتویٰ مولوی محمد حسین بٹالوی نے دیا۔ (۱)

بہرحال یہ آٹھ رکعت والی بات بہت بعد کی چیز ہے، پہلوں کو اس کی ہوا تک نہیں لگی ورنہ کسی خلیفہ راشد سے مسجد نبوی میں پڑھنا ثابت ہوتا۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے تراویح کے آٹھ رکعت ہونے پر دلیل پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔

عن أبي ذر رضي الله عنه قال قال صُمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ....فلم يقم بنا شيئاً من الشهر حتى بقي سبع فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل۔ (۲)

> ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ روزے رکھے تو کسی روز بھی ہم کو تراویح پڑھانے کھڑے نہ ہوئے یہاں تک کہ سات روزے ماہ رمضان کے باقی رہ گئے تو ایک رات یعنی تیئسویں رات ہمیں تراویح کی نماز ثلث رات تک پڑھائی، پھر چوبیسویں رات نہ پڑھائی، پھر جب پچیسویں رات آئی تو نصف شب تک نماز تراویح پڑھائی۔

اوران کے شیخ الحدیث مولانا صدیق صاحب نے دلیل میں حضرت عائشہؓ کا فرمان

---

(۱) ملاحظہ ہو "تعارف علماء اہل حدیث" ص ۹۱ (۲) اہل حدیث کا مذہب ص ۹۰، (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

نقل کیا ہے ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ (بخاری)(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت (آٹھ نفل اور تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

بین القوسین سمیت یہ ترجمہ انہی شیخ الحدیث کا ہے۔

تبصرہ

بخاری والی روایت سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے تو غیر مقلدین کو اگر اس پر پورا عمل کرنا ہے تو غیر رمضان میں بھی تراویح پڑھیں اور گیارہ سے زائد نہ پڑھیں ورنہ آدھا تیتر آدھا بٹیر ہو جائے گا، اسی طرح حضرت ابوذرؓ والی روایت جو ان کے شیخ الاسلام نے نقل فرمائی ہے اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیسویں رات میں نماز نہیں پڑھائی اور تراویح شروع کی جبکہ سات روزے ماہ رمضان کے رہ گئے تو تئیس روزوں کے بعد ان غیر مقلدین کو تراویح شروع کرنی چاہئے تب یہ عامل بالحدیث کہلائیں گے اور چوبیسویں رات میں نہ پڑھنی چاہئے نیز نصف شب تک پڑھنی چاہئے جیسا کہ آپ ﷺ نے پڑھی، معلوم ہوا کہ عوام کو دھوکہ دیا ہے اور قیام لیل کی تشریح بجائے تہجد کے تراویح سے کی ہے۔ بخاری کی روایت میں تعداد کا ذکر ہے مگر اس میں رمضان اور غیر رمضان دونوں کی تعداد برابر ہے جس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ تہجد ہی مراد ہے ورنہ خلفاء راشدین جو ہر سنت کے سچے عاشق تھے وہ ضرور آٹھ رکعت پڑھتے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین آٹھ تراویح پڑھ کر حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مخالفت کررہے ہیں۔ جہاں تک تراویح کی بیس رکعات کا مسئلہ ہے جس کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، محدثین اور ائمہ مجتہدین نے باتفاق اپنایا وہ احادیث سے صراحۃً ثابت ہے صحابۂ کرام اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے، اس تحقیق کے لئے ضخیم کتابیں

---

(۱) مسلک اہل حدیث اور اس کے امتیازی مسائل ص ۱۰۶

موجود ہیں یہاں ایک روایت پیش ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی ا اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی شہر رمضان فی غیر جماعة عشرین رکعة والوتر۔ (۱)

”بے شک آنحضرت ﷺ ماہ رمضان میں بلا جماعت بیس (۲۰) رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

اور جماعت کے ساتھ بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر جماعت سے باضابطہ مسجد میں پڑھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہوا اور آپ مہاجر تھے اور آپ کی اتباع مہاجر اور انصار صاحبان نے کی، اور کسی صحابی نے آپ کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس پر اجماع ہو گیا، اور چودہ سو سال ہو گئے برابر اسی سنت پر جمہور کا عمل ہے، نیز مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں پابندی کے ساتھ اسی پر عمل ہو رہا ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ اسی سنت پر عمل ہوتا رہے گا غیر مقلدین مانیں یا نہ مانیں۔

بیس رکعات تراویح ہی کے سنت ہونے کا فتویٰ علامہ ابن تیمیہؒ کا ہے جن کو غیر مقلدین اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ (۲)

ایک مجلس کی تین طلاقیں

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب اپنی کتاب میں بعنوان ”ایک دفعہ کی تین طلاقیں“ ...... لکھتے ہیں

کان الطلاق علی عہد رسول اللہ ﷺ وأبی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قداستعجلوا فی أمر کا نت لہم فیہ انا تہ فلو أمضیناہ علیہم فامضاہ علیہم (مسلم) (۳)

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بلکہ حضرت عمرؓ کے

---

(۱) سنن بیہقی ص ۴۹۶، ج ۲ (۲) (ملاحظہ ہو فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۹۱، ج ۱) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱ ص ۲۹۲

(۳) اہل حدیث کا مذہب ص ۹۶

> خلافت کے دو سال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں شرع کی طرف سے ان کے لئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کر دیں تو مناسب ہے، پس انہوں نے جاری کر دیا (کہ جو کوئی ایک دفعہ میں تین طلاقیں دے گا وہ تین ہی شمار ہوں گی)۔

یہاں تک یہ پوری عبارت غیر مقلدین کے شیخ الاسلام کی ہے، بقول ان کے حضرت عمرؓ نے یکبارگی تین طلاقوں کے تین شمار ہونے کا حکم جاری کر دیا اور یہ بات مسلم شریف کے حوالے سے شیخ الاسلام فرما رہے ہیں، بالفرض اگر ہم یہ حضرت عمرؓ ہی کا حکم مان لیں تب بھی اسی کے مطابق عمل واجب ہے، کیونکہ صحابہ کرام میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اسی لئے تمام ائمہ کا بھی اس پر اجماع ہے، مگر ان نام نہاد اہل حدیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے گویا چڑ ہے، حضور ﷺ تو فرمائیں **لوکان بعدی نبی لکان عمرؓ**، تو حضرت عمر کی فراست ایمانی کا کیا حال ہوگا۔ یوں تو یکبارگی تین طلاق کے واقع ہونے کی حدیث بھی موجود ہے مگر ان علماء غیر مقلدین کے جاہل مقلدین جو اپنے علماء کی اندھی تقلید کرتے ہیں ان سے تو جیسے یہ کہدیں یہ عوام سر تسلیم خم کر دیں گے مگر حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے ان علماء غیر مقلدین کو بہکانے میں شرم نہیں آتی افسوس صد افسوس! یہاں زیادہ تفصیل نہیں پیش کرنی بس ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں بخاری شریف و مسلم شریف کی ایک روایت پیش ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں۔

فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول الله ﷺ (۱)

(عویمر عجلانیؓ نے) حضور ﷺ کے حکم دینے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں۔

یہ طویل روایت ہے جس میں حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی طلاق اور لعان

---

(۱) (بخاری ص ۷۹۱، ج ۲، مسلم ص ۴۹۸، ج ۱

کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کر لینے کے بعد اسی وقت تین طلاق دیدیں اور حضور ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ ابو داؤد شریف میں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھا اسی روایت کے اخیر میں ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں فأنفذه رسول الله ﷺ (۱)

بہر حال ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرام سے اب تک اجماع چلا آرہا ہے، اب اس کی مخالفت وہی جماعت کرسکتی ہے جس کو حضرت عمرؓ اور صحابۂ کرامؓ سے بیر ہو، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عمل بالحدیث کا دعویٰ ایک ڈھونگ ہے ورنہ مذکورہ مسئلے میں حضرت عمرؓ کا عمل ہی نہیں بلکہ بخاری شریف کی روایت بھی موجود ہے۔

جمعہ کی دواذانوں کا مسئلہ

غیر مقلدین حضرات نے جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت قرار دیا ہے انکا کہنا ہے کہ یہ اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لئے یہ سنت نہیں ہوسکتی چنانچہ مولوی محمد صاحب جوناگڈھی لکھتے ہیں ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانے میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لئے زوراء بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں اور کسی طرح جائز نہیں“ (۲)

اسی مسئلے سے متعلق غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ ”الاعتصام“ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں ”جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے، دو اذان کی ضرورت نہیں .... لہذا اذان عثمانی جسے پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے (۳)

اسکے جواب کیلئے بخاری شریف، ابوداؤد، نسائی کی روایت پیش ہے ترجمہ ملاحظہ ہو۔

---

(۱) ابوداؤد ص ۳۰۷ ج ۲ (۲) (فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ص ۸۵) (۳) (فتاویٰ علماء حدیث ج ۲: ص ۱۷۹) بحوالہ حدیث اور اہل حدیث ص ۷۸۸

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی پھر وہ ایک مستقل سنت بن گئی۔ (۱)

یہ بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے مگر جن کو حضرت عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی بلت نہیں بھاتی وہ بخاری تک کی روایت کو رد کر دیتے ہیں۔ اس پر کسی صحابیؓ نے تو اعتراض کیا نہیں غیر مقلدین کو اعتراض ہے جواباً کہا جائے گا یہ منہ اور مسور کی دال۔

اور غیر مقلدین دیگر مسائل کو جو اچھالتے ہیں انکا بھی یہی حال ہے بس عمل بالحدیث کا نعرہ ایک خالی خول ہے اور جھوٹا دعویٰ۔

غیر مقلدین کا حدیث پر عمل......فقط ایک دعویٰ

غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعۃ زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن وحدیث ہی سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں؟ یا یہ صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں! اس کو جاننے کے لئے غیر مقلدین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں، جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل بالحدیث دعویٰ کی حد تک ہے چند متنازعہ مسائل کے علاوہ دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے سارا زور وشور ان ہی مسائل پر ہے تمام تحقیقات کا مدار یہی مسائل ہیں، گویا یہ مسائل فروعی مسائل نہیں، بلکہ کفر وایمان کی بنیاد ہیں، یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں ہر وہ شخص اہل حدیث اور پکا محمدی مسلمان ہے، جو آمین پکار کر کہے، رفع یدین کرے، سینہ پر ہاتھ باندھے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل، گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں نہ ہو، ہاں جو ان مسائل پر عامل نہیں، خواہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل، متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ نہ اہل حدیث ہے اور نہ محمدی

---

(۱) بحوالہ حدیث اور اہل حدیث ص ۷۸۶

مسلمان ہے۔ **یاللعجب!**

آپ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کے متعلق انکے بزرگوں کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں۔

نواب صدیق حسن خاں تحریر فرماتے ہیں:

اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریا کار فرقہ نے جنم لیا ہے، جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے حالانکہ اہل علم وعمل اور اہل عرفان سے اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان ''علوم عالیہ'' سے جاہل ہے، جن کی واقفیت طالب حدیث کے لئے اس فن کی تکمیل میں نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ ان ''علوم آلیہ'' سے بھی جاہل ہے، جن کے بغیر طریق سنت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صرف، نحو، لغت، معانی اور بیان، چہ جائے کہ دوسرے کمالات پائے جائیں۔

اور آگے لکھتے ہیں:۔

ایسے ہی سنن اور اصحاب سنن کے اسلوب وطریقہ کے مطابق کسی ایک مسئلے کے استخراج اور کسی ایک حکم کے استنباط پر بھی قادر نہیں ہیں، اور انہیں اس کی توفیق بھی کیسے ہو کہ یہ حدیث پر عمل کرنے کے بجائے زبانی جمع خرچ پر، اور سنت کی اتباع کے بجائے شیطانی بچھاوے پر اکتفاء کرتے ہیں، اور پھر اس کے عین دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔(۱)

اعتراف حقیقت

ان کے نواب وحید الزماں صاحب بھی حقیقت کا اظہار کر گئے اور نام نہاد جماعت اہل حدیث کے بارے میں یوں رونا رو رہے ہیں...... لکھتے ہیں۔

> ''غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں،

---

(۱)(الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۱۵۲) بحوالہ تعارف علماء اہل حدیث ص ۹۲، ۹۳

> حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعض عوام اہل حدیث کا حال یہ ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے، ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیاء کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں" (۱)

نواب صاحب کے اس کلام کو ذرا حقیقت کا چشمہ لگا کر پڑھیں، خاص کر غیر مقلدین عوام اور جہاں جو ائمہ مجتہدین کی تقلید کو تو ناروا سمجھتے ہیں اور بدعت و شرک تک کہہ دیتے ہیں ذرا ان تحریروں کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں! نیز سوچیں اور غور کریں کہ اپنے ان علماء کے بقول عدم تقلید سے کہاں پہنچ گئے کہ صحابہ کرام سے اعتماد اٹھ گیا اور ان کے دین کا ناس ہو گیا۔

آخری گذارش

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم تک اسلام پہنچنے میں دو انسانی واسطے ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم

دین اسلام کو اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ نے لیا اور صحابہ کے واسطے سے تمام انسانوں تک پہنچایا، اگر ابلاغ و روایت کی یہ دو کڑیاں مشکوک و مخدوش یا ناقابل اعتماد ہو جائیں تو دین کی پوری عمارت گر جائیگی اس لئے بقاء دین کی خاطر حضور ﷺ کی عصمت اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک بازی و عدالت اور حجیت کو بھی ماننا ضروری ہے، یہ عقیدہ دین کا سنگ بنیاد ہے جیسا کہ آپ نے گزشتہ اوراق سے معلوم کر لیا، صحابہ رضی اللہ عنہم سے اگر اعتماد اٹھ جائے تو سارا دین مجروح ہو جائے گا بلکہ غیر معتبر ہو جائے گا،

---

(۱) (لغات الحدیث ص ۹۱، ج ۲) بحوالہ مذکورہ

غیر مقلدین حضرات کے طرز عمل اور صحابۂ کرام سے متعلق ان کے موقف سے کھلے طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں سے انہوں نے صحابہ کی عظمت کو کھرچ ڈالا جس سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی ہیں اور چند حدیثوں پر عمل کرنے کے سوا ان علماء غیر مقلدین کے متبعین کو دوسری احادیث اور سنتوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔

خدارا! بیدار مغزی سے کام لیں اور آخرت کو سامنے رکھ کر صحیح معنیٰ میں اپنے کو محمدی اور سُنی ثابت کریں۔

خدایا ہم سب کو حبیب پاک ﷺ اور آپ کے اصحاب واحباب سے سچی محبت نصیب فرما کر صراط مستقیم پر قائم ودائم فرما۔

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه، آمين يا رب الغلمين بجاه سيد المرسلين

عبدالخالق سنبھلی
استاذ دارالعلوم دیوبند
۳ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

◆

مقالہ نمبر ۸

صحابۂ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین
کا
نقطۂ نظر

از

محمد ابوبکر غازیپوری

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کا مطلب ہے کہ اکابر امت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور کتاب و سنت کے علوم کے وہ ماہر اور اس میں گہری نگاہ رکھنے والے ہیں، ان پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی کو قبول کیا جائے، گویا تقلید میں پہلی چیز اسلاف امت پر اعتماد ہے، اب ظاہر بات ہے کہ عدم تقلید کا مفہوم اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی عدم تقلید کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اسلاف امت پر اعتماد نہ ہو، یعنی مقلد وہ ہوا جو دین و شریعت کے بارے میں صحابہؓ کرام، ائمہ دین اور دیگر اسلاف امت پر اعتماد کرتا ہو، اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو دین کے معاملہ میں اسلاف کو ناقابل اعتماد قرار دیتا ہو۔

جب عدم تقلید کا خاصہ اور اس کی بنیاد یہی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ غیر مقلدین کا قلم آزاد ہو گیا۔ اسلاف امت پر ان کا نقد حدود سے تجاوز کر گیا، ائمہ دین اور فقہائے امت اور اولیاء اللہ کی ذات کو مجروح کرتے کرتے صحابہؓ کرام کی قدسی جماعت بھی ان کی زد پر آگئی۔

جن صحابہؓ کرام کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور ان کی عداوت و دشمنی کو اللہ اور اس کے رسول کی عداوت و دشمنی قرار دیا گیا، ان صحابہ کرام پر غیر مقلد علماء اور اہل قلم نے نقد و جرح کی باڑھیں تان دیں۔ اور انھوں نے صحابہ کرام کو عام امتی کی صف میں کھڑا کر دیا، اور صاف صاف

اعلان کر دیا کہ صحابۂ کرام کا نہ قول حجت، نہ فعل حجت، نہ فہم حجت، نہ رائے حجت حتی کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ ان کے بارے میں انکا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابۂ کرام کو حتی کہ خلفاء راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا، یعنی جو بات ہم شیعہ کے بارے میں جانتے تھے، غیر مقلدین کے نظریات سے واقف ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور شیعوں کا نظریہ صحابۂ کرام کے بارے میں بہت حد تک یکساں ہے۔

اس مختصر سے رسالہ میں ہم نے صحابۂ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر ان کی معتمد اور ان کے اکابر اور ان کے محققین علماء کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔

ہماری قارئین سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اس کو سنجیدگی سے اور خالی الذھن ہو کر پڑھیں تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ کیا مسلمانوں میں سے وہ فرقہ اور جماعت جس کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ اور نقطۂ نظریہ ہو اس کا اہلسنت والجماعت سے کسی طرح کا تعلق ہو سکتا ہے، اور اس کو فرقہ ناجیہ میں سے شمار کرنا درست ہے؟

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کتابوں کے حوالوں میں کسی طرح کی قطع و برید نہ ہو اور حوالے پورے ہوں تاکہ ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو، مگر پھر بھی از راہ بشریت کوتاہی اور کمی ہو سکتی ہے۔ براہ کرم اگر کسی صاحب کو اس قسم کی کوتاہیوں پر اطلاع ہو جائے تو کاتب سطور کو اطلاع کر دیں تاکہ آئندہ اس کا تدارک ہو سکے۔

محمد ابوبکر غازیپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

صحابہ کرام کا مقام بارگاہ خداوندی میں

انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سے جس قدسی جماعت کو اللہ کے یہاں سب سے زیادہ قرب اور اختصاص حاصل ہے وہ درسگاہ نبوت کی فیض یافتہ صحابہ کرام کی جماعت ہے، اس جماعت کا ہر فرد صلاح و تقویٰ، اخلاص وللّٰہیت کے اعلیٰ مقام پر تھا، فیض نبوت نے ان کے دلوں کا کامل تزکیہ و تصفیہ کر دیا تھا، ان کا کردار اور ان کی سیرت پاک و صاف اور ایسی پختہ تھی کہ بارگاہ خداوندی سے ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ ملا، اور ان کی اتباع واقتداء پر فوز عظیم کی بشارت قرآن نے سنائی، اور ان میں فرق مراتب کے باوجود ان کے ہر فرد کیلئے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا، وکلاً وعد الله الحسنیٰ کا اعلان خداوندی اس مقدس جماعت کے ہر فرد کیلئے ہے، گناہ و معصیت کے کاموں سے طبعی طور پر ان کو نفور تھا، قرآن پاک کا یہ ارشاد وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئك هم الراشدون ۔ صحابہ کرام کی اسی مزیت وخصوصیت کو بتلانے کیلئے ہے۔ اسی جماعت صحابہ کے بارے میں خدا کا یہ ارشاد بھی ہے۔ والزمهم كلمة التقویٰ، جس سے صحابہ کرام کے ہر فرد کا انتہائی درجہ متقی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کرام اگرچہ معصوم نہیں تھے، مگر اللہ نے ان کو گناہوں سے محفوظ کر رکھا تھا، اگر از راہ بشریت ان سے کوئی گناہ کا کام ہو بھی گیا تو فوراً اس پر ان کو تنبہ ہوا، اور اللہ نے توبہ کی توفیق عطا کی جس سے وہ پاک و صاف ہو کر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت ماعزؓ سے زنا کا

عمل صادر ہو گیا تھا تو خود دربار نبوت میں نادم و پریشان حاضر ہوئے اور شرعی سزا کیلئے اپنے کو پیش کیا اور سنگسار کر دیئے گئے، ان کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے ایسی توبہ کی، اگر اس کو سارے گناہ گاروں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے، حضرت غامدیہ صحابیہؓ کا قصہ بھی اسی قسم کا ہے۔

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعاً سجدا يبتغون فضلاً من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود.	محمد رسول اللہؐ، اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈھتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے۔

صحابہ کرام کا مقام بارگاہ رسالت میں

صحابہ کرام کی انھیں خصوصیات اور بارگاہ خداوندی میں اس مقام و مرتبہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچی رفاقت اور دین کی راہ میں ان کی غیر معمولی جانی و مالی قربانیوں کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کے نزدیک ان کا ایک ایک فرد مقبولیت و محبوبیت کے انتہائی مقام پر تھا، صحابہؓ کرام کی جماعت سے آپ ﷺ کے انتہائی تعلق کا اندازہ آپ ﷺ کے درج ذیل ارشادات سے ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہؓ بن معقل کی یہ روایت ترمذی شریف میں ہے۔

قال قال رسول الله ﷺ الله الله في اصحابي	یعنی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ

لاتتخذوهم غرضا من بعدى فمن احبهم فبحبى احبهم ومن ابغضهم فبغضى ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانى ومن آذانى فقد آذى الله ومن آذى الله فيوشك أن ياخذه.

تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انھیں تکلیف پہونچائی اس نے مجھے تکلیف پہونچائی اور جس نے مجھے تکلیف دی، اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جو اللہ کو تکلیف پہونچائے گا تو قریب ہے کہ اس کو اپنی پکڑ میں لے لے۔

مندرجہ بالا ارشاد نبوی کی روشنی میں کسی بھی صحابی رسول کے بارے میں بغض و نفرت کا جذبہ پالنا حرام قطعی ہے اور ایسا شخص اس واسطہ سے اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء پہونچانے کا سبب بنتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔

لا تسبو اصحابى فلو ان احدكم لو انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصفه.

میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو تم میں کا کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور آدھے مد کی مقدار کے برابر ثواب کو نہیں پہونچ سکے گا۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

اکرموا اصحابی فانهم خیارکم . (مشکوٰۃ)	یعنی میرے اصحاب کا اکرام کرو، اس لئے کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہؓ کرام کا اکرام واجب ہے، اور ان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا یا دوسرے سے نقل کرنا جو ان کے اکرام کے منافی ہو حرام ہے۔

ملا علی قاری نے شرح الشفاء میں آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

من احب الله عز وجل فلیحبنی ومن احبنی فلیحب اصحابی (تفسیر قرطبی تحت قولہٖ تعالیٰ فی بیوت اذن الله)	یعنی جو اللہ سے محبت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مجھ سے محبت رکھے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ میرے اصحاب سے بھی محبت رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے قلب میں صحابہؓ کرام کی عظمت اور محبت نہ ہو گی اس کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نصیب نہیں ہو گی۔

علامہ ذھبی نے اپنے رسالہ "الکبائر" میں صحابہؓ کرام کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

قال رسول الله ﷺ ان الله اختارنی واختارلی اصحابی وجعل له اصحاباً واخوانا واصهارا وسیجئی قوم بعدهم یعیبونهم وینقصونهم فلا تواکلوهم ولا تشاوروهم ولا تناکحوهم ولا تصلوا علیہ ولا تصلوا	آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ نے مجھے چنا اور میرے لئے میرے اصحاب کو چنا اور میرے لئے اس نے اصحاب واخوان اور اصھار بنائے، اور ان کے بعد ایک قوم پیدا ہو گی۔ یہ لوگ میرے اصحاب کی منقصت بیان کریں گے اور ان کی عیب جوئی کریں گے تم ان کے ساتھ نہ کھاؤ نہ

معهم . پیو نہ ان کا مشورہ لو نہ ان کو مشورہ دو، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز ادا کرو۔

اس ارشاد پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام، انبیاء و رسل کے بعد تاریخ انسانی میں اشرف ترین لوگوں میں سے تھے، جن کو اشرف الانبیاء کی معیت و صحبت اور اس کی تعلیم کی نشر و اشاعت اور شریعت کو عام کرنے کیلئے اللہ نے چنا تھا۔

نیز یہ معلوم ہوا کہ آنخضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی ہے کہ آپ کے بعد اس امت میں ایک طبقہ پیدا ہوگا جو صحابہ کرام کی عیب جوئی اور ان کی مذمت کیا کرے گا، یہ اس امت کا بدترین گروہ ہوگا۔ مسلمانوں کیلئے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان سے کسی طرح کا بھی تعلق رکھنا حرام ہوگا۔ ان کے ساتھ نماز بھی پڑھنی جائز نہ ہوگی، حتی کہ اگر ان دشمنان صحابہ کرام کے گروہ کا کوئی فرد مر جائے تو اس کی جنازہ کی نماز بھی پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

آنخضور اکرم ﷺ کے ان چند ارشادات سے دین میں صحابہ کرام کے مقام و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

صحابہ کرام اکابرین امت کی نگاہ میں

اکابر امت نے صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کو جانا تھا، اس وجہ سے ان کے قلوب میں ان کی عظمت و محبت اور ان کا احترام تھا، اس گروہ مقدس کا ہر فرد ان کے نزدیک محترم و مکرم تھا، ان کی زبان پر صحابہ کرام کا ذکر جمیل نہایت محبت و عقیدت کے ساتھ آتا تھا، صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر تمام اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت و محبت سے کیا جائے، ان کا ذکر برائی سے کرنا حرام ہے، اور جو ان کی مذمت و منقصت بیان

کرے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، شرح العقیدہ والطحاویہ میں ہے۔

> "سابقین علمائے امت یعنی صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین جو کتاب و سنت کے راوی ہیں اور اہل فقہ و قیاس ان کا ذکر بھلائی سے کیا جائے گا اور جو شخص ان کا تذکرہ برائی سے کرے گا، وہ مسلمانوں کی راہ پر نہ ہو گا۔ ص ۴۱۸

اسی کتاب میں صحابۂ کرام کے بارے میں یہ بھی مذکور ہے۔

> "ہم اہلسنت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں حد سے تجاوز نہیں کرتے، جو صحابۂ کرام کو دوست نہیں رکھتا ہم بھی اس کو دوست نہیں رکھتے، اسی طرح ہم اس کو بھی مبغوض سمجھتے ہیں جو ان کا ذکر خیر سے نہیں کرتا، ہم صحابۂ کرام کا ذکر صرف بھلائی سے کرتے ہیں، صحابۂ کرام کی محبت ایمان اور دین اور احسان ہے، اور ان سے بغض رکھنا کفر اور نفاق اور سرکشی ہے۔ ص ۳۹۶
>
> "اس سے بڑا گمراہ کون ہو گا جس کے دل میں ان لوگوں کے بارے میں جو نبیوں کے بعد خیار مومنین اور سادات اولیاء اللہ ہیں کوئی بات ہو۔ (ص ۳۹۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان صحابۂ کرام کے بارے میں فرماتے تھے۔

> " کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوباً واعمقھا علماً واقلھا تکلفاً.
>
> یعنی صحابہ کرام کی جماعت اس امت میں سب سے افضل جماعت تھی، قلوب کے اعتبار سے یہ ساری امت سے نیک تھے،

ان کا علم سب سے گہرا تھا، اور صحابہ کرام کی جماعت میں تکلف بہت کم تھا.........

حضرت ابو زرعہ فرماتے ہیں :

"جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی برائی کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ الاصابۃ ص ۱۱ ج ۱

حافظ ذھبیؒ فرماتے ہیں :

"فمن طعن فیهم او سبهم فقد خرج من الدین ومرق من ملة المسلمین ۔ (الکبائر ص ۲۲۸)

یعنی صحابہ کرام کو جس نے مطعون کیا یا ان کو برا بھلا کہا وہ دین اسلام سے نکل گیا اور مسلمانوں کی ملت اور جماعت سے وہ کٹ گیا۔

علامہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

ومن توقیره ﷺ توقیر اصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والاقتداء بهم و حسن الثناء علیهم .

(الاسالیب البدیعہ ص ۸)

یعنی آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کا یہ بھی تقاضا ہے کہ آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی توقیر کی جائے، ان کے ساتھ نیک سلوک ہو ان کا حق جانا جائے، ان کی پیروی کی جائے ان کی مدح و ثنا کی جائے۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

صحابہ کرام کی جو برائی کرے، اور ان کی لغزشوں کے درپے رہے اور ان کی طرف کوئی عیب منسوب کرے وہ منافق ہوگا۔

(الکبائر ص ۲۳۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

> جس نے اصحاب نبی میں سے کسی کو ابو بکرؓ کو عمرؓ کو عثمانؓ کو علیؓ کو، معاویہؓ کو عمرو بن عاصؓ کو برا بھلا کہا تو اگر وہ یہ کہے کہ وہ لوگ ضلال و کفر پر تھے تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات کہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔
>
> (شرح الشفاء ص ۵۵۷ ج۱)

اسلاف امت کی آراء کا خلاصہ

گذشتہ سطور میں صحابہ کرام کے بارے میں اسلاف کے جو چند اقوال پیش کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) صحابہ کرام کی شان میں بد گوئی یا ان کے بارے میں کسی طرح کی بد اعتقادی اور سوء ظن حرام ہے، اور اس سے آدمی اہلسنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۲) صحابہ کرام کے بارے میں بد ظنی و بد اعتقادی اور ہر ایسا عمل اور قول جو ان کی عظمت واحترام کے منافی ہو زندیقوں کا کام ہے۔

(۳) صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

(۴) صحابہ کرام کا ذکر ہمیشہ خیر ہی سے کیا جائے گا۔

(۵) تمام صحابہ کرام اللہ کے رسول کے محبوب تھے۔

(۶) صحابہ کرام کی شان میں بد کلامی کرنے والوں سے قطع تعلق واجب ہے۔

(۷) صحابہ کرام کی مذمت کرنے والا مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کی شان

میں کلمۂ بد بولے وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔

(۹) صحابۂ کرام کی عیب جوئی کرنے والا اور ان کی عظمت و مرتبہ کے خلاف بات کرنے والا منافق ہوتا ہے۔

(۱۰) صحابۂ کرام کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور ان سے بغض رکھنا ایمان کے منافی ہے۔

اس خلاصہ سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کا معاملہ عام مسلمانوں سے بالکل الگ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلاف امت نے صحابۂ کرام کی عیب جوئی کرنے والوں کو مردود الشہادۃ قرار دیا ہے، ایسے لوگوں کا شریعت کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔

صحابۂ کرام کو مجروح کرنے کی کوشش نبیؐ کی ذات کو مجروح کرنا ہے۔

صحابۂ کرام کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جس سے ان کا مقام و مرتبہ مجروح ہو، براہ راست اللہ کے رسول ﷺ کی ذات گرامی کو مجروح قرار دینے کی کوشش ہے، اور آپ ﷺ کی تربیت و تعلیم پر انگلی اٹھانا ہے، جن کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہوگی اس کا دل صحابۂ کرام کی عظمت و محبت سے بھی بھرا ہوا گا۔

صحابۂ کرام کی ذات پر تنقید رافضیت و شیعیت کی علامت ہے

صحابۂ کرام کے بارے میں بری ذہنیت شیعیت کی دین ہے، جن کے دل ودماغ میں شیعیت اور رافضیت کے جراثیم ہوتے ہیں انھیں کی زبان سے صحابۂ کرام کے بارے میں ان کی عظمت و شان کے خلاف بات نکلتی ہے، اگر آپ ان لوگوں کے حالات پر غور کریں گے جو صحابۂ کرام کی شان میں بد گوئی

کرتے ہیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ان کے افکار وخیالات پر پہلے ہی سے شیعیت کی چھاپ پڑی ہوتی ہے، اور وہ اپنے عقیدہ و عمل میں بہت حد تک شیعی مزاج اور شیعی فکر ہوتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شیعیت کے ساتھ ساتھ ناصبیت کا بھی جرثومہ پالے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے وہ ایک طرف عام صحابہ کرام کے بارے میں بدگو ہوتے ہیں تو دوسری طرف ان کے قلم وزبان سے خاندان نبوت کے افراد کی بھی عزت وناموس کو بٹہ لگتا ہے۔

ہم اپنی اس مختصر ابتدائی گذارشات کے بعد اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں، ہم آئندہ صفحات میں یہ دیکھیں گے کہ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف و نظریہ کیا ہے، اور کیا ان کا یہ نظریہ کتاب و سنت اور اکابر واسلاف کے فکر وخیال سے ہم آہنگ ہے یا اس کے خلاف ہے، تا کہ یہ فیصلہ کرنا آسان ہو کہ غیر مقلدین کا شمار اہلسنت میں سے ہے یا یہ فرقہ اہلسنت و الجماعت سے خارج فرقہ ہے۔ وباللہ التوفیق

☆☆☆☆☆

غیر مقلدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

غیر مقلدین کا صحابۂ کرام کے بارے میں نقطۂ نظر اور فکر و خیال کیا ہے؟ تو جب ہم نے اس بارے میں ان کے اکابر اور اصاغر کے خیالات سے آگاہی حاصل کی اور ان کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ہمیں صحابۂ کرام کے بارے میں ان کا عقیدہ اور فکر سراسر ضلالت و گمراہی کا پرتو نظر آیا، ان کے افکار و خیالات پر شیعیت کی چھاپ نظر آئی، صحابۂ کرام کے بارے میں ان کے قلم و زبان سے وہی کچھ اگلتا ہوا نظر آیا، جس کو شیعہ اگلا کرتے ہیں، اور صحابۂ کرام کی ذات قدسیہ کے بارے میں جو کچھ شیعہ کہتے ہیں، بڑی حد تک وہی سب کچھ غیر مقلدین بھی کہتے ہوئے نظر آئے، میری یہ بات بلا وجہ کی مبالغہ آرائی یا جماعت غیر مقلدین کے خلاف کسی تعصب کا مظاہرہ نہیں ہے، بلکہ ایک واقعی حقیقت کا اظہار ہے، آنے والی سطور میں ہم اس حقیقت کو دلائل و شواہد کی روشنی میں ظاہر کریں گے۔

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں ہے۔

غیر مقلدین کی جماعت کے مشہور عالم اور محدث نواب وحید الزماں صاحب نے اپنی مشہور کتاب "کنز الحقائق" میں اپنی جماعت کا عقیدہ بیان کیا ہے۔

> **ویستحب الترضی للصحابه غیر ابی سفیان ومعاویة وعمرو بن العاص ومغیرة بن شعبة و سمرة بن جندب۔**
>
> ص ۲۳۴۔(۱)
>
> یعنی صحابۂ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب ہے، لیکن ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں ہے۔

صحابۂ کرام کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ شیعیت اور رافضیت کی پیداوار ہے، یہ محدثین اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں ہے، یہ عبارت کنز الحقائق کے جس نسخے سے میں نے نقل کی ہے اس کا سال طبع ۱۳۳۲ھ ہے، یہ نسخہ مطبع شوکت الاسلام بنگلور کا مطبوعہ ہے، اسے نوے سال کا عرصہ ہونے جارہا ہے، اور غیر مقلدین نے آج تک اس عقیدہ سے براءت کا اظہار نہیں کیا، اس لئے نواب صاحب کا یہ فرمان صرف ان کی بات نہیں ہے، بلکہ تمام غیر مقلدوں کا یہی متفق علیہ عقیدہ ہے، اگر آج کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو بڑوں اور اکابر جماعت کی خاموشی کے بعد ان چھوٹوں اور بعد والوں کے انکار کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔

غیر مقلدین کے عقیدہ میں صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ فاسق تھے۔ (معاذ اللہ)

غیر مقلدین کے اکابر نے اس سے بھی آگے بڑھ کے بات کہی ہے انھوں نے صحابۂ کرام کی مقدس جماعت کے ان لوگوں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ لوگ معاذ اللہ فاسق تھے، نزل الابرار جلد ثالث کے حاشیہ میں یہ عبارت

---

(۱) میری کتاب مسائل غیر مقلدین کے مقدمہ میں جہاں اس عبارت کا ذکر ہے اس میں صفحہ نمبر غلط شائع ہو گیا ہے، ناظرین نوٹ کر لیں۔

موجود ہے۔

> " لقوله تعالىٰ فان جاء كم فاسق بنبأ فتبينوا نزلت فى وليد بن عقبه و كذلك قوله تعالىٰ أفمن كان مومنا كمن كان فاسقا ، ومنه يعلم ان من الصحابة من هو فاسق كالوليد ومثله يقال فى حق معاوية وعمرو ومغيرة و سمرة۔ (نزل الابرار ص۹۴ ج۳)
>
> یعنی فان جاء کم فاسق والی آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں اتری ہے، اسی طرح یہ آیت بھی أ فمن کان مومنا کمن کان فاسقا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ (معاذ اللہ) فاسق بھی تھے۔ جیسے ولید اور اسی طرح کی بات معاو، ،عمرو، مغیرہ اور سمرہ کے بارے میں بھی کہی جائے گی۔

نزل الابرار کتاب کا یہ نسخہ جس میں یہ بیہودہ عبارت ہے ۱۳۲۸ھ کا چھپا ہے اس کی طباعت مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کے اہتمام میں ہوئی تھی، ان کے والد کے قائم کردہ پریس سعید المطابع بنارس میں یہ کتاب چھپی ہے، اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عقیدہ صرف مولانا وحید الزماں صاحب کا ہے، بلکہ یہی عقیدہ غیر مقلدین کے اکابر کا بھی ہے، اور آج تک غیر مقلدین علماء کے کسی بڑے عالم نے اس عبارت سے براءت ظاہر نہیں کی ہے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی جن کے اہتمام اور جن کے حاشیہ سے یہ کتاب چھپی ہے ان کے بارے میں جامعہ سلفیہ بنارس سے چھپی کتاب "جهود مخلصه" میں لکھا ہے۔

> وقد رزقه الله اولاداً صالحين منهم المحدث محمد ابوالقاسم البنارسى وهو ايضامن تلاميذ السيد

نذير حسين الدهلوى .

یعنی محدث محمد سعید بنارسی کو اللہ نے صالح اولاد عطا کی تھی، جن میں محدث محمد ابوالقاسم بنارسی بھی ہیں یہ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔

غرض یہ کتاب محدث ابن محدث کے زیر اہتمام شائع ہو کر پوری جماعت غیر مقلدین کے عقیدہ و مسلک کی ترجمان ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جامعہ سلفیہ بنارس کی مطبوع کتاب، اہل حدیث کی تصنیفی خدمات میں اس کا بڑے پرزور الفاظ میں تعارف کرایا گیا ہے، اور اس کتاب کو فقہ اہل حدیث کی مشہور کتاب بتلایا گیا ہے، نزل الابرار اور ہدیۃ المھدی کا ص ۶۲ میں تعارف موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

> ”یہ کتابیں بھی فقہ اہل حدیث کے موضوع پر ہیں اور عوام میں بہت مقبول ہیں۔“

اور مصنف کتاب کا تعارف ان الفاظ سے کرایا گیا ہے، الشیخ العلام نواب وحید الزماں حیدر آبادی، ان شواہد اور دلائل کی روشنی میں کسی غیر مقلد کو اس کتاب کے مضامین سے انکار نہ ہونا چاہئے۔ اور اگر کوئی ان کتابوں کا انکار کرتا ہے تو وہ محض اپنا منہ بچانا چاہتا ہے، میں لکھ چکا ہوں کہ عقائد و مسائل کے باب میں بڑوں کی بات کے آگے چھوٹوں کا لا نسلم کہنا لکھنا بے حقیقت امر ہے، دنیا کا کوئی عقلمند اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔

(۳) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم میں سے کون افضل ہے، ہمیں اس کا پتہ نہیں، نواب وحید الزماں حیدر آبادی ھدیۃ المھدی میں فرماتے ہیں:

ولا نعرف اى هولاء الخمسة افضل و ارفع درجة

عنداللہ بل لکل منھم فضائل و مناقب جمة و کثرة الفضائل لسیدنا علی ولامامنا الحسن بن علی اذ ھما جامعان لفضیلة الصحبة وفضیلة الاشتراك فی اھل البیت ھذا ھو قول المحققین۔ ص ۲۹۴۔

یعنی ہمیں معلوم نہیں کہ ان پانچوں میں سے افضل کون ہے اور کس کا مقام اللہ کے یہاں اعلیٰ وارفع ہے، ان میں سے ہر ایک کی منقبتیں بہت ہیں، البتہ فضائل کی کثرت سیدنا علی اور سیدنا امام حسن کو حاصل ہے، اس لئے کہ ان کو شرف صحابیت بھی حاصل ہے اور اہل بیت میں سے ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، محققین کا قول یہی ہے۔

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بعد والے صحابہ کرام سے افضل ہوسکتے ہیں۔

غیر مقلدوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمان صحابہ کرام سے بھی افضل ہوسکتے ہیں، عہد صحابہ کرام کے بعد بہت سے لوگ ایسے ہوئے بھی جو صحابہ کرام سے افضل تھے۔ مولانا وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں۔

وھذا لا یستلزم ان لا یکون فی القرون اللاحقة من ھو افضل من ارباب القرون السابقة ،فان کثیراً من متأخری علماء ھذه الأمة کانوا افضل من عوام الصحابة فی العلم والمعرفة ونشر السنة وھذا مما لا ینکره عاقل (ص ۹۰)

یعنی آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ خیر القرون قرنی ثم

> الذین یلونھم الخ سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں سے افضل نہ ہوں، اس لئے کہ بہت سے اس امت کے متاخرین علماء علم و معرفت اور سنت کی نشر واشاعت میں عوام صحابہ سے افضل تھے، اور یہ وہ بات ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا.

ہمیں اب تک کسی غیر مقلد عالم کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ اس نے نواب وحید الزماں کی اس بات کا انکار کیا ہو، اس لئے یہ عقیدہ بھی اس جماعت کا مسلم عقیدہ ہے۔

امام مہدی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل ہیں

غیر مقلدین علماء کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام مہدی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے: نواب وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں:

> **والمحقق ان الصحابی له فضیلة الصحبة ما لایحصل للولی ولكنه یمكن ان تكون لبعض الاولیاء وجوه اخریٰ من الفضیلة لم تحصل للصحابی كما روی عن ابن سیرین باسناد صحیح ان امامنا المهدی یكون افضل من ابی بكر و عمر. هدیة المهدی ص۹۰**

> یعنی محقق بات یہ ہے کہ صحابی کو صحبت کی فضیلت حاصل ہے، جو ولی کو حاصل نہیں، لیکن ممکن ہے کہ کچھ ولیوں کو فضیلت کی کچھ دوسری وجہیں حاصل ہوں، جو صحابی کو حاصل نہیں ہیں جیسا کہ ابن سیرین سے صحیح سند سے مروی ہے کہ ہمارے امام

مہدی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) سے افضل ہوں گے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ کسی اہلسنت نے اس دلیل سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر حضرت امام مہدی کی فضیلت ثابت کی ہے۔

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا بدعت ہے

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ میں التزاماً خلفاء کرام کا نام لینا بدعت ہے۔ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

ولا یلتزمون ذکر الخلفاء ولا ذکر سلطان الوقت لکونہ بدعۃ غیر ما ثورۃ عن النبی واصحابہ۔ ص ۱۱۰

یعنی اہل حدیث خلفاء اور سلطان وقت کا خطبہ جمعہ میں نام لینے کا التزام نہیں کرتے، اسلئے کہ ایسا کرنا بدعت ہے کہ آنحضور ﷺ اور صحابۂ کرام سے یہ منقول نہیں ہے۔

صحابی کا قول حجت نہیں ہے

غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ میں صحابی کا قول دین و شریعت میں حجت نہیں ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

دوم آنکہ اگر تسلیم کردہ شود کہ سند ایں فتوٰی صحیح ست تاہم ازو احتجاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست۔ ص ۳۴۰

یعنی دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کا یہ فتویٰ صحیح بھی ہے تب بھی اس سے

دلیل پکڑنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ صحابی کا قول دلیل نہیں ہے۔

اور نواب صدیق حسن نے عرف الجادی میں لکھا ہے۔

حدیث جابر دریں باب قول جابر ست و قول صحابی حجت نیست

یعنی حضرت جابر کی یہ بات (کہ لا صلوٰۃ لمن یقرأ والی حدیث تنہا نماز پڑھنے والے کیلئے ہے۔) حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔ ص ۳۸

فتاویٰ نذیریہ میں حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

مگر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کیلئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

(فتویٰ نذیریہ ص ۵۹۴ ج ۱)

صحابی کا فعل بھی حجت نہیں ہے

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابی کا فعل بھی حجت نہیں ہے، التاج المکلل میں نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں۔

وفعل الصحابی لا یصلح للحجۃ ص ۲۹۲

یعنی صحابی کا فعل اس لائق نہیں ہوتا کہ وہ دلیل شرعی بنے۔

صحابی کی رائے حجت نہیں ہے

غیر مقلدوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ صحابۂ کرام کی رائے دین میں حجت نہیں ہے۔ عرف الجادی میں ہے کہ:

آرے اگر سخن ہست در قبول رائے ایشاں نہ روایت یعنی اگر گفتگو ہے تو یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی رائے قبول نہیں نہ کہ ان

کی روایت۔

صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے

غیر مقلدین کے مذہب میں جس طرح صحابہ کرام کا قول و فعل اور ان کی رائے حجت نہیں ہے، اسی طرح صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے، فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

> رابعاً یہ کہ ولو فرضنا تو یہ عائشہ اپنے فہم سے فرماتی ہیں، یعنی حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ اگر آنحضور ﷺ اس زمانہ میں ہوتے تو آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے) اور فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے۔ (ص ۶۲۲ ج ۱)

حضرت عائشہؓ کی شان میں فتاویٰ نذیریہ والے مفتی کی گستاخی

اس مسئلہ کے ضمن میں کہ حضرت عائشہؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے والی بات اپنی فہم سے فرمائی ہے، جو حجت شرعی نہیں۔ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے حضرت عائشہؓ کی شان میں زبردست گستاخی کی ہے، انھیں آنحضور ﷺ کے حکم کا مخالف بتایا ہے، اور ان کو قرآن کی اس آیت کے مصداق قرار دیا ہے: ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم و ساء ت مصیراً۔ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی بات ملاحظہ ہو۔

آیت کا ترجمہ یہ ہے: یعنی جو رسول سے اختلاف کرے گا جبکہ کھل چکی ہے اس پر سیدھی راہ اور مومنین کے علاوہ راستہ چلے گا تو ہم اس کو وہی حوالہ کر دیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کو جہنم میں پہونچادیں گے۔

پھر اب جو شخص بعد ثبوت قول رسول و فعل صحابہ کی مخالفت کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے: **ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم الآیة.** جو حکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہو جائے اس میں ہرگز رائے و قیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ انا خیر منه حکم صریح الٰہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا ہے، اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔ ص ۶۲۲

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی گمراہی ملاحظہ فرمائیں اس نے درپردہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیسا زبردست حملہ کیا ہے، افسوس اس فتویٰ پر میاں نذیر حسین صاحب کا بھی بلا کسی اختلافی نوٹ کے دستخط موجود ہے، مفتی کے اس بیہودہ کلام کا حاصل یہ نکلتا ہے:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور ﷺ کے حکم کی مخالفت کی۔

(۲) حضرت عائشہ نے اس مسئلہ میں آنحضور ﷺ کے حکم کی مخالفت کر کے آیت مذکورہ بالا کا مصداق ہوئیں۔

(۳) حضرت عائشہ نے اس مسئلہ میں اپنے قیاس اور رائے کو دخل دیا۔

(۴) حضرت عائشہ نے دین کے حکم میں رائے اور قیاس کو دخل دیکر وہی کام کیا جو شیطان نے انا خیر منه کہہ کر کیا تھا۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ یہ کہہ کر کہ موجودہ وقت عورتوں کو مسجد اور عید گاہ جانا مناسب نہیں ہے۔ شریعت کو بدل ڈالنے کی جرأت کی۔

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

جناب میں یہ گستاخیاں بڑے سے بڑا گنہگار بھی اگر اس کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہے کر سکتا ہے؟

غیر مقلدین خلفائے راشدین کے عمل کو مستقل سنت تسلیم نہیں کرتے

تمام اہلسنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل مستقل سنت ہے، اور ان کی سنت کی اتباع بحکم حدیث نبوی **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** لازم ہے، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

> **فسنة الخلفاء الراشدين هي مما امر الله به و رسوله وعليه ادلة شرعية كثيرة۔** (فتاویٰ ص ۱۰۸ ج ۴)
>
> یعنی خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور اس پر بہت سے شرعی دلائل ہیں۔

لیکن غیر مقلدین کے علماء کا یہ مذہب نہیں ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ ہم خلفائے راشدین کی انھیں سنتوں کو قبول کریں گے جو آنحضور ﷺ کے قول و عمل سے موافق ہو گی۔ خلفائے راشدین کی مستقل سنت دین میں حجت نہیں ہے، چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں علیکم بسنتی الخ والی حدیث کی شرح میں اپنی اس بات کو بڑی قوت سے بیان کیا ہے۔ (دیکھو تحفہ)

غیر مقلدین اور حضرت عمرؓ

غیر مقلدین کے اکابر واصاغر نے خلفائے راشدین میں سے بطور خاص حضرت عمر فاروقؓ کو اپنے قلم کا اپنی کتابوں میں بہت نشانہ بنایا ہے، اور ان کی

شخصیت کو مجروح کرنے کیلئے تمام وہ حربے استعمال کئے ہیں، جن کا استعمال حضرت فاروقؓ کے بارے میں شیعہ کرتے ہیں، ھدف دونوں فرقوں کا حضرت عمر رضی اللہ کی ذات کو مطعون کرتا ہے، بس انداز کا فرق ہے۔

حضرت عمرؓ موٹے موٹے مسائل میں غلطی کرتے تھے اور ان کا شرعی حکم انھیں معلوم نہیں تھا

چنانچہ طریق محمدی میں مولانا محمد جونا گڈھی لکھتے ہیں:

> پس آؤ سنو بہت سے صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ان میں غلطی کی، اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق اعظمؓ بے خبر تھے۔ ص ۴۱

پھر دس مسئلوں میں حضرت عمرؓ کی بے خبری ثابت کرنے کے بعد محمد جونا گڈھی صاحب کا ارشاد ہوتا ہے:

> یہ دس مسئلے ہوئے ابھی تلاش سے ایسے اور مسائل بھی مل سکتے ہیں.......... ان موٹے موٹے مسائل میں جو روز مرہ کے ہیں دلائل شرعیہ آپ سے مخفی رہے۔ ص ۴۲

اللہ اکبر! غیر مقلدین میں ایسے بھی دم خم والے علماء موجود ہیں جو حضرت عمر فاروقؓ کی بھی دینی و شرعی مسائل میں غلطیاں پکڑتے ہیں۔

خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام نافذ کرتے تھے

غیر مقلدوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ خلفائے راشدین اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر احکام شرعیہ اور کتاب و سنت کے خلاف احکام صادر کیا کرتے تھے، اور

خلفائے راشدین کے ان احکام کو امت نے اجماعی طریقہ پر رد کر دیا

جامعہ سلفیہ بنارس کے محقق رئیس احمد ندوی سلفی صاحب فرماتے ہیں:

> ”اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا“ (تنویر الآفاق ص ۱۰۷)

اس سلسلہ میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

> ”ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دیکر نصوص واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔ ص ۱۰۷ ایضاً

اسی سلسلہ کا ندوی سلفی موصوف کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

> مگر ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عمرؓ یا کسی بھی خلیفہٴ راشد نے نصوص کتاب وسنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا، لیکن پوری امت نے ؟ان معاملات میں بھی حضرت عمرؓ یا دوسرے خلیفہٴ راشد کی جاری کردہ قانون کے بجائے نصوص کی پیردہے۔ ص ۱۰۸

ناظرین کرام موصوف محقق سلفی صاحب کی ان عبارتوں سے مندرجہ ذیل حقائق کا انکشاف ہوتا ہے:

(۱) خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام جاری کرتے تھے۔

(۲) پوری امت نے اجماعی طریقہ پر خلفائے راشدین کے ان خلاف

کتاب و سنت احکام کو رد کر دیا ہے۔

(۳) خلفائے راشدین کتاب و سنت کے خلاف دینی و شرعی احکام میں اپنا موقف اختیار کرتے تھے۔

(۴) خلفائے راشدین کتاب و سنت کے خلاف قانون جاری کرتے تھے۔

یہ ہیں وہ حقائق جو جامعہ سلفیہ بنارس کے سلفی ندوی استاذ کے کلام سے ماخوذ ہیں، اب مسلمان غور فرمائیں کہ کیا اس کے بعد بھی خلفائے راشدین کا دین و شریعت میں کوئی مقام باقی رہ جاتا ہے، اور خلفائے راشدین کی کتاب و سنت کے خلاف اس جرأت بیجا کے بعد بھی ان کو راشد کہنا عقلاً و نقلاً درست قرار پائے گا؟ یا مسلمانوں کو ان کی باتوں پر یا ان کی سنتوں پر کسی بھی درجہ میں اعتماد کرنا جائز و درست ہوگا۔

خلفائے راشدین کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ انداز گفتگو عین رافضیت و شیعیت کے فکر و نظر کا اظہار نہیں ہے؟

آپ غور فرمائیں کہ اگر غیر مقلدوں کا خلفائے راشدین کے بارے میں یہ فکر کسی بھی درجہ میں معتبر ہے تو پھر **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** کا کیا معنی باقی رہ جاتا ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کا نصوص شرعیہ کے خلاف موقف

غیر مقلدین علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دینی و شرعی معاملات میں نصوص شرعیہ کے خلاف موقف اختیار کرتے تھے، مولانا رئیس احمد ندوی صاحب فرماتے ہیں:

> ظاہر ہے کہ کسی نصوص کے خلاف ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے موقف کو لائحۂ عمل اور حجت شرعیہ کے طور پر دلیل راہ نہیں بنایا جا سکتا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کر لیا تھا، اس لئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ص ۸۷۔ ۸۸

مسلمانوں ذرا غور کرو کہ غیر مقلدیت کا راستہ کیسا شیطانی راستہ ہے کہ اس راہ پر چلنے کے بعد آدمی صحابۂ کرام حتی کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے فقہائے صحابہ کے بارے میں کیسی زبان استعمال کرنے لگتا ہے۔

خدارا ذرا بتلاؤ صحابۂ کرام کے بارے میں یہ انداز گفتگو کسی اہل سنت والجماعت کا ہو سکتا ہے؟ اور کیا ایسے لوگ اہل حق قرار دیئے جا سکتے ہیں؟

آہ غیر مقلدیت کی راہ کیسی پر خطر راہ ہے، جس راہ پر چل کر ایمان کا بچانا دشوار ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو قرآن کی آیات واحادیث سمجھ میں نہیں آئیں

یہی جامعہ سلفیہ بنارس کے ندوی و سلفی غیر مقلد صاحب بڑے طنطنے سے اور نہایت تحقیر آمیز انداز میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ گہر افشانی کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

> قرآن مجید کی دو آیتوں اور پچاسوں حدیثوں میں تیمم سے نماز کی اجازت ہے، حضرت عمر اور ابن مسعود کے سامنے یہ آیات واحادیث پیش ہوئی تھیں، پھر بھی ان کی سمجھ میں بات نہیں آسکی۔ ص ۴۱۸

یہ انداز گفتگو اسی کا ہو سکتا ہے جس کا قلب بغض صحابہ سے مکدر ہو، اور جس کے فکر و ذھن پر شیعیت نے پورا قبضہ جمالیا ہو، جسے نہ عمر کا مقام معلوم ہو نہ ابن مسعود کا (رضی اللہ عنہما) افسوس غیر مقلدیت کے نام پر صحابۂ کرام کی ذوات قدسیہ پر اس طرح حملے ہو رہے ہیں، اور دین کی بنیاد ڈھانے کا نہایت خوفناک کھیل کھیلا جا رہا ہے، ہماری دینی بے حسی کا حال یہ ہے کہ ہمارے اندر اتنی جرأت نہیں کہ صحابۂ کرام کے بارے میں ایسے گستاخوں کے ہاتھ سے قلم چھین لیں۔

حضرت عمرؓ نے قرآنی حکم کو بدل ڈالا

جامعہ سلفیہ کا یہ محقق عمر فاروقؓ کے خلاف اپنے دل میں سخت کینہ پالے ہوئے ہے، جس عمر فاروق کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس راہ سے عمر گذرتے ہیں شیطان اس راہ سے نہیں گزرتا، اور جس عمر فاروقؓ کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے، اور جس عمر فاروقؓ کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ اللہ نے حق کو حضرت عمر کی زبان پر نازل کیا ہے، اور جس عمرؓ کی یہ شان تھی کہ قرآن میں بیس سے زیادہ آیتیں حضرت عمر کی خواہش کے مطابق اللہ نے نازل فرمائی، جس عمر فاروقؓ کے اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو بے پناہ طاقت حاصل ہوئی، اور جس عمر فاروقؓ کو وفات کے بعد اللہ کے رسول کے پہلو میں سونے کی جگہ ملی، جس عمر کو فاروق یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا کا لقب دربار نبوت سے ملا، انھیں عمر کے بارے میں غیر مقلدین شیعوں کے ہم زبان ہو کر یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ عمر فاروق نے اللہ کی شریعت کو بدل ڈالا تھا، اور قرآن کے حکم میں ترمیم کر دی تھی، جامعہ سلفیہ کا یہ سلفی ندوی محقق عمر فاروق کی شان میں کیا بکتا ہے، ناظرین ملاحظہ فرمائیں لکھتا ہے:

> موصوف عمر کی خواہش و تمنا بھی یہی تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیں، مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی، اس قرآنی حکم میں موصوف نے یہ ترمیم کی کہ تین قرار پانے لگیں (ص ۴۹۸ تنویر)

اس کے بعد موصوف نہایت غیظ و غضب کے عالم میں حضرت عمرؓ کے خلاف اپنے دلی بغض کا یوں اظہار کرتے ہیں:

> پھر کیا وجہ ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلثہ میں فرمان فاروقی کو جو تعزیری طور پر نافذ کیا گیا تھا اور نصوص کتاب و سنت کے خلاف بعض سیاسی مصلحت کے سبب اپنایا گیا تھا، قانون شریعت بنالیا جائے۔ (ص ۴۹۹)

حضرت علی اور صحابہ کرام غصہ میں غلط فتویٰ دیا کرتے تھے

حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وقت کی تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ دیا تھا، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جامعہ سلفیہ کے ندوی سلفی استاذ حدیث صاحب فرماتے ہیں:

> ظاہر ہے کہ حضرت علی نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی...... یہی غصہ والی بات ان صحابہ کے فتاویٰ میں بھی کارفرما تھی، جنھوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو واقع بتلایا۔ ص ۱۰۳

مزید ارشاد ہوتا ہے۔

> ظاہر ہے کہ زبان سے غصہ کی حالت میں نکلی ہوئی ایسی

باتوں کو حجت شرعی نہیں قرار دیا جا سکتا جبکہ غیر نبی کی یہ باتیں خلاف نصوص ہوں۔ ص ۱۰۴

اہل علم غور فرمائیں کہ اس غیر مقلد محقق نے حضرت علیؓ اور حضرات صحابہ کی شان میں کیسی بیہودہ بکواس کی ہے، وہ کہتا ہے کہ حضرت علی نے ایک وقت کی تین طلاق کے تین ہونے کا جو فتویٰ دیا تھا وہ غصہ میں تھا اور غلط تھا، صحابۂ کرام کے بھی ایسے سارے فتاوے کا جن میں تین طلاق کے تین ہونے کا ذکر ہے وہ غصے کے اور غلط فتاویٰ ہیں۔ حضرت علی اور صحابہ کرام کے یہ فتاوے کتاب وسنت کے خلاف ہیں جو قابل قبول نہیں۔

خلیفۂ راشد حضرت علی یا عام صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں وہی کرے گا جس کی عقل ماؤف ہو چکی ہو، جس کا قلب مریض ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کی عاقبت خراب کرنے فیصلہ کر چکا ہوتا ہے تو اس کی زبان و قلم سے خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں نکلتی ہیں اور اس کی ذھنیت اس قسم کی بنتی ہے اور اس کی زبان و قلم سے اس قسم کی بیہودہ باتیں نکلتی ہیں۔

غیر مقلدیت کے عنوان پر ضلالت و گمراہی کی کیسی کیسی راہیں کھل رہی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت نہ فرمائے تو ایمان ہی کے بھسم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

غیر مقلدین کا خیال ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نماز اور دین کی بہت سی باتیں بھول گئے تھے۔

غیر مقلدین کے اصاغر ہی سے نہیں بلکہ اکابر سے بھی بہت سی باتیں

بالکل بہلولی قسم کی صادر ہوتی ہیں کہ ان کو عام عقل انسانی بھی باور نہیں کر سکتی، مگر یہ غیر مقلدین اپنے نظریہ اور اپنے فکر کو سچ ثابت کرنے کیلئے ان کا اپنی زبان و قلم سے برملا اظہار کرتے ہیں۔ خواہ اس سے جماعت صحابہ کی عظیم سے عظیم تر شخصیت کی عظمت مجروح ہوتی ہو مگر ان غیر مقلدوں کو اس کی ذرا بھی پروا نہیں ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جماعت صحابہ میں بڑا عظیم مرتبہ حاصل تھا، اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت و ملازمت میں بیشتر اوقات رہا کرتے تھے، کوئی اجنبی آتا تو ان کو خاندان نبوت کا فرد سمجھتا۔ ان کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ **تمسکوا بعهد ام عبد** ابن مسعودؓ کے طور و طریق اور ان کے احکام کو مضبوطی سے تھام لو، نیز اللہ کے رسول صحابہٗ کرام سے فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود جس طرح تمہیں قرآن پڑھائیں اس کے مطابق قرآن پڑھا کرو، اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم و فقہ اور ان کی دینی پختگی اور امور جہاں بانی میں ان کی صلاحیت پر ایسا اعتماد تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ **لو کنت مو مرا احدا منهم من غير مشورة لامرت عليهم ابن ام عبد،** (ترمذی) یعنی اگر میں کسی کو جماعت صحابہ پر بلا مشورہ امیر اور حاکم بناتا تو ابن مسعود کو بناتا۔

غرض صحابہٗ کرام کی جماعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بڑا امتیازی مقام حاصل تھا، مگر غیر مقلدوں کا ان کے بارے میں کیا حال ہے اور ان کے نزدیک انکی کیا مزیت و فضیلت ہے تو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری جیسا غیر مقلدین کا محدث یہ فرماتا ہے کہ ان کو تو نماز بھی پڑھنے نہیں آتی تھی، نماز کی وہ بہت سی چیزوں کو بھول گئے تھے، اسی وجہ سے وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، اور ابن مسعود تو نماز کے مسائل کے علاوہ بھی دین کی بہت سی باتوں کو بھول گئے تھے، مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے ترمذی کی شرح میں

حضرت عبد اللہ بن مسعود پر جو کلام کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے، ناظرین کی بصارت کیلئے میں ان کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

> "ولو تنزلنا وسلمنا ان حديث ابن مسعود هذا صحيح او حسن فالظاهر ان ابن مسعود قد نسيه كما قد نسى اموراً كثيرةً" (تحفۃ الاحوذی ص ۲۲۱ ج ۱)
>
> یعنی اگر ہم نزول کریں اور تسلیم کرلیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی رفع یدین نہ کرنے والی یہ حدیث صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ ابن مسعود نے رفع یدین کرنا بھلادیا تھا، جیسا کہ انھوں نے دین کی بہت سی باتوں کو بھلادیا تھا۔

اب جب ان غیر مقلدین سے کہا جاتا ہے کہ سوچو تم حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں کیا کہہ رہے ہو کیا یہ بات ایک عام مسلمان سے بھی ممکن ہے کہ نماز کی اتنی اہم سنت کو اپنی پوری زندگی بھولا رہے اور اسے لوگوں کا رفع یدین کرنا دیکھ دیکھ کر بھی یاد نہ آئے، تو غیر مقلدوں کے بڑے چھوٹے سب ایک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ یہ بات ہم تحقیقاً نہیں کہہ رہے ہیں، تقلیداً کہہ رہے ہیں اور فلاں نے بھی تو یہی کہا ہے یعنی یہاں غیر مقلدین خالص دوسروں کے مقلد بن جاتے ہیں اور اس وقت نہ تقلید حرام ہوتی ہے اور نہ شرک۔

صحابہ کرام خلاف نصوص عمل پر عمل پیرا تھے

غیر مقلدین کے علماء اکابر کا یہ بھی مذہب ہے کہ صحابہ کرام خلاف نصوص کام بھی کیا کرتے تھے، حالانکہ وہ جانتے ہوتے کہ یہ کام کتاب وسنت کے خلاف اور حرام و معصیت ہے، مولانا رئیس احمد ندوی فرماتے ہیں:

> ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر یہ سارے صحابہ بیک وقت تین طلاق دے ڈالنے والے فعل کو

> حرام و معصیت اور خلاف نصوص کتاب و سنت قرار دینے پر متفق ہیں۔ (تنویر الآفاق ص ۵۱)

اور اسی سلسلہ کا رئیس احمد ندوی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس کا یہ دوسرا ارشاد بھی ملاحظہ ہو، اس میں پہلی بات کی تکرار کے علاوہ جوش غیر مقلدیت کا مزید مظاہرہ ہے، فرماتے ہیں، ندوی سلفی صاحب:

> اس سے قطع نظر ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر وہ بھی ایک وقت میں تینوں طلاق دے ڈالنے والے فعل کو نصوص کتاب و سنت کے خلاف اور حرام و معصیت قرار دینے پر متفق ہیں، لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت جو فعل حرام و معصیت ہو اور جس کے کرنے کی اجازت نہ ہو اسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم و واقع مان لینا دوسروں کیلئے دلیل شرعی حجت کیونکر ہو سکتا ہے۔ (ص ۵۴، تنویر الآفاق)

یعنی موصوف استاذ جامعہ سلفیہ ندوی سلفی صاحب کے نزدیک صحابہؓ کرام وہ کام بھی کیا کرتے تھے جو (۱) خلاف نصوص ہوا کرتے تھے جو (۲) حرام و معصیت ہوا کرتے تھے۔ (۳) شریعت میں جن کی اجازت نہیں ہوا کرتی تھی، معاذ اللہ، یہ ہیں صحابہؓ کرام کے بارے میں غیر مقلدوں کا گندہ عقیدہ، اگر صحابہؓ کرام کا یہی حال تھا جیسا کہ ندوی سلفی صاحب فرماتے ہیں، تو کیا ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: **رضی الله عنهم ورضوا عنه**، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور کیا ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ: **وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان اولئك هم الراشدون**، جو اس بات پر نص قطعی ہے کہ صحابہؓ کرام کو فسق و عصیان والے کام سے طبعی نفرت تھی۔

خلاف شرع جانتے ہوئے بھی صحابۂ کرام اس کا فتویٰ دیتے تھے

غیر مقلدین کا مذہب یہ بھی ہے کہ صحابۂ کرام کو معلوم ہوتا تھا کہ فلاں کام حرام، معصیت ہے، خلاف نصوص ہے، مگر اس کے باوجود بھی وہ اس خلاف شرع کام کا فتویٰ دیتے تھے، جامعہ سلفیہ کے شیعی المزاج والفکر استاذ سلفی ندوی کا یہ کلام ذی شان ملاحظہ ہو، فرمایا جاتا ہے:

> ہم یہ دیکھتے ہیں کہ متعدد صحابہؓ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کے وقوع کا اگرچہ فتویٰ دیتے تھے مگر بہ صراحت بھی ان سے منقول ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہے اور حرام وناجائز بھی۔ (تنویر الآفاق ص ۱۰۵)

اس عبارت کا حاصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ صحابۂ کرام کی جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے، جو یہ جان کر بھی کہ فلاں کام خلاف نصوص ہے، حرام اور معصیت ہے، پھر بھی اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے، اور اس طرح وہ لوگوں کو حرام اور معصیت کے کام میں مبتلا کرتے تھے۔

صحابۂ کرام کے بارے میں میرا خیال ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا رافضی بھی اس سے سخت تر بات نہیں کہہ سکتا، اگر محقق موصوف کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر صحابۂ کرام کی عدالت کا ساقط ہونا یقینی ہے، خلاف نصوص قصداً اور عمداً فتویٰ دینا اور حرام ومعصیت جان کر بھی اس بات کو لوگوں میں اپنے فتاویٰ کے ذریعہ سے پھیلانا، یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس گناہ کا مرتکب دائرہ فسق میں آتا ہے، اس کو عادل کیسے کہا جائیگا۔

شیعوں نے صحابۂ کرام کے بارے میں جن باتوں کو غیر سنجیدہ اور غیر علمی انداز میں پھیلایا تھا آج انھیں باتوں کو غیر مقلدیت کی راہ سے علم وتحقیق

کے نام پر پھیلایا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف

جامعہ سلفیہ کے محقق سلفی ندوی نے اپنی کتاب "تنویر الآفاق" میں رسولِ اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور فقہائے صحابہ میں عظیم المرتبت فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف نہایت سوقیانہ و عامیانہ زبان میں گفتگو کی ہے، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

> چونکہ ابن مسعود کا بیان مذکور اللہ و رسول کے بیان کردہ اصول شریعت کے خلاف ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ بیان ابن مسعود شرعاً ساقط الاعتبار ہے۔

مزید ارشاد ہوتا ہے۔

> دریں صورت ابن مسعودؓ کا اپنی نظر میں اس طرح کا تلبیس والا مشکوک عمل اگر قابل نفاذ ہے، لیکن شریعت کی نظر میں اس کا حکم بھی واضح و ظاہر ہے، یعنی کہ ایسی تین طلاقیں ایک قرار پائیں گی تو آخر حکم شریعت کو چھوڑ کر ابن مسعود یا ان کے علاوہ دوسروں کے موقف کو کس دلیل شرعی کی بنیاد پر اصول فتویٰ بنا لینا درست ہے
>
> (ص ۱۶۵)

صحابہ کرام آیات سے باخبر ہونے کے باوجود ان کے خلاف کام کرتے تھے

غیر مقلد سلفی ندوی محقق کا صحابہ کرام کے بارے میں یہ گندہ ریمارک بھی قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس گستاخ قلم کی جرأت کی داد دیں، فرمایا جاتا ہے

> بہت سے صحابہ و تابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے۔ (ص ۴۷، تنویر)

قرآن کی آیت کا علم و خبر رکھنے کے باجود صحابۂ کرام ان آیات کے خلاف عمل کرنا یہ شیعوں کے گھر سے اڑائی ہوئی بات ہے، شیعوں نے صحابۂ کرام کے بارے میں اپنی کتابوں میں اسی قسم کی باتیں لکھی ہیں، آج غیر مقلدین پر بھی یہی شیعی ذھنیت چھائی ہوئی ہے، اس لئے صحابۂ کرام کے بارے میں جو شیعہ کہتے آئے ہیں، آج غیر مقلدین بھی انھیں کی تھاپ پر اپنا طبلہ بجا رہے ہیں۔

صحابۂ کرام نصوص کے خلاف فتوئی دیا کرتے تھے

غیر مقلدین کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صحابۂ کرام کتاب و سنت کی نصوص کے خلاف فتوئی دیا کرتے تھے، اس کتاب "تنویر الآفاق" میں جامعہ سلفیہ کے ندوی سلفی محقق صاحب فرماتے ہیں:

> حالانکہ پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کے وہ فتاوے حجت نہیں بنائے جا سکتے جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں۔ (ص ۵۱۵)

غیر مقلدین کو تو اللہ کا ایسا ڈر اور کتاب و سنت سے ایسا عشق اور شریعت کے احکام کی ایسی معرفت ہے کہ ان کا ہر ہر عمل کتاب و سنت کے مطابق ہوتا ہے اور ان کے قلم سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ ہو بہو شریعت ہوتا ہے، مگر صحابۂ کرام کو نہ معاذ اللہ غیر مقلدیت والا تقوئی حاصل تھا اور نہ ان جیسا صحابہ کرام کو کتاب و سنت سے عشق تھا نہ شریعت کی صحابہ کرام کو غیر مقلدین والی معرفت

حاصل تھی اور نہ ان کے دلوں میں نصوص کتاب و سنت کا ان جیسا احترام تھا، و صحابہ کرام کتاب و سنت کے نصوص کے خلاف فتویٰ جاری کیا کرتے تھے، معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کے بارے میں

حضرت عبد اللہ بن عباس کا فتویٰ تین طلاق کے بارے میں جمہور اہل سنت کے مطابق ہے، یعنی وہ بھی تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ دیا کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عباس کے اس فتویٰ کو کنڈم کرتے ہوئے جامعہ سلفیہ کے محقق استاذ صاحب فرماتے ہیں:

> اگر بالفرض حضرت ابن عباس کا یہ فتویٰ (کہ تین طلاق ایک ہوتی ہے) نہ بھی ہو تو ہم حدیث کے متبع ہیں، ابن عباس کے نہیں۔ ۴۴۸، تنویر)

ناظرین یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے بطور خاص دعا فرمائی تھی۔ اللهم فقه في الدين وعلمه التاويل، یعنی خدایا تو ابن عباس کو دین میں تفقہ کی دولت عطا فرما اور ان کو قرآن کی تفسیر کا علم مرحمت فرما، آنحضور ﷺ کی اسی دعا کے پیش نظر قرآن کے فہم میں حضرت ابن عباس کا وہ مقام تھا کہ ان کو امت نے ترجمان القرآن کے لقب سے نوازا، اور صحابہ کرام میں ان کو وہ خصوصی امتیاز تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کے ساتھ ان کو مشوروں میں شریک کیا کرتے تھے، اور دین و شریعت کے بارے میں انکے تفقہ و فہم پر ان کو اور سارے صحابہ کرام کو بھرپور اعتماد تھا، مگر غیر مقلدین کو ان کے تفقہ اور ان کے فتویٰ پر اعتماد نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا۔ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدوں کا یہ انداز گفتگو بتلاتا ہے کہ صحابہ کرام سے ان کو کس درجہ کی چڑ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر کے بارے میں

غیر مقلدیت اختیار کر لینے کے بعد آدمی صحابۂ کرام کے بارے میں کس درجہ گستاخ ہو جاتا ہے اس کا اندازہ درج ذیل کلام سے کیجئے، جو حضرت عبد اللہ بن عمر اور ان کے والد حضرت عمر فاروق کے بارے میں جامعہ سلفیہ بنارس کے استاذ حدیث کے قلم سے نکلا ہے، فرماتے ہیں:

> جب فرمان نبوی کے بالمقابل باعتراف ابن عمر ان کے باپ عمر فاروق جیسے خلیفہ راشد کا قول و عمل نا قابل قبول ہے تو ابن عمر یا کسی بھی صحابی کا جو قول و عمل خلاف فرمان نبوی ہو وہ کیوں کر مقبول ہو سکتا ہے۔ (ص ۳۴۶، تنویر)

اس پوری کتاب میں اسی بات پر پورا زور صرف کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ صحابۂ کرام، اور خلفائے راشدین کتاب و سنت کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے، کتاب و سنت کے خلاف عمل کیا کرتے تھے، حرام و معصیت کے مرتکب ہوا کرتے تھے، اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان تھے، حکم شریعت کو بدل دیا کرتے تھے، غصہ میں غلط اور خلاف نصوص و کتاب و سنت فتویٰ دیا کرتے تھے، اور تمام امت ان کے اس طرح کے اقدامات کو غلط قرار دیا کرتی تھی اور اس کو رد کیا کرتی تھی۔

یہ ہے معاذ اللہ صحابۂ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر، اب آپ غور فرمائیں کہ کیا صحابۂ کرام کے بارے میں جن کا اس قسم کا عقیدہ اور نقطۂ نظر ہو اس کا تعلق کسی بھی درجہ میں اہل سنت والجماعت سے ہو سکتا ہے، اور کیا غیر مقلدوں کو فرقہ ناجیہ میں شمار کرنا درست ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی جو پہچان بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ جماعت ہمارے اور اصحاب کے طریقہ پر ہو گی، تو جن کی نگاہ میں صحابۂ کرام کا

مقام یہ ہے کہ نہ ان کے قول کا اعتبار نہ ان کے فعل کا اعتبار نہ ان کے فہم کا اعتبار نہ ان کے قیاس و رائے کا اعتبار، جو خلاف شرع اور معصیت والا کام کیا کرتے تھے اور ان کا عمل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی نصوص کے خلاف ہوا کرتا تھا، جو دینی و شرعی احکام کو اپنی رائے سے بدل دیا کرتے تھے، بھلا ایسا گروہ یا ایسی جماعت صحابہ کرام کے راستہ کو کیوں اختیار کرے گی، اور صحابہ کرام کی جماعت مبارکہ اس کے نزدیک دین کے بارے میں معیار اور کسوٹی کس طرح قرار پائے گی؟ اور جب وہ صحابہ کرام کے طریق پر نہ ہو گی اور ان کے عمل اور ان کی سنتوں کو بغض و نفرت کی نگاہ سے دیکھے گی تو وہ ناجیہ جماعت میں سے کیسے ہو گی، اور ما انا علیہ واصحابی کا مصداق غیر مقلدین کی جماعت کیسے بن سکے گی؟

صحابہ کرام کے بارے میں اللہ و رسول کے جو ارشادات ہم نے اس کتابچہ کے شروع میں نقل کئے ہیں، اسے دیکھئے اور غیر مقلدین کے صحابہ کرام کے بارے میں اس نقطۂ نظر کو دیکھئے دونوں میں کیسا زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ہم نے جامعہ سلفیہ بنارس کے استاذ رئیس احمد ندوی کی اس کتاب سے بطور خاص بہت زیادہ اقتباسات پیش کئے ہیں تاکہ کسی غیر مقلد کو اس کی جرأت نہ ہو کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہماری جماعت صحابہ کرام کے بارے میں نقطۂ نظر نہیں ہے، اس وجہ سے کہ یہ کتاب ہندوستان کے سب سے بڑے اور غیر مقلدوں کے مرکزی ادارہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے، اور اس ادارہ کے استاذ حدیث کے قلم سے شائع ہوئی ہے، نیز یہ کہ اس پر جو مقدمہ ہے وہ اس ادارہ کے معتمد تعلیمات ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری کا ہے، اپنے مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب اس کتاب اور اس کتاب کے مصنف کی تعریف کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے، وہی پوری جماعت کی ترجمانی اور

یہی پوری جماعت کا صحابۂ کرام کے بارے میں موقف اور نقطۂ نظر ہے، مولانا مقتدیٰ حسن ازہری کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

> جمود اور تعصب کی صورت میں اپنے مسلک کو چھوڑ کر حق بات اختیار کرنا بڑا مشکل ہے، لیکن کتاب میں جن دلائل کو پیش کیا گیا ہے اور مؤلف نے جس بالغ نظری اور دقت رسی سے ہر شبہہ کو دور کیا ہے اس کے پیش نظر ہمیں قوی امید ہے کہ متلاشیان حق کیلئے یہ تحریر کافی ہوگی، اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انھیں صحیح مسئلہ پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے گا، (ص ۱۶ تنویر)

حکیم فیض عالم صدیقی اور صحابۂ کرام

کچھ سال قبل غیر مقلدین کے حلقہ کے ایک عالم حکیم فیض عالم صدیقی کا بڑا نام اور شہرہ تھا، اس وقت معلوم نہیں موصوف حکیم صاحب زندہ ہیں یا راہی ملک عدم ہوئے، ان کی، تین کتابوں نے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اختلاف امت کا المیہ، صدیقۂ کائنات اور شہادت ذوالنورین ہمیں ان تینوں کتابوں کے پڑھنے کا شرف حاصل ہے، حکیم صاحب موصوف کی ان کتابوں کے پڑھنے کے بعد ہمارا تاثر یہ ہے کہ اس شخص میں ناصبیت اور رافضیت دونوں کے جراثیم تھے۔ صحابۂ کرام اور آل بیت رسول کے بارے میں نہایت بدزبان اور بدلگام شخص تھا، فقہائے کرام کے بارے میں یہ جلا بھنا غیر مقلد تھا، حکیم موصوف کی ان تمام قبیح صفتوں کے باوجود حلقۂ غیر مقلدین میں اس کو "بے نظیر محقق" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، صحابۂ کرام اور آل بیت رسول کے بارے میں اس غیر مقلد محقق صاحب کے جذبات کیا تھے تو درج ذیل اقتباسات سے ناظرین اس کا اندازہ لگائیں گے:

حضرت علی بے فکر شہزادہ کی طرح

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے حکیم فیض عالم موصوف فرماتے ہیں:

> غنیمت سے بے حساب مال آپ کو گھر میں بیٹھے مل جاتا تھا حرم آباد تھا، اولاد موجود تھی، آٹھ دس گاؤں بطور جاگیر خلفائے ثلاثہ کی طرف سے عنایت ہوئے تھے، گویا آپ ایک بے فکر شہزادہ کی طرح زندگی گزار رہے تھے، کبھی کبھار دینی امور میں اپنی خوشی سے حصہ لیتے تھے، مگر امور جہاں بانی یا سیاست مدنی یا دنیوی نشیب وفراز میں مغزماری کی ضرورت ہی کبھی محسوس نہ کی تھی۔
>
> (صدیقہ کائنات ص۱۷)

حضرت علی کی نام نہاد خلافت اور خودساختہ حکمرانی

حکیم فیض عالم غیر مقلد نے اپنی کتاب خلافت راشدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یا خاندان نبوت کے دوسرے حضرات یا ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ خالص اس کی سبائیت اور شیعی ذہنیت کا پرتو ہے۔ یہ شخص حضرت علیؓ کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا ہے۔ ناظرین سینہ پر ہاتھ رکھ کر سنتے رہیں، فرمایا جاتا ہے:

> جہالت، ضد ہٹ دھرمی، نسلی عصبیت کا کوئی علاج نہیں، اپنے خودساختہ نظریات سے چمٹے رہنے یا مزعومہ تخیلات کو سینہ سے لگائے رکھنے کا دفعیہ ناممکن ہے، مگر سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کے متعلق قرآنی آیات حضور صادق و مصدوق کے ارشادات کی

روشنی میں حقائق گزشتہ صفحات میں بیان کیے جا چکے ہیں، ان کی موجودگی میں سیدنا علیؓ کے خود ساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا صریحاً دینی بد دیانتی ہے، مگر اغیار نے جس چابکدستی سے آنجناب رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت کو خلافت حقہ ثابت کرنے کیلئے دنیائے سبائیت سے درآمد کردہ مواد سے جو کچھ تاریخ کے صفحات میں قلم بند کیا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔ ص ۵۵۔۵۶

سیدنا علی نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو قد آور بنانا چاہا تھا

اس کی مزید گہر افشانی ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتا ہے:

اسی طرح اگر سیدنا علی کو بھی مسلمان منتخب کر کے خلیفہ بناتے تو ان کی ذات کی وجہ سے خلافت کو ضرور وقار ملتا، مگر سیدنا علیؓ نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت اور ذات کو قد آوار بنانا چاہا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی سیلاب آسا فتوحات ہی ٹھپ ہو کر رہ گئیں، بلکہ کم وبیش ایک لاکھ فرزندان توحید خاک وخون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ ص ۵۱

حضرت علی کی خلافت عذاب خداوندی تھی

اس شخص غیر مقلد حکیم فیض عالم کے سینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کیسا بغض بھرا ہوا ہے، ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے بارے میں اس غیر مقلد کا یہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیں، اور اس کی گندی ذھنیت کا اندازہ لگائیں

، لکھتا ہے:

> آپ کو امت نے اپنا خلیفہ منتخب نہیں کیا تھا، آپ دنیائے سبائیت کے منتخب خلیفہ تھے، اسی لئے آپ کی خود ساختہ خلافت کا چار پانچ سالہ دور امت کیلئے عذاب خداوندی تھا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان توحید خون میں تڑپ تڑپ کر ختم ہوگئے، آپ کی شہادت عالم اسلام کیلئے ایک آیہ رحمت ثابت ہوئی..........................

..........................اور

> عالم اسلام نے چار پانچ سال کی انارکی کے بعد سکھ کا سانس لیا۔
> (ص ۲۲۸)

حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں رکھنا سبائیت کی ترجمانی ہے

حکیم موصوف کی غیر مقلدیت ایسی دو آتشہ ہے کہ وہ اس کو بھی گوارا نہیں کرتی کہ حضرت حسن و حسین کو جماعت صحابہ میں شمار کیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب سیدنا حسن بن علی کے ص ۲۳ پر فرماتے ہیں:

> حضرات حسنین کو زمرۂ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھادھند تقلید کی خرابی۔
> (سیدنا حسن بن علی ص ۲۳، از مسائل اہلحدیث جلد دوم)

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ نواسۂ رسول کی وفات کے بارے میں اس غیر مقلد حکیم فیض عالم کا یہ غلیظ تبصرہ ہے، یہ شخص حضرت سیدنا حسن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> سیدنا حسن کی موت کے متعلق میں اپنی تالیفات عترت رسول اور حسن بن علی میں بدلائل ثابت کر چکا ہوں کہ کثرت

جماع ذیابطیس اور تپ محرقہ سے ہوئی۔ (خلافت راشدہ ص ۲۱۵)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلد حکیم فیض عالم کے خیالات

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو حکیم فیض صاحب کے ایمان افروز ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمالئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ان کے ارشادات آپ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت حسینؓ کا کوفہ جانا اعلاء کلمۂ حق کیلئے نہیں تھا

حضرت حسن مکہ سے کوفہ تشریف لے گئے، دنیا اس کا مقصد کچھ بتلاتی ہو مگر حکیم فیض صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

> آپ اعلاء کلمۃ الحق کے نظریہ کے تحت عازم کوفہ نہیں ہوئے تھے بلکہ حصول خلافت کیلئے آپ نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔
>
> (واقعۂ کربلا ص ۷۔ از رسائل اہلحدیث جلد دوم)
>
> آپ کے دل میں حصول خلافت کی دبی ہوئی پرانی خواہش انگڑائیاں لیکر بیدار ہو گئیں اور آپ تمام عالم اسلام کے منتخب اور مایہ ناز صحابۂ کرام اور تابعین کے سمجھانے کے باوجود ۱۰ر ذی الحجہ کو مکہ سے عازم کوفہ ہوئے۔ (رسائل اہلحدیث جلد دوم ص ۹۸۔۹۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور کریہہ ریمارک

خاندان نبوت کے سب سے چہیتے اور نواسۂ رسول ﷺ کے بارے میں

ان غیر مقلد صاحب کا ناظرین سینہ پر ہاتھ رکھ کر یہ ریمارک بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا جاتا ہے:

> حقیقت یہ ہے کہ آپ برسام کے مریض تھے اور اس مرض کے مریض اول تو مر جاتے ہیں، ورنہ پاگل ہو جاتے ہیں، اگر بچ بھی نکلیں تو ان کی زبان لکنت آمیز ہو جاتی ہے، اور ذھن کما حقہ سوچنے کی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔
>
> (خلافت راشدہ ص ۱۳۸)

گویا حکیم صاحب اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کا سفر اس وجہ سے ہوا تھا کہ چونکہ آپ معاذ اللہ برسام کے مریض تھے جس میں کم از کم آدمی سوچنے کی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے، اور اس کا دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ آپ کے دماغ نے بھی اس مرض کی وجہ سے کام نہیں کیا تھا اور لوگوں کے ہزار سمجھانے کے باوجود حصول خلافت کی خواہش شدید تھی کہ آپ نے سب کے مشوروں کو نظر انداز کر کے کوفہ کا سفر کیا تھا۔

جگر گوشۂ بتول نواسۂ رسول اور خاندان نبوت کے اس فرزند عظیم کے بارے میں یہ ہے حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد صاحب کا اظہار خیال۔ انا للہ وانا الیہ راجعون:

مسلمانوں خدارا غور کرو کہ کیا جس کے قلب میں حضور اکرم ﷺ کی ذرا بھی محبت ہو گی وہ خاندان نبوت کے ان فرزندوں کے بارے میں اس قسم کی بے ہودہ بکواس کر سکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت حسن حسین رضی اللہ عنہما سے کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ ان کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی اس دعا سے ہوتا ہے آپ دعا فرماتے تھے۔

اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما . (ترمذی)

اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور ان کو تو محبوب رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

یہی حضرت حسن و حسین ہیں کہ ان کو اللہ و رسول نے جنت کے نوجوانوں کا سردار بتلایا ہے۔

قال رسول الله ﷺ الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة . (ترمذی)

یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

یہی وہ فرزندان خاندان نبوت ہیں جن کو اللہ کے رسول مارے محبت کے سینہ سے چمٹاتے تھے، اور محبت سے بوسہ دیتے تھے۔

عرض یہ ہے کہ جن کو اللہ سے محبت ہوگی اس کو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی اور جن کو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی وہ خاندان نبوت کے افراد سے بھی محبت رکھے گا۔ رسول اکرم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والا اہل بیت کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھے گا اور نہ اس کے قلم سے اس قسم کی بیہودہ بکواس صادر ہوگی جس کا نمونہ قارئین نے حکیم فیض عالم غیر مقلد صاحب کی تحریروں میں دیکھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکیم فیض عالم کا گندہ خیال

حضرت حذیفہؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں، محرم اسرار رسول ﷺ تھے، یعنی آنحضور ﷺ کی بہت سی وہ باتیں جو دوسروں کو نہیں معلوم تھیں۔ آنحضور ﷺ نے حضرت حذیفہ کو ان سے مطلع کر دیا تھا، اس وجہ سے صحابہؓ

کرام میں ان کا ایک خاص مقام تھا، صحابہ کرام کو آنحضور ﷺ نے مخاطب کر کے فرمایا تھا

ماحدثكم حذيفة فصدقوه (ترمذی)

حضرت حذیفہ جو تم سے بیان کریں تم اس کو سچ جاننا

انھیں حضرت حذیفہ کے بارے میں حکیم فیض عالم کی بکواس یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ حضرت عمر فاروق کے قتل کی سازش میں شریک تھے، حکیم موصوف کا ارشاد یہ ہے، فرماتے ہیں:

> کیا حذیفہ کے ان الفاظ سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سازش سے باخبر تھے اور اگر یہ سازش صرف یہود یا مجوس کی تیار کردہ تھی تو حذیفہ کو تمام واقعات بیان کرنے سے کون سا امر مانع تھا، اس حذیفہ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابو بکر دونوں مصر میں ابن سبا کے معتمد خاص تھے۔ (شہادت ذوالنورین ص ۱۷)

حکیم صاحب گویا یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر کی شہادت میں حضرت ابو حذیفہ اور ان کے لڑکے کا بھی عمل دخل تھا۔

حضرت ابوذر غفاری کمیونسٹ نظریہ والے تھے

حضرت ابوذر غفاری کا صحابہ میں ایک خاص مقام تھا، آنحضور ﷺ کے بہت دلارے تھے، آنحضور ﷺ کے ساتھ ان کے عشق و محبت اور شدت تعلق کا عالم یہ تھا کہ وہ آنحضور ﷺ کی ایک ایک ادا پر مر مٹنے والے تھے، مزاج زاہدانہ تھا، دنیا کی محبت کا گزر ان کے دل میں نہیں تھا، ان کے بارے میں حکیم فیض عالم صدیقی نے جس انداز کی بات کہی ہے اس کا کسی ایسے شخص کے قلم سے نکلنا ناممکن ہے جو مقام صحابہ سے ذرا بھی واقف ہے اور جس

کا دل ایمان و یقین کی دولت سے معمور ہو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکیم صاحب علامہ اقبال کے اس شعر۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو کس نے
وہ کیا تھا زور حیدر فقر بوذر صدق سلمانی

کی آڑ میں اپنے بغض و کینہ اور اپنی غیر مقلدیت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

> اس شعر میں دوسرے نمبر پر حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام ہے جو ابن سبا کے کمیونسٹ نظریہ سے متاثر ہو کر ہر کھاتے پیتے مسلمان کے پیچھے لٹھ لیکر بھاگ اٹھتے تھے۔ (خلافت راشدہ ص ۱۴۳)

غیر مقلدیت کے ناسور میں آدمی مبتلا ہو کر کیسی کیسی بہکی باتیں کرتا ہے، قارئین اس کا اندازہ لگائیں۔

تعجب ہے کہ جو غیر مقلدین رفع یدین اور آمین بالجہر جیسے فروعی مسائل میں ہر وقت قلم تان کر کھڑے رہتے ہیں، اپنی جماعت کے ان گستاخ اہل قلم کے خلاف ان کی زبان خاموش رہتی ہے، ان کا قلم گنگ رہتا ہے، اور ان کے دلوں میں صحابۂ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں سن کر خلش پیدا نہیں ہوتی۔

ہم برادران اسلام سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ غیر مقلدیت کے فتنہ کو سمجھیں، یہ فتنہ مختلف بیرونی اور غیر بیرونی طاقتوں کے بل پر آج بڑی تیزی سے سر اٹھا رہا ہے۔

کتاب و سنت کا نام لے کر ضلالت و گمراہی کا پرچار فرقۂ غیر مقلدین کا خاص ھدف ہے، یہ فرقہ سارے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی تکفیر پر لگا ہوا ہے، مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلا کر، گھروں میں لڑائی جھگڑا کی فضا ہموار کرنا اور مسجدوں میں اختلافات کو ہوا دینا، دین کے خدام اور اللہ والوں کی شان میں بکواس کرنا، اس فرقہ کا مزاج بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر رحم نہ فرمائے

تو مسلمانوں کا رشد و ہدایت کی راہ پر لگا رہنا اس مادیت اور فتنوں کے دور میں بہت مشکل ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب . وصلى الله تعالىٰ على رسوله و صحبه اجمعين

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور صحابۂ کرام

گذشتہ صفحات میں ناظرین نے دیکھا کہ غیر مقلدین کا صحابۂ کرام اور غلفائے راشدین کے بارے میں نقطۂ نظر کیا ہے؟ ان کے خیالات صحابۂ کرام کے بارے میں کس طرح کے ہیں، اگر انسان خالی الذھن ہو کر ان میں غور کرے گا تو غیر مقلدین اور شیعوں کے صحابہ کے بارے میں عقیدہ و مسلک میں بڑی ہم آہنگی نظر آئے گی، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ دونوں فرقے ائمۂ دین کی تقلید کے منکر ہیں، شیعہ بھی تقلید کا انکار کرتے ہیں اور غیر مقلدین بھی تقلید کے منکر ہیں، اور اسلاف امت سے بیزاری اور بد اعتمادی کا اور ان کی شان میں جرأت و گستاخی کی سب سے بڑی وجہ یہی عدم تقلید ہے، جس کسی شخص یا فرقہ میں عدم تقلید کا رجحان پیدا ہو گا، اس کی زبان و قلم کا اسلاف کے بارے میں بے باک ہو جانا قطعی اور یقینی ہے۔

غیر مقلدین شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اپنے تعلق خاطر کا بڑا اظہار کرتے ہیں اور ناواقفوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ان کی سلفیت اسی نہج اور معیار کی ہے جس پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم اور بعد میں شیخ محمد بن عبد الوھاب نجدی رحمہم اللہ تھے، غیر مقلدین کا یہ خالص فریب ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کے فکر و مزاج مین زمین آسمان کا بعد ہے، چند مسائل میں شیخ الاسلام کی پیروی اور تقلید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مقلدین کا فکر و خیال اور مذھب و عقیدہ بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ والا ہے، مثلاً صحابۂ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا جو نقطۂ نظر ہے وہ شیخ الاسلام کے مسلک اور عقیدہ کے بالکل خلاف ہے، میں یہاں بہت مختصر طریقہ پر صحابۂ

کرام کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے خیالات کی چند جھلکیاں قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ قارئین غیر مقلدین اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے صحابہؓ کرام کے بارے میں خیالات سے آگاہ ہو کر اندازہ لگائیں کہ دونوں کی راہ کتنی مختلف اور الگ ہے۔

صحابہ کا فعل حجت ہے

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ صحابہؓ کرام کا فعل حجت نہیں ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک صحابہؓ کرام کا فعل حجت ہے، وہ جگہ جگہ اپنے فتاویٰ میں صحابہؓ کرام کے فعل سے حجت پکڑتے ہیں مثلاً اس مسئلہ کو بیان کیلئے کہ سفر میں چار نہیں دو رکعت نماز ادا کی جانی چاہئے فرماتے ہیں۔

> **والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جمیع اسفارہ یصلی رکعتین ولم یصل فی السفر اربعاً قط ولا ابوبکر ولا عمر ..** .(فتاویٰ ص۳۸ ج۲۲)
>
> یعنی نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی سفر میں چار رکعت نماز نہیں پڑھی اور نہ یہ عمل ابو بکر کا تھا اور نہ عمر کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ کا فعل دین و شریعت میں دلیل بنتا ہے اسی طرح صحابہ کرام کا بھی

صحابہ کرام کا کسی کام کو کرنا یہ اس کے سنت شرعیہ ہونے کی دلیل ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا عقیدہ و مسلک صحابہ کرام کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اگر کسی کام کو کریں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عمل مشروع اور سنت

ہے، ایک مسئلہ میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

> **فلو ان هذا من السنن المشروعة لم يفعل هذا عمر و يقره المسلمون عليه۔** ص۳۹۶ ج ۲۲، یعنی اگر یہ عمل مسنون اور مشروع ہوتا تو حضرت عمرؓ اس کو نہ کرتے اور نہ مسلمانوں کو اس پر جمے رہنے دیتے۔

صحابہؓ کرام ہم سے زیادہ سنت کے متبع تھے۔

غیر مقلدین کا عقیدہ و مذہب یہ ہے کہ صحابہؓ کرام خلاف نصوص اور حرام و معصیت امور کا بھی ارتکاب کرتے تھے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فرمان یہ ہے کہ صحابہؓ کرام امت میں سب سے زیادہ سنت اور شریعت کے متبع اور آنحضور ﷺ کے فرمان کے فرمانبردار تھے۔ فرماتے ہیں:

> **ومن المعلوم ان الصحابة فى عهده وبعده افضل منا واتبع للسنة واطوع لامره۔** ص۱۷۹ ج۲۲)
>
> یعنی یہ بات معلوم ہے کہ صحابہؓ کرام آنحضور ﷺ کے زمانہ میں اور آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی ہم سے افضل تھے اور آپ ﷺ کی سنت کے سب سے زیادہ اتباع کرنے اور آپ کے حکم کے سب سے زیادہ فرماں بردار تھے۔

صحابہؓ کرام آنحضور ﷺ کی سنتوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مذہب و عقیدہ یہ ہے کہ صحابہؓ کرام سب سے زیادہ سنتوں کے عالم تھے اور سب سے زیادہ ان کی اتباع کرنے والے تھے۔

> **بل اصحاب النبى ﷺ الذين هم اعلم الناس بسنته وارغب الناس فى اتباعها۔** ص۱۱۰ ج ۲۳

یعنی صحابۂ کرام آپ ﷺ کی سنتوں کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان کی اتباع کے حریص تھے۔

خلفائے راشدین کے بارے میں ابن تیمیہ کے ارشادات

غیر مقلدین نے خلفائے راشدین کو مطعون کرنے کیلئے وہ سب کچھ روا رکھا ہے جو ایک رافضی اور شیعہ کر سکتا ہے، مگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک خلفائے راشدین کا مقام و مرتبہ کیا تھا اس کو معلوم کرنے کیلئے ابن تیمیہ کے درج ذیل ارشادات پر نظر ڈالیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پر حضرات صحابہ کو جمع کیا اور حضرت ابی بن کعب کو ان کی نماز تراویح کا امام بنایا، جب ایک رات حضرت عمرؓ نے ان کو اجتماعی شکل میں تراویح پڑھتے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ **نعمت البدعة هذه**، یہ کیا ہی عمدہ نو ایجاد کام ہے، چونکہ آنحضور ﷺ کے زمانے میں باجماعت تراویح کا اہتمام نہیں تھا جو حضرت عمر نے فرمایا تھا، تو اس پر آپ نے بدعت کا لفظ استعمال کیا، حضرت عمرؓ کے اس قول کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر خلفائے راشدین میں سے ہیں، اور آنحضور ﷺ نے خلفائے راشدین کے عمل کو سنت بتلایا ہے اور اس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم فرمایا ہے، اس وجہ سے حضرت عمر کا یہ فعل سنت ہے، اس کو لغۃً بدعت کہا گیا ہے، اس کی تفصیل کے بعد ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وهذا الذی فعله سنة لكنه قال نعمت البدعة هذه فانها بدعة فی اللغة لكونهم فعلوا ما لم يكونوا يفعلونه فی حياة الرسول ﷺ يعنی من الاجتماع علی مثل هذه و

هي سنة من الشريعة۔ ص ۲۳۵ ج ۲۲

یعنی حضرت عمرؓ کا یہ فعل سنت ہی ہے، حضرت عمرؓ نے اس کو بدعت لغۃً کہا ہے، شرعاً نہیں، اس لئے کہ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں صحابہؓ کرام اس طرح جمع ہو کر تراویح نہیں پڑھا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کا یہ عمل شرعی سنت ہے۔

غیر مقلدین کے علماء تو فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کرام کا وہ عمل سنت قرار پائے گا جو آنحضور ﷺ کے قول و عمل اور آپ کی سنت کے مطابق ہو، آنحضور ﷺ کی سنت کے خلاف جو عمل ہو گا، خواہ وہ خلفائے راشدین کا عمل ہی کیوں نہ ہو وہ عمل باطل و مردود ہو گا، اور ابن تیمیہ کا مسلک و عقیدہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا قول و عمل مستقل سنت ہے۔

خلفائے راشدین جو عمل جاری کرتے تھے وہ اللہ اور رسول کے فرمان کے موجب جاری کرتے تھے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تراویح کے علاوہ متعدد امور کو جن کو خلفائے راشدین نے جاری کیا تھا، شمار کر کے بتلایا کہ یہ سب کے سب سنت ہیں، اس لئے کہ خلفائے راشدین کا ان امور کو جاری کرنا بحکم خدا اور رسول تھا۔

لانهم سنوه بامر الله و رسوله فهو سنة وان كان في اللغة يسمىٰ بدعة۔ ص ۲۳۵ ج ۲۲

یعنی خلفائے راشدین کے جاری کردہ سارے کام اگرچہ لغت کے اعتبار سے بدعت کہلائیں مگر شریعت میں وہ سب کے سب سنت ہی ہیں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

وما سنه خلفائه الراشدون فانما سنوه بامره فهو

من سنته۔ ص ۲۸۲ ج ۱

یعنی خلفائے راشدین جو طریقہ عمل جاری کریں وہ بھی آنحضور اکرم ﷺ کی سنت ہی کہلائے گا، اس لئے کہ خلفائے راشدین کا عمل آنحضور ﷺ کے حکم سے تھا۔

خلفائے راشدین کا عمل بھی راجح ہے

غیر مقلدین خلفائے راشدین کو دین میں بالکلیہ ساقط الاعتبار کرنے کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا خلفائے راشدین کے بارے میں فیصلہ یہ ہے، ایک مسئلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ولما قضىٰ به الخلفاء الراشدون لا سيما ولم يثبت عن غيرهم خلافه وان ثبت فان الخلفاء الراشدين اذا خالفهم غيرهم كان قولهم هو الراجح، لان النبى ﷺ قال عليكم بسنتى و سنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم و محدثات الامور فان كل بدعة ضلالة۔

ص ۳۴۷ ج ۳۲

یعنی جبکہ اس کا فیصلہ خلفائے راشدین نے کر دیا اور ان کا کوئی مخالف بھی نہیں اور اگر مخالف بھی ہوتا تو بھی خلفائے راشدین کا فیصلہ ہی راجح ہے، اس وجہ سے کہ انھیں کے بارے میں آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت کو اختیار کرو، میرے خلفاء راہ حق پر ہیں ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنتوں کو مضبوطی سے تھامو، دانتوں سے پکڑو اور دیکھو نئے نئے کاموں سے بچو اس لئے کہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔

خلفائے راشدین کا عمل بدعت نہیں ہو سکتا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سے آنحضور ﷺ کا عمل اور آپ کی سنت پر بدعت کا اطلاق جائز نہیں ہے، اسی طرح سے خلفائے راشدین کا عمل اور سنت کو بدعت کہنا حرام اور ناجائز ہے۔ خلفائے راشدین کے عمل سنت ہی ہوگا، بدعت نہیں ہے، ان کے عمل اور ان کی سنت کو بدعت کہنے والا ان کے رشد وہدایت کا منکر ہے۔

خلفائے راشدین کوئی عمل جاری کریں تو وہ شریعت ہے

ابن تیمیہ کے افکار وخیالات خلفائے راشدین کے بارے میں غیر مقلدوں سے بالکل الگ ہیں، غیر مقلدین نے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسکو پڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قلوب میں خلفائے راشدین کی کوئی عظمت واہمیت نہیں ہے، وہ بلا تکلف ان کو حرام ومعصیت کا مرتکب بتلاتے ہیں، اور ان کی سنتوں پر بدعت ہونے کی پھبتی کستے ہیں، لیکن ابن تیمیہ کا عقیدہ ومسلک یہ ہے کہ ان کے نزدیک جس طرح سے آنحضور ﷺ کی سنت دین وشریعت ہے اسی طرح خلفائے راشدین کی بھی سنت دین وشریعت ہے، ایک جگہ محرم کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:

> ولم یسن رسول اللہ ﷺ ولا خلفائه الراشدون فی یوم عاشوراء شیئا من هذه الامور۔ ص ۳۱۰ ج ۲۵
>
> یعنی عاشوراء محرم میں جو بعض لوگ کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہیں وہ نہ تو آنحضور ﷺ کی سنت ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین کا عمل اور طریقہ تھا۔

اس کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح دین و شریعت میں آنحضور ﷺ کی سنت دلیل شرعی ہے، اس طرح خلفائے راشدین کی سنت بھی دلیل شرعی ہے، آنحضور ﷺ کے عمل کی طرح خلفائے راشدین کا عمل بھی مسنون عمل کہلاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن تیمیہ کے بلند کلمات

غیر مقلدین نے خلفائے راشدین میں سے بطور خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس طرح کے کلمات استعمال کئے ہیں اس کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے منہ میں شیعوں کی زبان گھس آئی ہے، اب دیکھئے بطور خاص حضرت عمرؓ کے بارے مین ابن تیمیہ کے خیالات کیسے اور کیا ہیں؟ فرماتے ہیں کہ:

> حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر فاروق خلیفہ ہوئے، انھوں نے مجوسی اور نصاریٰ کفار کو مغلوب کیا، اسلام کو عزت بخشی، اسلامی شہر بسائے، لوگوں کیلئے عطیئے مقرر کئے، دیوانی اور دفاتر مقرر فرمائے، عدل کو پھیلایا، سنت کو قائم کیا، اسلام نے ان کے زمانے میں خوب غلبہ پایا اور اللہ کے اس وعدہ کی تصدیق سامنے آگئی۔ ھوالذی أرسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھره علی الدین کله و کفیٰ بالله شھیداً ، اسی طرح سے اللہ کا یہ وعدہ بھی ان کے زمانہ میں پورا ہوا۔ وعد الله الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا . (۱) ص ۳۰۴ ج ۳۵

صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے

غیر مقلدین اجماع صحابہ کے منکر ہیں ، ان کے نزدیک دلیل شرعی صرف دو چیزیں ہیں: کتاب اللہ اور حدیث رسول، اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ دین کی بنیاد تین چیزوں پر ہے، ایک چیز اجماع بھی ہے، اور صحابہ کا اجماع تو دلیل قطعی ہے، فرماتے ہیں:

فاجماعهم حجة قطعية (ص ۲۵۲ ج ۲۲)

یعنی صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی منقصت جنس روافض سے ہے

غیر مقلدین کے علماء کے بیانات آپ نے پڑھے ان سے آپ نے اندازہ لگایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف ان کے دلوں میں کیسا بغض بھرا ہوا ہے، مگر حضرت شیخ الاسلام کا حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ابن تیمیہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وسئل علي عن علماء الناس فقال واحد بالعراق ابن مسعود، وابن مسعود في العلم من طبقة عمر وعلي

---

(۱) پہلی آیت کا ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر تا کہ وہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔

اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے: وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگون سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انھوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کر دیگا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کیلئے دین ان کا، جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن، میری بندگی کریں گے اور شرک نا کریں گے۔

وابی معاذ وھو من الطبقة الاولیٰ من علماء الصحابة فمن قدح فیه او قال ھو ضعیف الراویة فھومن جنس الرافضة الذین یقدحون فی ابی بکر و عمر و عثمان و ذلك یدل علی افراط جھله بالصحابة و زندقته و نفاقه.

ص ٥٣١ ج ٤ فتاویٰ

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ صحابہ میں سے علماء کون ہیں، تو آپ نے فرمایا عالم تو ایک ہی ہیں اور وہ عراق میں حضرت ابن مسعود ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی، حضرت معاذ کے طبقہ کے صحابی تھے، علماء صحابہ میں ان کا شمار طبقۂ اولیٰ میں ہوتا ہے، اب جو ان کی برائی کرے یا یہ کہے کہ وہ روایت میں کمزور تھے تو از قسم رافضی ہے، جو ابو بکر اور عمر اور عثمان کی شان میں بیہودگی کرتے ہیں، یہ دلیل ہے کہ وہ شدید قسم کا جاہل ہے، زندیق اور منافق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے علم سے دنیا کو بھر دیا

گزر چکا ہے کہ غیر مقلدین حضرات عبداللہ بن عباس کے بارے میں بھی کیسی خراب زبان استعمال کرتے ہیں، ابن تیمیہ حضرت عبداللہ بن عباس کے مقام بلند کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جر الامۃ (امت کے زبردست عالم) اور ترجمان القرآن تھے، اللہ نے ان کے فہم میں برکت عطا کی تھی۔ کتاب و سنت سے مسائل شرعیہ اخذ کیا کرتے تھے۔

حتی ملأ الدنیا علماً و فقھاً. ص ۹۴ ج ۴

کہ انھوں نے دنیا کو علم و فقہ سے بھر دیا۔

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو ابن العاص اور حضرت ابو سفیان وغیرہ ابن تیمیہ کی نظر میں

غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں نے حضرت معاویہ، حضرت سفیان، اور حضرت عمرو بن العاص وغیرہ کے متعلق بہت سخت کلام کیا ہے، ناظرین اس کو ملاحظہ فرما چکے ہیں، لیکن ابن تیمیہ ان حضرات کے بارے میں فرماتے ہیں:

> **كانوا هولاء المذكورون من احسن الناس اسلاما واحمدهم سيرة لم يتهموا بسوء .... بل ظهر منهم من حسن السلام و طاعة الله و رسوله و حب الله و رسوله والجهاد فی سبيل الله وحفظ حدود الله .**
>
> (ص ۴۵۴ ج ۴)
>
> یہ تمام مذکورہ لوگ بہترین اسلام والے تھے ان کی سیرت قابل تعریف تھی، کسی برائی سے متہم نہیں تھے، ان سے ان کے اسلام کی خوبی ظاہر ہوتی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت ظاہر ہوتی، انھوں نے اللہ کے راستہ مں جہاد کیا اللہ کی حدود کی حفاظت کی۔
>
> اور بطور خاص حضرت معاویہ کے بارے میں فرماتے ہیں
>
> **واتفق العلماء أن معاوية افضل ملوك هذه الامة فان الاربعة قبله كانوا خلفاء نبوة وهو اول الملوك ، كان ملكه ملكا و رحمة كما جاء فی الحديث يكون الملك نبوة و رحمة ثم تكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا و رحمة۔** ص ۴۷۸ ج ۴
>
> یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ اس امت کے

سب سے بہتر بادشاہ تھے، آپ سے پہلے چاروں خلفاء نبوت تھے، حضرت معاویہ اس امت کے پہلے بادشاہ ہیں، آپ کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بادشاہت نبوت ہوگی اور رحمت ہوگی۔ پھر خلافت ہوگی اور رحمت ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی اور رحمت ہوگی۔

حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ

حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ کے بارے میں غیر مقلد عالم حکیم فیض عالم کے خیالات سے اس کتاب کے پڑھنے والے آگاہ ہو چکے ہیں۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بہت سے صحابہؓ کرام کا نام لینے کے بعد جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت حذیفہ بھی ہیں، ان حضرات کے بارے میں اپنا خیال یوں ظاہر کرتے ہیں۔

> **ممن کان اخص الناس بالرسول واعلمهم بباطن امورہ واتبعهم لذلك۔** ص۹۱ ج۴
>
> یعنی یہ حضرات ان صحابہ کرام میں سے تھے جن کا تعلق آنحضور اکرم ﷺ سے بہت خصوصیت کا تھا آپ کے باطن امور کو یہ حضرات خوب جاننے والے تھے، اور آپ ﷺ کی ان باتوں کے خود مطیع و فرمانبردار تھے۔

جن صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کے قلم سے سب و شتم کے انداز کی باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے بارے میں یہ خیال ہے۔

ہمارے سامنے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس موضوع سے متعلق اور بہت سی باتیں ہیں، چونکہ مجھے مختلف وجوہ سے اس تحریر کو بہت زیادہ طول

نہیں دینا ہے اس وجہ سے میں ان باتوں کو نظر انداز کرتا ہوں، میں توقع کر رہا ہوں کہ اس تحریر سے میرا جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا، یعنی یہ واضح ہو گیا کہ صحابہؓ کرام کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کے نقطۂ نظر اور فکر و عقیدہ کے درمیان بہت فاصلہ ہے، بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اس لئے غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ان کا مذہب و مسلک اور فکر و عقیدہ شیخ الاسلام یا ان کے متبعین جیسا ہے۔

والحمدللہ اولا و آخرا والسلام علی من اتبع الھدیٰ
و صلی اللہ علی النبی وسلم

محمد ابوبکر غازیپوری
۶/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ